



www.urdu novels mania . com

وردہ زوہیب

حویلی کی بیٹی

Urdu Novels Mania Team©

www.urdu novels mania . com

حویلی کی بیٹی

از قلم وردہ زوہیب

پچھلے آدھے گھنٹے سے جرگے میں جمع سب لوگ شاہ میر بلوچ کا انتظار کر رہے تھے۔

اور وہ سردار ہی کیا جو انتظار نہ کروائے۔

ہاں وہ سردار تھا۔ علاقے کا نیا سردار۔

ستائیس سالہ نوجوان، سلطان میر بلوچ کا وارث۔ امریکہ سے گریجویٹ اور ماسٹرز کی ڈگری۔۔۔

اسی رگ رگ میں سرداری بھر دی گئی تھی۔

سلطان میر بلوچ نے نے ہر پل اُسے یہ باور کرایا تھا کہ اُسے وطن واپس آنا ہے اور اس کی جگہ سردار بننا ہے۔

شاہ میر بلوچ کو خوف بھی یہی زندگی اڑیٹ کرتی تھی۔ وہ بادشاہ بننا پسند کرتا تھا۔ ہوئے

حکومت چاہیے تھی چاہے وہ علاقے کی ہی کیوں نہ ہو۔

شاہ میر بلوچ کو تختہ نہیں تخت چاہیے تھا۔ اور مل گیا۔

امریکہ سے واپس آتے ہی اُسکی دستار بندی کی محفل سجائی گئی اور اسے سردار بنایا گیا۔
لیکن اس کی خوشی اُسے دن ماتم میں بدل گئی جب اس کے چھوٹے بھائی جنید میر بلوچ کی
لاش خون میں لت پت حویلی لائی گئی۔

اور اب وہ بدلے کی آگ میں جل رہا تھا۔
لیکن مقابل گروہ بھی کوئی کم طاقتور نہیں تھا۔
قاتل دوسرے علاقے کے سردار کا اکلوتا بیٹا ظفر نواز بلوچ تھا۔
مقابلہ ٹکڑ کا تھا۔

اچانک سے گاڑیوں کی ایک قطار سامنے سے آتی دکھائی دی۔
ویگو، پجاور اور بہت سی گاڑیاں۔

پہلے تمام مسلح گارڈز اترے۔ پھر دروازہ کھولا۔
شاہ میر ایک شاہ سے اترا۔
www.urdu novels mania.com

سیاہ رنگ کی قمیض، گھیردار شلوار سر پر روایتی پگ۔ اپنی شال بائیں کندھے پر ٹھیک کرتا
ہوا وہ آکر بیٹھ گیا۔

"شاہ میر، یہاں بہت سی معزز ہستیاں صلح کی کوئی صورت نکالنے کے لیے جمع ہوئی ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ علاقے کے دوسرے داروں کو مابین خون خرابا ہو اور علاقائی دشمنی کی شروعات ہو۔

ہم سب یہاں اتنے سالوں سے امن کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اور اسی امن کو قائم رکھنے کے لیے پیر نصیر الدین شاہ تشریف لائے ہیں اور ساتھ دیگر شخصیات بھی۔ شاہ نواز بلوچ تمہیں اپنے بیٹے کے بدلے منہ مانگی قیمت دینے کو تیار ہے۔" جرگے کے سردار نے شاہ میر سے کہا۔

"مجھے خون بہا میں ظفر کی بہن چاہیے۔"

اچانک سے شاہ میر نے کہا تو مقابل کے گروہ سے ولید بلوچ تیش میں آکر کھڑا ہو گیا۔ "حرام زادے تیری ہمت کیسے ہوئی میری منگیتر کا نام لینے کی؟"

ولید بلوچ شاہ میر پر حملے کے لیے آگے بڑھا ہی تھا کہ سب نے اُسے روک لیا۔

"ولید آرام سے بیٹھ جاؤ۔ ہم یہاں خیر کروانے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ تمہاری ایک غلطی پھر سے شر کو ہوا دے سکتی ہے۔"

ولید کے چچا زاد بھائی ریان نے اُس کے کان میں سرگوشی کی۔

"شاہ نواز، تم اپنے لڑکوں کو آرام سے بیٹھنے کا کہو۔ ہم سب سرداروں کو لے کے آئے ہیں تاکہ تم دونوں گروہ میں صلح کی کوئی صورت نکل سکے۔ اگر تمہارے لڑکے ایسے ہی جذباتی ہونگے تو معاملہ بگڑ جائیگا۔"

سردار نبیل احمد نے ظفر کے والد شاہ نواز بلوچ سے کہا۔

دوسری طرف شاہ میر چہرے پر سختی سجائے اطمینان سے بیٹھا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مقابل گروہ کے لیے اُن کی بہن بیٹی کا ذکر کرنا کیسے اُن کے تن بدن میں آگ لگانے کے مترادف تھا۔

"شاہ نواز بلوچ تمہارے پاس دو ہی آپشن رکھ رہا ہوں میں۔۔۔ یاں تو ظفر کو میرے حوالے کر دو تاکہ میں اُسے گولیوں سے بھون دوں۔ یاں پھر اپنی بیٹی مجھے خون بہا میں دے دو۔ اس کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں نکل سکتی۔ پیسے میں لونگا نہیں خون بہا میں۔ یاں بیٹا دو یاں بیٹی۔۔۔ میری بات حرف آخر ہے۔"

شاہ میر کہتا ہوا کھڑا ہوا۔ اُس کے ساتھ اس کے مسلح گارڈز اور اس کے کزنز سب کھڑے ہو گئے۔

تھوڑی دیر میں اُن کے پجارو اور ویگواڑیوں کے ٹائروں سے اُڑتی ہوئی دھول دکھائی دی۔ اُس نے واقعی مقابل گروہ کو مشکل میں ڈال دیا تھا۔۔۔

وہ پھولوں کی کاریوں کو کر دیتی ہوئی ان کو ٹھیک کر رہی تھی۔ سرخ گلابوں کے بیچ وہ بھی گلاب کے جیسے ہی لگ رہی تھی اس وقت۔ اس کے ہاتھ مٹی میں لدے ہوئے تھے۔ وہ اپنے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کھڑی ہوئی۔ پھولوں کا جائزہ لینے لگی۔ بہت محبت سے اس نے باغ میں پھول اگائے تھے۔

ایک گملا اٹھایا اور اُس کے رکھنے کی جگہ تلاش کرنے لگی تھی کہ اچانک حویلی کی ملازمہ نسرین بھاگتی ہوئی آئی۔

"غضب ہو گیا بی بی صاحبہ۔" نسرین نے پھولی ہوئی سانسوں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔
 "کیا ہوا؟ کیوں دل دہلا رہی ہو؟ جلدی بتاؤ کیا بات ہے؟" سامنے ہی چارپائیوں اور اس کی والدہ، پھوپھیاں، خالہ اور چچیاں اور دادی بیٹھی باتیں کر رہی تھیں تو نسرین کی بات سن کر آمنہ بیگم بولیں۔

گملا ابھی بھی اُس حرم کے ہاتھ میں تھا اور وہ سے گھمائے پوری طرح سے نسرین کی طرف متوجہ تھی۔

"وہی میں حویلی کی بیٹی کو مانگا ہے شاہ میر نے۔"
 نسرین بات سن کر تمام خواتین ایک جھٹکے سے کھڑی ہو گئیں۔

اور دوسری طرف حریم کے ہاتھ گملا چھوٹ کر نیچے گر گیا۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔"

حریم نے ایک دم کہا۔

"یہ نہیں ہو سکتا ہے۔ ہم اپنی پھولوں جیسی حریم کسی صورت بھی اس درندے کو نہیں دے سکتے۔ شاہ نواز نے اُسے منہ مانگی قیمت دینے کا وعدہ کیا ہے۔ شاہ نواز اپنی بیٹی ہرگز نہیں دینگے۔"

آمنہ بیگم نے کہا۔

"وہ دے چکے ہیں۔۔۔۔۔"

نسرین نے کہا تو وہاں موجود کسی کو بھی اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آیا۔

اگلے ہی پل حریم ایک جھٹکے سے زمین بوس ہوئی تو سب اُس کی طرف لپکے۔

"حریم میری بچی۔۔۔ ہوش میں آؤ۔" آمنہ بیگم اُس کے گال تھپتھا کر پریشانی سے بول رہی تھیں۔

جرگے کے فیصلے سے واپس آتے ہیں وہ اپنے والد سلطان میر کے کمرے میں داخل ہوا۔

سلطان میر بلوچ کو اپنے چھوٹے بیٹے جنید کی موت کی خبر سنتے ہی دل کا دورہ پڑ گیا تھا اور تب سے لے کر وہ بستر پر تھے پچھلے آٹھ مہینے سے۔۔۔ صدمے سے نڈھال۔

"کیا فیصلہ ہوا جرگہ کا؟ ظفر کو تمہارے حوالے کیا یا نہیں شاہ نواز نے؟"

سلطان میر بلوچ نے سوال کیا۔

"شاہ نواز بلوچ کی بیٹی مانگی ہے میں نے خون بہا میں۔"

شاہ میر نے ان کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بیٹی؟ ایسا کیوں کیا تم نے؟ مجھے میرے بیٹے کا قاتل چاہیے۔ نہ کہ قاتل کی بہن۔"

سلطان میر بلوچ نے کہا۔

"بہن میرے پاس آئے گی تو بھائی خود ٹرپ کر آئے گا۔ پہلے پن کو اذیت دوں گا۔ اس کی تکلیف دیکھ کر بھائی خود میرے سامنے گھٹنے ٹیک دے گا۔"

شاہ میر نے کہا۔

"سوچ ہے تمہاری، شاہ نواز اپنے اکلوتے وارث کی قربانی ہرگز نہیں دے گا۔ بیٹی قربان کرنا آسان ہے اس کے لیے۔"

سلطان میر نے کہا۔

"سنا ہے اسے حویلی کی بیٹی کہا جاتا ہے۔ باپ بھائی چچا موسب کی لاڈلی ہے۔ اس کی تکلیف پر ٹرپ اٹھیں گے جب میں ان کے پاس اس کی ویڈیو بھر کر بھیجوں گا تب۔"

شاہ میر نے پورے یقین سے کہا۔

"عورت ذات پر ظلم کرنا میں نے تمہیں نہیں سکھایا شاہ میر۔ مجھے شاہنواز کے ساری خاندان سے نفرت ہے۔ مگر پھر بھی میں عورت ذات پر ظلم کے حق میں نہیں ہوں۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ میں اس لڑکی کو اپنی حویلی میں برداشت نہیں کر سکتا جس کے بھائی نے میرے جگر کا ٹکڑا لہو لہان کر ڈالا۔"

سلطان میر نے کہا۔ ان سے بولا نہیں جا رہا تھا۔ وہ بیٹھنے کی بھی پوزیشن میں نہیں تھے لیٹے ہوئے تھے۔

"میں جو کرنا چاہتا ہوں مجھے کرنے دے بابا سائیں۔ میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔ میرا مقصد ظفر کی بہن کو حاصل کرنا نہیں ہے۔ مجھے ظفر چاہیے۔ وہ کہانی تو سنی ہوگی نہ آپ نے؟ کہ ایک جادوگر کی جان طوطے میں ہوتی ہے۔ جادوگر کو مارنا ہے تو طوطے کا گلا دبا دو۔ بس وہی کرنے جا رہا ہوں میں۔ پچھلے آٹھ مہینوں سے سکون کی نیند نہیں سوسکا میں۔"

شاہ میر کہتا ہوں ان کے کمرے سے نکل گیا۔

وہ بخار میں تپ رہی تھی۔

آمنہ بیگم اس کے سرہانے بیٹھ کر اس کے ماتھے پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھتی جا رہی تھی۔ بائیس سالہ حریم بے یقینی سے چھت کو گھورے جا رہی تھی۔

"اماں بابا سائیں میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟ اتنی نا انصافی؟ اتنا ظلم؟ کیا اسی لیے بچپن سے مجھے پھولوں کی طرح سنبھال کر رکھا تھا کہ ایک دن مجھے مسل دیں؟"

حریم افسوس سے بول رہی تھی۔

"آ نے دو تمہارے بابا سائیں کو۔ میں بات کرتی ہوں ان سے۔ مجھے تو اب تک یقین نہیں آ رہا ہے کہ واقعی تمہارے بابا سائیں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔"

حریم کی ماں آمنہ بیگ نے کہا۔

"اماں میں نے تو کل کبوتروں کو بھی آزاد کر دیا تھا کہ مجھے آزادی پسند ہے۔ پھر مجھے قید کیوں مل رہی ہے؟"

حریم بولے جا رہی تھی کہ شاہنواز نواز اندر داخل ہوئے۔

"یہ کیا کر دیا آپ نے؟ میں پوچھ رہی ہوں یہ کیا کر دیا آپ نے؟ میری پھول جیسی بچی کیسے اس درندے شامیر کی حوالے کر سکتے ہیں آپ؟"

نہ بیگم نے شاہنواز کے شانے جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔

"تو اور کیا کرتا؟ ظفر کو اس کے حوالے کر دیتا؟ کر کے وہ اسے گولیوں سے بھون دے؟ اپنا اکلوتا وارث اس کے حوالے کر دیتا؟"

شاہنواز نے روتے ہوئے کہا۔

"کو اندازہ ہے کہ ونی میں آئی ہوئی لڑکی کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے؟"

آمنہ بیگم نے کہا۔

"سب جانتا ہوں۔" شاہنواز بولے۔

"سب جانتے ہوئے بھی آپ نے مجھے کوئی میں دھکیل دیا بابا سائیں؟ صرف اس لئے کہ میں بیٹی تھی اور میری قربانی دینا آسان تھا؟"

حریم سے بولا نہیں جا رہا تھا لیکن پھر بھی اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے میری بچی تمہیں مجھ سے شکایت ہے نہ؟ ٹھیک ہے میں نہیں دیتا تمہاری قربانی۔ میں ابھی گھر کے پاس جاتا ہوں اور ظفر کو اس کے حوالے کر دیتا ہوں۔ تاکہ اس کی لاش شام کو میرے گھر آئے۔ خون میں لت پت ہو کر۔"

کہتے ہوئے تیزی سے باہر نکل گئے تو ایک دم سے حریم اٹھی اور ان کے پیچھے دوڑنے لگی۔

"نہیں بابا سائیں نہیں۔۔۔ میں اداسائیں پر ایک خروچ بھی برداشت نہیں کر سکتی ہوں۔۔۔ میرے اداسائیں کو ان درندوں کے حوالے نہ کرنا۔۔۔ بابا سائیں رک جائیں۔ وہ لوگ مار دینگے میرے اداسائیں کو۔۔۔ بابا سائیں میں ونی میں جانے کے لیے تیار ہوں۔"

حریم نے کہا تو شاہنواز کے قدم تھم گئے۔
انہوں نے مڑ کر اپنی بیٹی کو دیکھا۔

حریم ایک بار پھر ہوش و خرد سے بیگانہ ہو کر گر پڑی۔
حویلی کی بیٹی، ڈاکٹر حریم نواز ونی میں جانے کے لیے تیار تھی۔

پچاسائیں۔۔۔ کہاں چھپا بیٹھا ہے ظفر؟ ڈھونڈ کر لائیں اسے۔ میں اپنی منگیتر ہرگز شاہ میر کے حوالے نہیں کروں گا۔"

ولید بپھرا ہوا شیر بنا ہوا تھا۔

"فیصلہ ہو چکا ہے ولید" شاہنواز نے کہا۔

"نہیں مانتا میں اس فیصلے کو۔ اتنا بے غیرت نہیں ہوں میں۔" ولید نے کہا۔

"بے غیرت تو میں بھی نہیں ہوں۔ اپنی بیٹی شامیر کے نکاح میں دے رہا ہوں بچ نہیں رہا۔ سردار ہے وہ اپنے علاقے کا۔"

شاہنواز نے کہا۔

"ونی میں دے رہے ہیں آپ اپنی بیٹی ونی میں۔۔۔ اپنے اکلوتے وارث کی جان بچانے کے لیے۔۔۔" ولید نے غصے سے کہا۔

"میں اس معاملے پر مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ آمنہ تم حریم کو تیار کرو۔۔۔ آج شام اس کا نکاح ہے شاہ میر سلطان کے ساتھ۔"

شاہنواز اپنی بیگم آمنہ نہ حکم صادر کرتی ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

"حریم شاہ نواز، کیا آپ کو شاہ میر سلطان اپنے نکاح میں قبول ہے؟" نکاح خواں کے الفاظ حریم کی سماعتوں سے ٹکرائے۔

"قبول ہے"

حریم اپنی آواز کسی کھائی میں سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"شاہ میر سلطان، کیا آپ کو حریم شاہ نواز اپنے نکاح میں قبول ہے؟"

شاہ میر سخت تاثرات لیے بیٹھا تھا جب پوچھا گیا۔

"قبول ہے۔"

شاہ میر کی آواز پردے کے پیچھے بیٹھی ہوئی حریم کو سنائی دی۔ اس کا دل پتے کی مانند لرزنے لگا۔

باریک سی جالی سے اب وہ اُس شخص کو دیکھ رہی تھی جو اس کا بخت تھا۔
اگلے ہی پل شاہ میر ایک جھٹکے سے اٹھا۔

"میرے پاس وقت نہیں۔ جلدی لڑکی میرے حوالے کر دو۔"

شاہ میر نے شاہنواز کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور آگے اپنی گاڑی کی طرف بڑھنے لگا۔

حویلی کی خواتین میں زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ جیسے ایک کھرام برپا ہو گیا ہو۔
آمنہ بیگم غش کھا کر گر پڑیں۔

شاہنواز نے اپنا اپنا سینہ تھام لیا جہاں انہیں درد شروع ہو چکا تھا۔

اندر بیٹھے ہوئے ولید نے ویلی کی چیزوں کی توڑ پھوڑ شروع کر دی تھی۔
شاہ میر نے گردن گھما کر یہ منظر دیکھا۔

اس کے دل کو عجیب سا سکون مل رہا تھا ان لوگوں کی بربادی دیکھ کر۔۔۔

"میں نے اپنے بھائی کی مردہ مردہ لاش اٹھائی ہے۔ اب تم لوگ اس زندہ لاش کو کا ندھا دو۔"

شاہ میر نے حریم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو کہ اب تک گھونگھٹ میں تھی۔

شاہ میر کی ویگواُس کے علاقے کی طرف رواں دواں تھی۔ وہ آگے بیٹھا ہوا تھا۔ پچیس سالہ مراد جو کہ شاہ میر کا سب سے خاص بندہ تھا۔ وہ گاڑی ڈرائیور کر رہا تھا۔ حریم پیچھے بیٹھی اپنا کوئی گناہ یاد کر رہی تھی جسکی سزا اُسے آج اس صورت میں ملی تھی۔ سرخ رنگ کے گھیر دار فراق میں دوپٹے کے پلو سے گھونگھٹ بنائے وہ بیٹھی شاہ میر کو دیکھ رہی تھی جس کا رخ آگے ونڈا سکرین پر تھا۔ شفون کے باریک دوپٹے سے وہ اُسے دیکھ سکتی تھی۔ حریم کے ساتھ شاہ میر کی ایک ملازمہ بیٹھی ہوئی تھی جو کہ خاص اسی لیے لائی گئی تھی۔ راستہ کافی لمبا تھا۔

اس سفر میں ان کو اب ڈیڑھ گھنٹہ بیت چکا تھا۔ آگے جانے اور کتنا سفر باقی تھا۔

تقریباً دو گھنٹے کے بعد گاڑی شاہ میر کے گاؤں کے حدود میں داخل ہوئی تو حریم نے دیکھا کہ گاؤں کے کچھ لوگوں نے اسلحہ ہاتھوں میں لیا ہوا ہے اور انہوں نے فائرنگ شروع کر دی شاید خوشی کے مارے۔

یہ رسم ہوا کرتی تھی۔ جب کوئی بدلہ لے کر واپس آتا تھا تو گاؤں کے لوگ خوشی سے فائرنگ کرتے تھے۔ لیکن بدلے کی وجہ سے نہیں بلکہ شاہ میر کے نکاح کی وجہ سے کی گئی تھی۔ گاؤں کے لوگ اس بات کو جیت سمجھ رہے تھے کہ سردار شاہ نواز کی بیٹی کو شاہ میر ونی میں لے کر آ رہا ہے۔

حویلی پہنچتے پہنچتے شام کے سائے ڈھل چکے تھے۔ اور رات نے اپنی چادر پھیلا لی تھی۔ حویلی پوری آب و تاب کے ساتھ روشن تھی۔ یہ ماڈرن طرز کی حویلی تھی۔ جس میں اسٹائش قسم کی لائٹس لگی ہوئی تھیں۔ کچھ سال پہلے ہی اس حویلی کو توڑ پھوڑ کر کے ماڈرن لک دیا گیا تھا۔

شاہ میر کو اس لڑکی میں کسی قسم کی کوئی دلچسپی نہیں تھی جس سے کچھ دیر پہلے اس کا نکاح ہوا تھا۔

اور حریم کی نظروں میں شاہ میر اسی وقت گر گیا تھا جب اس نے اسے ونی میں مانگا تھا۔ پیسے مانگتا تو شاید حریم اُس سے اتنی نفرت نہ کرتی۔

شاہ میر کی گاڑی کے بریک مارتے ہی اُس کے پیچھے والی تمام گاڑیوں نے بھی بریک مار دی تھی۔

حریم کی حالت غیر ہونے لگی۔ مگر اس نے خود کو مضبوط کیا ہوا تھا۔
شاہ میر ایک جھٹکے سے اُترا۔
"اسے اندر لے آؤ۔"

حریم کے ساتھ پیٹھی ہوئی سجدہ کو وہ ہدایت دیتا ہوا آگے بڑھا۔
سجدہ حریم لے وہاں کے آئی۔ وہ دونوں اندر داخل ہوئے۔
سامنے سلطانہ خاتون کھڑی تھیں۔

"لے آیا ہوں اماں ظفر کی بہن کو" شاہ میر نے سلطانہ خاتون سے کہا۔
یہ ونی والی پہی بھی اُنہی کے پڑھائی ہوئی تھی شاہ میر کو۔
سلطانہ خاتون آہستہ سے چلتی ہوئی حریم کے قریب آئی۔

شاہ میر نے وہاں موجود تمام گارڈز اور ملازموں کو اننگلی کے اشارے سے جانے کے کہا تو وہ سب کسی بوتل کے جن کی طرح وہاں سے غائب ہو گئے۔
اب وہاں صرف مراد، سجدہ ہی کھڑے تھے۔

مراد شاہ میر کا خاص تھا اور سجدہ سلطانہ خاتون کی۔۔۔

"شاہ میر" سلطانہ خاتون نے نظروں کے اشارے سے کچھ حکم صادر کیا تو شاہ میر سمجھ گیا کہ اب اُسے کیا کرنا ہے۔

حریم کسی مجرم کی طرح وہاں سر جھکے کھڑی تھی، جیسے کوئی بے جان مورتی ہو۔۔۔ تراشی ہوئی۔

شاہ میر آہستہ آہستہ سے چلتا ہوا اُس کے بلکل قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔
"مراد۔۔۔ ویڈیو بھرو۔"

شاہ میر نے اپنا موبائل مراد کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔
مراد نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کیمرا آن کیا۔

حریم سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ شاہ میر کیا کرنے والا ہے اُس کے ساتھ۔
حریم کی نظریں اب شاہ میر میں جو توں کی طرف تھیں جو نوریزی طرز کے سیاہ چمکدار تھے۔
شاہ میر نے اس کا گھونگھٹ پلٹا۔

اُس نے دیکھا۔۔۔۔ اور دیکھتا رہ گیا۔۔۔

چہرہ ایک پھول کی طرح شاداب ہے

چہرہ اس کا ہے یا کوئی مہتاب ہے

چہرہ جیسے کلی۔۔۔ چہرہ جیسے کنول

چہرہ جیسے تصور بھی تصویر بھی

چہرہ ایک خواب بھی چہرہ تعبیر بھی

چہرہ کوئی الف لیلوی داستاں

چہرہ اک پل یقین۔۔ چہرہ اک پل گماں

چہرہ جیسے کہ چہرہ کہیں بھی نہیں

ماہر و ماہر۔۔ مہ جبین مہ جبین۔۔

شاہ میر کے دل سے آواز آئی۔۔ وہ ایک پل کو اُس چہرے میں ایسے کھو گیا جیسے دنیا میں

اس چہرے کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔

اور اگلے ہی پر جنید کا خون میں لت پت چہرہ اُس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

اُس کی آنکھیں تیش سے سرخ ہو گئیں۔

دل کا گلا گھونٹ دیا۔۔ بد لے کی آگ جلانے لگی۔

اگلے ہی پل اُس کا ہاتھ اٹھا اور ایک زنا ٹے دار تھپڑ حریم کے گال پر اُس نے دے مارا۔

یہ تھپڑ اتنا شدید کھا کہ حریم اپنا توازن قائم نہ کر سکی اور لڑکھڑتی ہوئی ماربل کے فرش پر جا گری۔

حریم کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔

اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ شاہ میر نے اُسے تھپڑ مارا ہے۔ حالانکہ وہ اس سب کے لیے اپنا ذہن تیار کر کے آئی تھی۔

حریم نے نظر اٹھا کر شاہ میر کو حیرت اور دکھ سے دیکھا۔
مراد ویڈیو بند کر چکا تھا۔

مراد کا دل بھی جیسے دہل گیا اس منظر پر جیسے اُس نے ابھی کمرے کی آنکھ میں قید کیا تھا۔
حریم شاہ میر کو دیکھ ہی رہی تھی کہ شاہ میر نے اپنا ہاتھ جس سے اس نے حریم کو تھپڑ مارا تھا اُسے سامنے والی کھڑکی پر دے مارا اور کھڑکی ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئی۔
حریم نے دیکھا شاہ میر کی ہتھیلی سے اب خون رس رہا تھا۔

وہ اُسے حیران پر حیران کیے جا رہا تھا۔
(کیا اس شخص نے خد کو سزا دی ہے؟؟؟ اس تھپڑ کی جو اُس نے مجھے مارا؟ اور اپنا ہاتھ زخمی کر دیا؟)

حریم سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔
وہ فرش پر ہی بیٹھ گئی۔

"شاہ میر۔۔۔ یہ کیا کیا تم نے؟؟" سلطانہ خاتون فوراً آگے بڑھیں اور اُس کا خون آلودہ ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"سجدہ جلدی سے پیٹا لاؤ" سلطانہ خاتون کی حکم پر سجدہ فوراً بھاگتی ہوئی گی اور فرسٹ ایڈ کا سامان لے آئی۔

"تم سے ایسی بچکانہ حرکت کی توقع ہے کہ نہیں تھی مجھے شاہ میر۔" سلطان خاتون نے اس کے ہاتھ میں پیٹی باندھ دیتے ہوئے کہا۔

شاہ میر نے ایک نظر حریم پر ڈالی۔ جو پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُسے ایسے دیکھ رہی تھی جیسے کوئی بچہ کسی جن سے خوفزدہ ہو کر اُسے دیکھ رہا ہو۔

آ نکھیں دیکھیں تو میں دیکھتا رہ گیا

جام دونوں اور دونوں ہی دو آتشہ

آ نکھیں یا میکدے کے دو باب ہیں

آ نکھیں انکو کھوں یا کھوں خواب ہیں

آ نکھیں نیچی ہوئی تو حیا بن گئیں

آ نکھیں اونچی ہوئی تو دعا بن گئیں

آ نکھیں اٹھ کر جھکی تو دعا بن گئیں

آ نکھیں جھک کر اٹھی تو قضا بن گئیں

آ نکھیں جن میں ہے آسمان وزمین

زرگسی زرگسی۔۔ سر مئی سر مئی

زرگسی زرگسی۔۔ سر مئی سر مئی

شاہ میر کے دل سے پھر آواز آئی۔۔۔ حریم کو جھیل سی آنکھیں دیکھ کر۔
اُس نے پھر سر جھٹک دیا۔

وہ اب صوفے پر بیٹھ تھا اور سلطانہ خاتون اُس کے ہاتھ کو دیکھ رہی تھیں۔

مراد بھی حیران تھا۔ وہ اب حریم کو دیکھ رہا تھا۔ پھر شاہ میر کے خوف سے نظریں ہٹا لیں۔ اس کے دائیں کندھے پر رانفل لٹک رہی تھی۔ ہلکی داڑھی، سفید رنگ کا لباس۔۔۔
کاندھے پر سیاہ شال اوڑھے۔۔۔

حریم اُس کے ہاتھ میں موبائل کو دیکھنے لگی جس میں اُس نے ویڈیو بھری تھی۔

"مرادیہ ویڈیو شاہ نواز کے گھر کیسی کا نمبر دیکھ کر انہیں بھیجنا کل۔ آج کے لیے اس لڑکی کی رخصتی ہی کافی ہے۔" سلطانہ خاتون نے مراد سے کہا۔

(یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔ میرے گھر والے تڑپ جائیں گے۔) حریم کی حالت غیر ہو گئی ویڈیو کا سوچ کر۔

اماں میں تھک گیا ہوں۔ مجھے آرام کرنا ہے۔ "شاہ میر کہتا ہوا اٹھا اور ایک نظر پھر حریم پر ڈالی۔

"اور یہ لڑکی سائیں؟" سجدہ فوراً بولی۔

"مجھے نہیں پتہ اس کا۔۔۔ میری نظروں کے سامنے نہ آنے پائے یہ لڑکی آج کے بعد۔۔۔" شاہ میر کہتا ہوا اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگا۔

شاہ میر کے جانے کے بعد سلطانہ خاتون اٹھیں اور حریم کے قریب آئیں۔

"اگر تیرے بھائی میں ذرا سی بھی غیرت باقی ہے تو وہ تجھے آزاد کروانے ضرور آئیگا۔۔۔"

لیکن تب تو حویلی میں ایک ملازمہ کی حیثیت سے رہے گی۔ اور شاہ میر کی بیوی کے مقام کا تو سوچنا بھی مت۔۔۔ یہ تمہارے آج کے بچے پڑا ہے ہر پل تجھے تیری اوکات یاد دلانے گا۔ جس دن ظفر نے خد کو شاہ میر کے حوالے کر دیا۔۔۔ اُس دن تو آزاد ہو جائے گی۔"

سلطانہ خاتون نے کہا اور کھڑی ہو گئیں۔

"ساجدہ اسے اپنے کمرے میں لے جاؤ" سلطانہ خاتون نے کہا اور وہاں سے چلی گئیں۔

اب وہاں صرف حریم، سجدہ اور مراد موجود تھے۔

ساجدہ نے حریم کو بازو سے پکڑا۔

"چل اٹھ۔" ساجدہ انتہائی ہتک آمیز لہجے میں بولی۔

"آرام سے ساجدہ۔۔۔ شاہ میر کی بیوی ہیں یہ۔ مت بھول نکاح ہوا ہے ان کہ شاہ میر

سے۔" مراد سے یہ سلوک نجانے کیوں برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

"تمہیں بڑا ترس آ رہا ہے اس پر۔" ساجدہ نے منہ بنا کر مراد سے کہا۔
مراد نے ایک نظر حریم پر ڈالی اور وہاں سے چلا گیا۔

شاہ نواز کی حویلی میں رات کے اس پہر موت کہ سا سناتا تھا۔ ہر فرد پہلو بدل رہا تھا مگر نیند کسی کو بھی نہیں آرہی تھی۔

"یا اللہ میری بچی کی حفاظت کرنا۔" آمنہ بیگم سجدہ ریز تھیں۔
"سو جاؤ آمنہ،" شاہ نواز نے اپنی بیگم سے کہا۔
"آپ سو سکتے ہیں؟" آمنہ بیگم بولیں۔

"ایک نہ ایک دن تو اسے اس گھر سے رخصت ہونے ہی تھا۔" شاہ نواز بلوچ نے چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس طرح سے؟؟؟ اسے آپ رخصتی کہتے ہیں؟ کوئی جنازہ بھی ایسے نہیں جاتا۔۔۔ جیسے میری بیٹی گئی ہے۔ مردے کو بھی اُمید ہوتی ہے کہ خدا اُس کے ساتھ خیر کا معاملہ کرے گا۔۔۔ مگر میری بیٹی تو درندے کے پاس گئی ہے۔" آمنہ بیگم نے کہا۔
"شاہ میر درندا نہیں ہے۔" شاہ نواز نے کہا۔

"آپ دے لیں خد کو دلا سے۔۔۔ جیتنا دینا ہے۔ سچ یہی ہے کہ میری بچی۔۔۔" آمنہ بیگم رونے لگیں۔

نیند تو سولی پر بھی آ جاتی ہے۔۔۔ سو اس حویلی کے لیکنوں کو بھی آ گئی تھی۔

ولید اپنی رائفل صاف کر رہا تھا۔ وہ پھرا ہوا شیر بنا بیٹھا تھا۔

"شاہ میر مرے گا میرے ہاتھوں۔۔۔ سمجھتا کیا ہے کہ میری منگ لے جائیگا اور میں تماشہ دیکھتا رہوں گا؟" ولید نے کہا۔

"آرام سے ولید آرام سے۔۔۔ ظفر والی غلطی نہ کرنا۔" ریان نے سمجھایا۔ وہ دونوں حویلی کی چھت اور بیٹھے ہوئے تھے۔

"سمجھ انہی آتا کہ ظفر کو زمین کھا گئی یا آسمان نکل گیا۔۔۔" ولید بولا۔

"مجھے تو لگتا ہے شاہ نواز چچا نے اسے خود روپوش کر دیا ہے۔ سب ڈراما ہے کہ ظفر بھاگ گیا۔" ریان نے کہا۔

"مجھے بھی ایسا ہی لگ رہا ہے۔" ولید نے رائفل لوڈ کرتے ہوئے کہا۔

حریم بوجھل قدموں سمیت ساجدہ کے کمرے میں آئی جو کہ حویلی کے پچھلی طرف تھا۔ وہاں دو چار پائیاں رکھی ہوئی تھیں۔

"یہ تمہارا بستر ہے۔" ساجدہ نے ایک لحاف چارپائی پر بچھاتے ہوئے کہا۔
حریم وہاں لیٹ گئی۔

"پہلے تو مجھے لگا شاہ میر گیا کام سے۔۔۔ جب اس نے تمہارا گھونگھٹ پلٹا تب۔۔۔ پھر ضرور بھائی کی یاد آگئی ہوگی۔" ساجدہ نے اپنی چارپائی اور لیٹتے ہوئے کہا۔

"ویسے ایک بات بتاؤں۔۔۔ یہ کی سلطانہ بیگم ہیں نا۔۔۔ یہ شاہ میر کی سگی ماں نہیں ہیں۔ شاہ میر کی ماں تو اُسے جنم دیتے ہی زچگی کے درد میں مر گئی تھیں۔ پھر سال بعد سلطان میر نے سلطانہ خاتون سے نکاح کیا۔

اُن کا نام تو شگفتہ ہے۔۔۔ لیکن سلطان میر کی وجہ سے اُن کا نام سلطانہ رکھا گیا یہاں آکر۔" ساجدہ بتانے لگی۔ وہ باتوں کی بے حد شوقین تھی۔۔۔ اور نئے انکشافات کرنے کی بھی۔ تو وہ اپنا شوق پورا کر رہی تھی۔

حریم اپنے ماتھے اور اپنا بازو رکھے کسی غیر مرنی نکتے کو تکے جا رہی تھی۔ پتا نہیں وہ ساجدہ کو سن بھی رہی تھی یا نہیں۔۔۔

"جنید سائیں نہ سلطانہ خاتون کے بیٹے تھے۔ یعنی شاہ میر سائیں کے سوتیلے بھائی۔۔۔ لیکن پیار سگوں سے بھی بڑھ کر تھا دونوں میں۔" ساجدہ نے بتایا۔

"شاہ میر سائیں تو سلطانہ خاتون کے حکم کے تابع ہیں۔ جیسا وہ کہتی ہیں وہ ویسا ہی کرتے ہیں۔۔۔ تمہیں خون بہا میں مانگنے کا حکم بھی سلطانہ خاتون نے ہے دیا تھا شاہ میر سائیں کو" ساجدہ نے کہا۔

ساجدہ بولے جارہی تھی کہ اچانک حریم کو دیکھا تو وہ سوچکی تھی۔

"بیچاری"۔ ساجدہ نے کہا اور لائٹ آف کر دی۔

وہ پہلو بدل بدل کر تھک گیا تھا۔

اُسے ہاتھ میں درد ہو رہا تھا۔ اُس نے پین کمر لیا اور پھر سے لیٹ گیا۔

بار بار آنکھوں کے سامنے حریم کا چہرہ آجاتا۔

اب وہ اپنے پیٹی شدہ ہتھیلی کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

ریاست کیلیفورنیا کے شہر لاس اینجلس کے ایک نانٹ کلب میں بیٹھا وہ شراب کے گھونٹ پیتا ہوا بظاہر تو وہ سامنے منظر کو دیکھ رہا تھا لیکن حقیقت میں اس کی آنکھیں کسی غیر مرئی نکتے کی طرف مرکوز تھیں۔

سامنے رنگ و بو کا ایک سیلاب سا تھا۔

حسینا نہیں تھیں جو محور قص تھیں۔ مگر اُسے نا حسیناؤں میں اس وقت کوئی دلچسپی محسوس ہو رہی تھی اور نہ ہی تو ان رنگ و بو میں۔۔۔ وہ تو محض وقت گزاری کے لیے روزانہ رات یہاں آ جایا کرتا تھا۔ پچھلے آٹھ مہینوں سے اس کا یہی معمول تھا۔ اس کے سامنے بیٹھا ہوا رشید جو کہ اس کا ملازم بھی تھا اور باڈی گارڈ بھی اس کی ہر حرکات و سکنات پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھا۔

دن کو اسی کہیں جانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ صبح سویرے وہ پارک میں واک پر جاتا تھا اور اس کے بعد تمام دوپہر سویا رہتا تھا۔ شام کو وہ اس کلب میں آ جاتا اور رات گئے تک یہاں ہی رہتا۔ یقیناً اس روٹین سے بے حد اکتا چکا تھا۔ مگر یہ اس کے بابا سائیں کا حکم تھا کہ سے اسی شہر میں رہنا ہے۔ اور روپوش ہو کر رہنا ہے۔

بلو کمر کی جینس پر بلیک کمر کی شرٹ اور اس کے اوپر لیڈر کی جیکٹ پہنے ہوئے وہ کرسی سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ وقفے وقفے سے شراب کے گھونٹ پی رہا تھا۔

ان آٹھ مہینوں میں اسے سب سے زیادہ نفرت رشید سے ہو گئی تھی۔ جو ہمہ وقت کسی سائے کی طرح اس کے پیچھے تھا۔

وہ اچانک اٹھا تو رشید بھی ایک دم اس کے پیچھے ہولیا۔

"واش روم جا رہا ہوں۔۔۔ کم از کم وہاں تو پیچھا چھوڑ دو۔" اس نے بیزاری سے کہا۔ رشید واش روم کے دروازے کے باہر ہی کھڑا ہو گیا۔ اس کی جیب میں پسٹل تھا جس کی کسی کو خبر نہیں تھی سوائے ظفر شاہ نواز کے۔

وہ پھر سے اپنی نشست پر بیٹھ گیا جہاں پہلے بیٹھا ہوا تھا۔ رشید پھر سے اس کے ساتھ آکر بیٹھ گیا۔

اتنے میں رشید کا موبائل بچا۔

"سائیں کالنگ"

نمبر دیکھ کر رشید ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا۔ اور کلب کے باہر آ گیا۔

"حکم سائیں۔" رشید نے کال اینڈ کی اور فوراً بولا۔

"ظفر کو جرگے کے فیصلے کے بارے میں کچھ معلومات تو نہیں ہوانہ؟" آگے سے سے شاہنواز نے پریشانی سے پوچھا۔

"نہیں سائیں ابھی تک تو کچھ معلوم نہیں ہوا۔" رشید نے رازدارانہ انداز میں کہا۔

"رشید اسے کچھ پتہ نہیں چلنا چاہیے۔ اگر اسے پتہ چلا کہ شاہ میر اس کی بہن لے گیا ہے خون بہا میں تو وہ یا تو خود کو شاہ میر کے آگے پیش کر کے حریم کو آزاد کروادے گا۔ یا پھر شاہ میر کو ہی قتل کر دے گا۔ میری بات سمجھ رہے ہونا تم؟"

شاہنواز نے کہا۔

"جی سائیں سمجھ رہا ہوں۔۔۔ اگر چھوٹے سائیں کو یہ بات بتا چلی تو وہ دنیا کو آگ لگا دیں گے۔" رشید بھی پریشان تھا۔

"میرے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ پیسے وہ لینے کو تیار نہیں تھا۔ میں نے جو بھی کیا اس کی جان بچانے کے لیے کیا۔"

شاہنواز نے کہا۔

"لیکن سائیں اب تو ظفر سائیں آزاد ہیں نا؟" رشید نے شیشے کے پار بیٹھے ہوئے ظفر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اصل میں فکر تو اسے اپنی آزادی کی تھی۔ ظفر کی وجہ سے وہ خود آٹھ مہینے سے یہاں رہ رہا تھا۔

"میں ابھی کچھ کہہ نہیں سکتا۔ بظاہر تو خون بہا لے چکا ہے شاہ میر۔ لیکن اگر ظفر آزاد ہو گیا تو اس کو مار بھی سکتا ہے طیش میں آکر۔ مجھے حالات بہتر ہونے تک صبر کرنا ہوگا۔ بس تم ظفر پر کڑی نظر رکھو۔ اس کا فیس بک اکاؤنٹ سے ڈیلیٹ ہے نا؟ اسے سمجھاؤ کہ اگر اس

نے لوگن کیا تو آسانی سے اس کی لوکیشن پتہ چل سکتی ہے۔ تم نہیں جانتے شاہ میر کو میں جانتا ہوں۔ "شاہنواز نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں سائین چھوٹے سائین کو اپنی جان پیاری ہے۔۔۔" رشید نے کہا۔

"مگر اسے اپنی جان سے بھی زیادہ حریم پیاری ہے تم جانتے ہو۔" شاہنواز نے کہا۔

"جی سائین اسی بات کا تو مجھے بھی خوف ہے۔" رشید نے جواب دیا۔

"میں کوئی نہ کوئی حل نکال لوں گا۔ فلحال مجھے جو بہتر لگائیں نے وہی کیا۔" شاہنواز نے کہہ کر کال کاٹ دی۔

ظفر شیشے کے پار سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا سوالیہ نظروں سے۔

"کس سے بات کر رہے تھے؟" رشید اندر آیا تو اس نے پوچھا۔

"بڑے سائین کا فون تھا۔ پوچھ رہے تھے آپ نے فیس بک پر لاگ ان تو نہیں کیا۔ کہہ

رہے تھے اس سے دشمنوں کو آپ کی لوکیشن کا پتہ چل سکتی ہے۔"

رشید نے پھر سے تصدیق چاہی۔

"تم فکر مت کرو رشید۔۔۔ سب جانتا ہوں میں۔۔۔ ناپولیس کے ہاتھ لگوں گا اتنی آسانی

سے اور نہ شاہ میر کے۔ ظفر شاہ نواز نام ہے میرا۔۔۔"

ظفر نے مشروب ختم کر کے گلاس میز پر پھٹتے ہوئے کہا۔

صبح سویرے اس کی آنکھ عجیب سی چیز سے کھلی۔

اگلے ہی پل اسے محسوس ہوا کہ اس کے منہ پر ٹھنڈا پانی کسی نے انڈیل دیا ہے اسے جگانے کے لئے۔

"تیرے باپ کی حویلی نہیں ہے یہ جو دن چڑھے تک سوتی رہی توں۔ چل اٹھ اور کام پر لگ جا۔"

سلطان خاتون اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی رہی تھیں۔

اس نے دوپٹے کے پلو سے اپنے چہرے سے پانی صاف کیا اور اٹھ بیٹھی۔

وہ ایسے سوئی تھی کہاں سے ہوشی نہیں رہا کہ رات کیا ہوا تھا۔ لیکن اب پھر سے اسے سب یاد آ گیا تھا۔

اپنے گھر میں تو وہ سوتی تھی تو اس کی کمرے کے آگے کسی کو بیٹی کہنے کی بھی اجازت نہیں تھی کہ کہیں اس کی نیند خراب نہ ہو۔

"سردار بی بی آپ کیوں تشریف لائیں ہیں یہاں میں خود اسی جگا لیتی۔" ساجدہ نے پریشان ہو کر کہا۔ کیونکہ سلطانہ شاذونادر ہی اس کے کمرے میں آتی تھیں۔ جب کوئی بہت رازداری کی بات ہو اور حویلی کے اندر نہ کی جاسکے تب۔

"اسی تکلیف میں دیکھ کر مجھے سکون ملا کل، اسی سکون کی تلاش میں آئی ہوں۔" سلطانہ بیگم نے حریم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلی گئیں۔

حریم کھڑی ہو گئی اور اپنے سوٹ کیس کی تلاش میں نظریں دوڑائیں جو اُسے اسی کمرے کے ایک کونے میں پڑا ہوا ملا۔ وہ شاید ساجدہ نے رکھوایا تھا رات اُس کے سونے کے بعد۔ اُس نے کھولا اور ایک سوٹ نکالا۔

اُس کے پاس برانڈڈ کپڑے تھے۔ اسٹائش سے۔ اُس نے ایک سوٹ نکالا جو کہ سب سے سادہ تھا۔

"واشر روم کہاں ہے؟" اُس نے ساجدہ سے پوچھا تو اس نے اشارے سے بتایا۔ وہ واشر روم گئی تو دیکھا وہاں ایک چھوٹا سا نل تھا جس کے نیچے ایک بالٹی رکھی ہوئی تھی جس میں ایک منزل واٹر کی کاٹی ہوئی بوتل تیر رہی تھی۔ ہمارے کا یہی سامان تھا یہاں۔ حریم کی آنکھ بھر آئی۔ خیر وہ جلدی نہا کر نکلی۔ اور سوالیہ نظروں سے ساجدہ کی طرف دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو کہ کیا کام کرنا ہے۔۔۔

"چل کچن میں" ساجدہ اُسے ہاتھ پکڑتے ہوئے لے گئی۔ حریم اس کے ساتھ کھینچتی چلی گئی۔ "یہ آٹا گوندھ اور پراٹھے بنانا شروع کر۔" ساجدہ نے حکم صادر کیا۔ اب وہ سامنے پڑے آٹے کو دیکھ رہی تھی۔

"مجھے آٹا گوندھنا نہیں آتا۔" تھوڑی دیر سوچنے کے بعد وہ بولی۔

آٹا تو اسے ملازمہ گوندھ کر دیتی تھی۔ وہ پراٹھے پکانا جانتی تھی۔ کیوں کے اسے کوکنگ کا بیج شوق تھا۔ اُس نے کوکنگ کو رس بھی کے رکھا تھا۔۔۔ شاید اس دن کے لیے۔۔۔

"پراٹھا پکانا تو آتا ہے نہ؟" ساجدہ نے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"چل میری طرف دیکھ میں کیسے گوندھتی ہوں۔ پھر سیکھ لے۔" ساجدہ نے اسے آٹا گوندھ کر دیا۔

"لے اب پکا اس آٹے کے پراٹھے۔" ساجدہ نے گوندھے ہوئے آٹے کا پہاڑ اُس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ وہ دیکھنے لگی۔

"جلدی کرو۔ سائیں شاہ میر کو سویرے بھوک لگتی ہے" ساجدہ نے کہا۔

ساجدہ کچن کا کام کم ہی کرتی تھی۔ باقی ملازمہ حریم کو دیکھ رہی تھیں۔

ساجدہ چلی گئی۔

حریم نے پراٹھے بنائے شروع کیے۔

اُسے یاد آیا وہ جب بھی چھٹیوں میں حویلی آتی تھی تو ظفر کے لیے اپنے ہاتھ سے ناشتہ تیار کرتی تھی۔ ظفر اُس کے ہاتھ کے پر اٹھ کھانے کے بعد اُس کی تعریفوں میں زمین آسمان ایک کر دیتا تھا۔

اُس کی آنکھ بھر آئی۔

"ارے نوری، شاہ میر سائیں جاگ گئے ہیں۔۔ چائے پر اٹھا مانگ رہے ہیں۔" اچانک سے ایک لڑکی بھاگتی ہوئی آئی اور نوری سے کہا جوڑے سجا رہی تھی شاہ میر کے لیے ہی۔ "لارہی ہوں۔" نوری ایک دم پر اٹھا لینے بڑھی تو اُس کا پاؤں مڑ گیا۔ "اللہ جی" نوری کی آہ نکلی۔ وہ زمین پر ہی بیٹھ گئی۔

باہر سے پھر نوری نوری کی پُکار سنائی دی۔

"سنو لڑکی۔ یہ ناشتہ شاہ میر سائیں کے کمرے میں دے آؤ۔ ایک منٹ صبر نہیں کرتے وہ۔" نوری نے اپنا پاؤں مسلتے ہوئے کہا۔

اور یہی تو حریم چاہتی تھی، شاہ میر کے کمرے تک رسائی۔۔ اُس نے فوراً اٹھایا اور آگے بڑھی۔

سامنے ایک لمبائی راہداری تھی۔ ایک قطار تھی کھڑکیوں کی۔ اب شاہ میر کا کمرہ کونسا تھا اُسے نہیں معلوم۔

ایک لڑکا وہاں سے گزرا تو اُس نے پوچھا

"سنیں شاہ میر سائیں کا کمرہ کہاں ہے؟"

اُس لڑکے نے سر تا پا پہلے اُس کا جائزہ لیا پھر ایک طرف اشارہ کر کے بولا۔

"ادھر سامنے سے بائیں مڑ جانا۔ پہلا کمرہ اُنکا ہوگا۔" لڑکے نے بتایا۔

وہ آگے بڑھی سامنے لاؤنچ تھا۔ اُسے یاد آیا یہاں ہی تو کل اُسے پہلا تھپڑ پڑا تھا۔ پھر اسے

یاد آیا کہ کونسے کمرے میں شاہ میر گیا تھا رات۔

اُس نے دروازے پر دستک دی۔

"آ جاؤ۔" آگے سے آواز آئی۔

حریم اندر آئی تو دیکھا وہ سر جھکائے موبائل میں کچھ دیکھ رہا ہے۔ حریم نے چند سیکنڈ میں

کمرے کا جائزہ لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ سر اٹھاتا حریم جانے لگی۔

"سنو۔" موبائل سے سر اٹھائے بغیر ہی وہ بولا تو حریم کا دل ڈوب گیا۔

اُس کے قدم منجمد ہو گئے۔

"فرسٹ ایڈ باکس لا کر میری پٹی چلیج کرو" وہ یقیناً اُسے نوری سمجھ رہا تھا۔

وہ فوراً باہر آئی۔

"شاہ میر تمہیں بلارہا ہے" اُس نے واپس آ کر نوری سے کہا۔

"یہ کیسے بات کر رہی ہو تم چھوٹے سائیں کے بارے میں؟ بلارہا ہے۔۔۔ شاہ میر۔۔۔
بولو شاہ میر سائیں بلارہے ہیں۔" نوری نے کہا۔

حریم کچھ نہ بولی۔

نوری اب لڑکھڑاتی ہوئی اٹھی اور شاہ میر کے پاس آئی۔

"سائیں آپ نے بلایا؟" نوری نے کہا۔

"میں نے؟؟؟ میں نے تم سے کہا فرسٹ ایڈ باکس لا کر میری پٹی چیلنج کرو سنا نہیں کیا؟" شاہ
میر نے سر اٹھا کر دیکھا اور بولا۔

"میں تو نہیں آئی تھی سائیں۔ میرے پاؤں میں موج آگئی تھی۔ وہ آپکی۔۔۔ مطلب وہ

ہے نہ سائیں ونی وہ لائی تھی ناشتہ۔ اُس نے کہا کہ آپ نے بلایا مجھے۔"

نوری نے کہا۔

"وہ؟؟؟ وہ کیوں آئی تھی یہاں؟" شاہ میر کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"بتایا تو ہے سائیں میرے پاؤں میں موج۔۔۔" نوری نے کہا۔

"اچھا اچھا اب دماغ نہ کھاؤ میرا۔ ہو کہا ہے وہ کرو۔" شاہ میر نے کہا۔

وہ اب ناشتہ کو دیکھ رہا تھا۔

وہ پراٹھے پکا پکا کر تھک گئی تھی۔

مزید اُس میں جان نہیں رہی تھی کھڑا ہونے کی۔

"سنو میں تھک گئی ہوں باقی کے تم پکا دو۔" اُس نے نوری سے کہا۔

"دیکھ نہیں رہی میرے پاؤں میں موج آئی ہے۔" نوری نے کہا۔

"میں بھی تھک گئی ہوں۔ مجھے عادت نہیں کام کی۔ آہستہ آہستہ عادت ہو جائے گی۔ میں بھی انسان ہوں کچھ تو خدا کا خوف کریں آپ سب۔" حریم نے بے بسی سے کہا تو نوری کو ترس آ گیا۔

"چل ہٹ" نوری نے اُس سے کہا تو وہ سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔

(نجانے کیا حال ہوگا میرے گھر والوں کا۔) حریم کو فکر تھی تو بس یہی۔

تھوڑی پشت سہلانے کے بعد اُسے آرام ملا۔ ورنہ کھڑے کھڑے پیروں کی جان نکل گئی تھی۔ وہ ایک صحت مند لڑکی تھی۔ جم بھی جاتی تھی۔ خوش خوراک تھی۔ مگر سچ یہ ہے کہ کام انسان کو کمزور نہیں کرتا جتنا دکھ انسان کو ختم کرتا ہے۔

"سنو لڑکی، سلطانہ خاتون کہہ رہی ہیں پونچھا لگاؤ۔ بہت دھول جمع ہوگی ہے۔"

ساجدہ نے آکر نیا حکم صادر کیا اور ایک ٹاول اس کی طرف اچھا لاجو کے شاید پونچھے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔

"میں تھک گئی ہوں۔" حریم نے کہا۔

"اٹھ جاؤ اس سے پہلے کے سلطانہ خاتون تمہیں بالوں سے گھسیٹی ہوئی لے جائیں۔" ساجدہ نے دھمکی دی تو وہ اٹھی۔

پونچھا بھگو کر اُس نے لاؤنج سے شروع کیا۔ اُس نے سی گرین سوٹ کے اوپر سیاہ شال اوڑھ رکھی تھی۔ اپنا سر ڈھانپ لیا تھا۔

"مراد تم نے رات والی ویڈیو بھیجی شاہ نواز کے گھر؟" حریم کو دیکھ کر جان بوجھ کر سلطانہ خاتون نے کہا۔

اور حریم کی توجان ہی نکل گئی۔

(نہیں نہیں۔۔۔ میری ماں مرجائیگی دیکھ کر) اُس کی آنکھیں نم ہوئیں۔ مراد نے اُس کی طرف دیکھا پھر بولا۔

"نہیں سردار بی بی، محرم کی وجہ سے آج سارا دن نیٹ کے سگنل بند رہیں گے ملک کے دیہاتوں اور شہروں میں۔ ایسے موقعوں پر دہشت گرد کے واقعات ہوتے ہیں نا اس لیے۔ کل بھیج دو ننگا۔ اور ویڈیو شاہ میر کے موبائل میں ہے میرے پاس نہیں" مراد نے کہا تو حریم کی جان میں جان آئی۔

اب اُسے صبح سے پہلے پہل وہ ویڈیو شاہ میر کے موبائل سے کسی طرح ڈیلیٹ کرنی تھی۔

سارا دن کام کر کر کے اُس کی جان ہلکان ہو گئی تھی۔ دکھ اور پریشانی میں تو ویسے بھی انسان سے کوئی کام نہیں ہو پاتا۔

(اداسائیں، کاش آپ یہ سب نہ کرتے۔ کاش آپ صبر سے کام لیتے۔ تو آج ہم ساتھ ہوتے۔) حریم اندھیرے کمرے میں آنسو بہا رہی تھی۔

وہ ساجدہ کے سونے کا انتظار کر رہی تھی۔ جب اُسے لگا کہ وہ سو گئی ہے تو اس نے ساجدہ کے سر ہانے پڑا ہوا ایک چھوٹا سا ٹارچ اٹھایا اور شال صحیح سے لپیٹ کر دبے پاؤں باہر آئی۔

رات کا ایک بج رہا تھا اور حویلی میں ہو کا عالم تھا۔

وہ کچن کے ذریعے اندر داخل ہوئی۔ سامنے وہی راہ داری تھی۔ اسے عبور کر کے لاؤنج تک آئی۔ یاد کرنے لگی کہ شاہ میر کا کمرہ کونسا تھا۔ اُسے یاد آ گیا۔

اُس نے دل سے دعا کی کہ کمرہ لاک نہ ہو۔ اور یہ شاید قبولیت کی گھڑی تھی۔ اُس نے ہینڈل گھمایا تو دروازہ کھل گیا۔

وہ اندر داخل ہوئی اور دروازہ بند کیا۔

شاہ میر کے ہلکے خراٹوں کی آواز سن کر اُسے اطمینان ہوا کہ وہ گھبرائی نیند سو رہا ہے۔

بیڈ سائڈ پر پڑا اُس کا موبائل اٹھایا۔ تو اُس میں فنگر پرنٹ کا لاک لگا ہوا تھا۔

یہ اس کے لیے آسان تھا۔ اگر کوڈ لگا ہوتا تو وہ نہیں کھول پاتی۔

اُس نے ٹارچ ایک طرف رکھی اور شاہ میر کا ہاتھ دیکھنے لگی۔ دائیں ہتھیلی پر ابھی بھی پیٹی

بندھی ہوئی تھی۔ حریم کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ اُسے پڑنے والا پہلا اور آخری تھپڑ تھا۔

اُس نے موبائل شاہ میر کے ہاتھ کے قریب کیا اور آرام سے انگوٹھے کی طرف لے گئی۔

اگلے ہی پل شاہ میر نے کروٹ لی اور حریم کا ہاتھ شاہ میر کے دونوں ہاتھوں کے بیچ دب کر رہ گیا۔

(اوہ۔۔۔ نو۔۔۔) اُس نے پریشانی سے کہا۔

اب اگر ہاتھ کھینچ لیتی تو شاہ میر جاگ جاتا۔۔۔ وہ بے بسی سے وہاں ہی بیڈ کے قریب

فرش پر بیٹھ گئی۔

اب وہ شاہ میر کے دوبارہ کروٹ لینے کے انتظار میں تھی۔۔۔

حریم کو اب وہاں بیٹھے ہوئے پندرہ منٹ ہو چکے تھے۔ اُس کا ہاتھ ابھی تک شاہ میر کے

ہاتھوں تلے تھا۔ اب وہ ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی بیٹھی تھک چکی تھی، نیند سے آنکھیں

الگ بوجھل تھی۔ سارے دن کی تھکاوٹ، اتنا کام اُس کی سات پشتوں میں کیسی نے نہیں کیا ہوگا جیتنا آج ایک دن میں اُس نے کیا تھا۔

تھکاوٹ کی وجہ سے نیند کا شدید غلبہ تھا۔

اور اُسے پتہ ہی نہیں چلا نیند اُس پر مہربان ہو گئی۔ وہ اپنا سر بیڈ کے کونے سے لگائے سو گئی۔

تھوڑی دیر بعد شاہ میر کروٹ لینے کے لیے جاگا تو اُسے کچھ محسوس ہوا۔ پہلے تو وہ سمجھ نہیں آیا کہ کیا ہے پھر اس نے سامنے سوئی ہوئی حریم کو دیکھا تو چونک گیا۔

وہ ٹارچ جو حریم نے رکھی تھی اس کی روشنی سے شاہ میر اُسے آسانی سے دیکھ سکتا تھا۔ اُس کی حیرت کی انتہا نہیں تھی اس وقت۔

اُس نے دیکھا لمبی گھنی مڑی ہوئی پلکیں، وہ کھوسا گیا۔ پھر اگلے ہی پل ہوش میں آیا اور اُسے جھنجھوڑ کر جگا یا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو میرے کمرے میں؟" وہ دھاڑا تو حریم ہڑبڑا کر اٹھ گئی۔ ذرا سی آنکھ لگ گئی تھی اُس کی بس۔

وہ ایک دم کھڑی ہوئی تو شاہ میر کا موبائل اُس کے ہاتھ سے گر گیا۔

شاہ میر اپنا موبائل اُس کے ہاتھ میں دیکھ کر حیران ہوا۔ وہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"چوری کرنے آئی ہو تم میرے کمرے میں؟" شاہ میر بھی کھڑا ہو گیا۔
حریم کو سمجھ نہیں آیا کہ کیا جواب دے۔

"بتاؤ میرا موبائل چرانے آئی تھیں؟" شاہ میر نے غصے سے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں لعنت بھیجتی ہوں تم پر اور تمہاری ہر چیز پر۔" حریم کو غصہ آ گیا۔

"تم مجھے جان سے مارنے آئی تھیں؟ ہیں نہ؟ اسی مقصد کے لیے شاہ نواز نے تمہیں ونی میں دے کر میرے پاس بھیجا ہے نہ؟ تاکہ مجھے مار کر تم ہر بابا اپنے بیٹے کو اور تمہیں آزاد کروا سکے؟"

شاہ میر نے اس کے شانے جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا تو حریم نے ایک دم سے اُس کے ہاتھ جھٹک لیے۔

"تمہاری طرح تمہاری سوچ بھی گری ہوئی ہے۔" حریم نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"میری سوچ گری ہوئی ہے؟ میری سوچ؟ قاتل تمہارا خاندان ہے۔ اور تم کہہ رہی ہوں کہ میری سوچ گری ہوئی ہے؟" شاہ میر کو غصہ آ گیا۔

"جو بھی ہے میرے بھائی میں ایک مرد کو مار کر مردانگی دکھائی ہے۔ تمہاری طرح کسی عورت کو سزا نہیں دی۔ بھری پنچایت ہے تم نے مجھے مانگا۔ اس کی جگہ اگر تم میرے بھائی کو قتل کر دے تو شاید میری نظروں میں اتنا نہ کر دے جتنا میری بولی لگانے پر گرے ہو۔ تب میں سوچتی کے ہاں ٹھیک ہے اس شخص نے اپنے بھائی کے خون کے بدلے میرے بھائی کا خون کر کے صرف حساب برابر کیا ہے۔ جب ادا سائیں تمہارے ہاتھ نہیں لگے تو تم نے مجھے مانگ لیا۔ تاکہ ایک بے قصور اور مظلوم سے بدلہ لے سکوں۔"

حریم بھی حرم تھی۔

ایک سردار کی بیٹی۔۔۔ نازوں سے پلی ہوئی۔۔۔ ایک ڈاکٹر۔۔۔ ایک پڑھی لکھی باشعور لڑکی۔۔۔ کیسی چہرہ سکتی تھیں اتنی جہالت دیکھ کر۔

حریم کی بات سن کر شاہ میر کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ آگئی۔

"پھر تمہیں سب سے زیادہ نفرت اپنے باپ اور بھائی سے ہونی چاہیے۔ تمہاری نظروں میں گرنے کے حقدار مجھ سے پہلے وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمہیں وفی میں دے دیا۔ میں تو غیر تھا میں نے تمہاری بولی لگائی۔ وہ تو تمہارے اپنے تھے۔ تمہارے باپ نے اپنا بیٹا بچانے کے لیے تمہیں قربان کیا ہے۔"

آخری جملہ بہت جتانے والے انداز میں شاہ میر نے کہا۔

حریم ایک پل کو لاجواب ہو گئی۔

"اگر کوئی مجھ سے میری بہن مانگتا۔ قسم خدا کی اپنی گردن کٹا دیتا۔۔ اپنے بات کو پیش کرتا۔۔ اپنے بھائی کو قربان کرتا۔۔ اپنے چچا کا بیٹا آگے کر دیتا۔۔ لیکن اپنی بہن نہ دیتا۔۔ تف ہے تمہارے گھر کے مردوں پر جنہوں نے اپنی بیٹی دے دی۔۔۔ میں نے یہاں لا کر کونسا تمہیں ہاتھ لگایا ہے؟ جو تمہاری عورت ہونے کا مجھے کوئی فائدہ ہو۔ میں نے تو پہلے ہی دن کہہ دیا تھا کہ تمہاری شکل مجھے نظر نہیں آنے چاہیے۔ بے غیرت میں نہیں ہوں بی بی۔۔۔ بے غیرت ہوتا تو اب تک اس جائز رشتے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تمہارے ساتھ زبردستی کر چکا ہوتا۔۔۔ بے غیرتوں تمہارے گھر کے مرد ہیں۔۔۔ جنہوں نے تمہیں مجھے پیش کیا۔"

شاہ میر نے اپنی شہادت کی انگلی اس کی طرف پوک کرتے ہوئے کہا۔

حریم میں کچھ بولنے کے لئے لب کھولے مگر سمجھ نہیں آیا کہ کیا بولے۔

"اسی طرح بتاؤ کہ میرے کمرے میں تم کیوں آئی تھیں؟ اور میرے موبائل کے ساتھ کیا کرنا چاہ رہی تھی؟ ورنہ وہ تھپڑ تمہیں یاد ہوگا۔"

شاہ میر نے کہا۔

"میں تمہارے آگے جوابدہ نہیں ہوں۔" حریم نے فوراً کہا۔

"تو کہ ناواقفِ آداب غلامی ہے ابھی۔۔۔" شاہ میر نے افسوس سے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ہے اس بات کا؟" حریم نے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ بھول جاؤ کہ تم سردار کی بیٹی تھی۔ بس یہ یاد رکھو کہ تم یہاں غلامی میں آئی ہو۔ اور آداب غلامی سیکھ لو۔ نظری اور سر جھکا کر میرے سامنے بات کرو۔ گردن اکر کر بات کرنے والی اوقات اب تمہاری نہیں رہی ہے۔ سردار کی بیٹی نہیں ہو اب تم" شاہ میر نے کہا۔

"سردار کی بیٹی نہیں ہوں مگر سردار کی بیوی تو ہوں نا..." حریم نے جتانے والے انداز میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"ونی میں آئی ہوئی ایک لڑکی۔" شاہ میر نے جواب دیا۔

"سردار شاہ میر سلطان کے نکاح میں آئی ہوئی اس کی شرعی بیوی ہوں میں۔۔۔ اور سردار شاہ میر چاہے جتنا اس حقیقت کو دنیا کے سامنے جھٹلا لے مگر اللہ کے سامنے نہیں جھٹلا سکتا۔ اگر غلام بنا کر رکھنا ہے تو مجھے طلاق دو۔ پھر غلام بناؤ۔ پھر بیوی نہیں باندی بولو۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

حریم نے کہا۔

اس لڑکی نے شاہ میر کو حیران کر دیا تھا۔ شاہ میر کے ذہن میں یہی تصور تھا کہ ایک ڈری سہی لڑکی ہوگی۔ جو اس کے دھاڑنے پر خوفزدہ ہو کر ایک کونے میں بیٹھ جائے گی۔ مگر یہ سوچ تھی اس کی۔ آگے بھی سردار کی بیٹی تھی۔۔۔ سرداری شاید اس کی رگوں میں خون کی جگہ دوڑ رہی تھی۔ اس لیے سارا دن غلاموں کی طرح کام کرنے کے باوجود بھی وہ شاہ میر کے سامنے اکڑ کھڑی تھی۔

"تمہیں بالکل ڈر نہیں لگ رہا مجھ سے؟"

شاہ میر نے پوچھا۔

"ضرور لگتا۔۔۔ اگر تم مجھے تھپڑ مارنے کے بعد اپنا ہاتھ زخمی نہ کر لیتے تو۔۔۔ تو ڈر لگتا کہ تم مار مار کر میری جان ہی لے لو گے۔ مگر جو انسان ایک لڑکی کو تھپڑ مارنے کے بعد اپنا ہاتھ زخمی کر لیتا ہے۔۔۔ یقیناً دوسرا تھپڑ مارنے کی ہمت اس میں نہیں ہے۔"

حریم نے پورے یقین سے کہا۔ اور اگلے ہی پل اس کا یقین ٹوٹ گیا۔ جب شاہ میر کا ہاتھ اٹھا اور اس کے گال پر ثبت ہو گیا۔

حریم بے یقینی سے اپنا گال چھو کر دیکھ رہی تھی۔

"پہلی بار تم ہی تھپڑ مار کر مجھے لگ رہا تھا کہ میں نے غلط کیا۔۔۔ اور آج مجھے لگ رہا ہے کہ اس کی تمہیں شدید ضرورت ہے۔ میں یہاں تمہیں پھولوں کی سیج پر بٹھانے کے لیے نہیں لایا ہوں۔ میں ہن صرف تمہیں ظفر تک رسائی حاصل کرنے کے لئے لایا ہوں۔"

شاہ میر نے کہا۔

اسی پٹی شدہ ہاتھ سے اس نے حریم کو تھپڑ مارا تھا۔

"میراجوان بھائی کا قتل ہوا ہے بی بی۔۔۔ میں وہ نرم دل شاہ میر نہیں رہا جو جانوروں کے ساتھ بھی نرمی کرتا تھا۔۔۔ میں اب پتھر ہو گیا ہوں۔ آؤ دیکھو اسے۔"

شاہ میر حریم کا بازو پکڑ کرتے ہوئے اسے گھسیٹ کر دیوار کے سامنے لے آیا۔ جہاں پر شاہ میر اور جنید کی اکٹھی تصویر لگی ہوئی تھی۔ وہ دونوں اس تصویر میں مسکرا رہے تھے زندگی سے بھرپور۔ بہت بڑے اور خوبصورت فریم میں فریم کی ہوئی وہ تصویر اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ شاہ میر کو اپنے بھائی سے کس قدر محبت تھی۔

"دیکھو اسے۔۔۔ کیا قصور تھا اس کا؟ صرف اتنا کہ اس نے اس لڑکی سے محبت کی جس سے تمہارا بھائی محبت کرتا تھا؟ میری معصوم سے بھائی کو اس کی محبت کی سزا دی ہے تمہاری ظالم بھائی نے۔ صرف اس لیے کہ اس لڑکی نے میرے بھائی کی محبت قبول کر لی تھی۔۔۔ اور حسد میں آکر تمہارے بھائی نے میرے بھائی کو مار دیا۔ اور تم سوچ رہی ہوں

کہ میں تمہارے ساتھ نرمی کروں گا؟ نہیں بی بی نہیں۔۔۔ سوچنا بھی مت کے شاہ میر سلطان تمہارے ساتھ نرمی کرے گا۔"

شاہ میر نے غصے سے کہا کہ وہ ابھی تک اس کے بازو پر اپنا پنجا جکڑے ہوئے تھا۔
 "اب میری نظروں کے سامنے سے غائب ہو جاؤ اس سے پہلے کہ میں تمہارا خون کر دوں"

شاہ میں نے اسی دروازے کی طرف دھکا دیتے ہوئے کہا۔
 وہ لڑکھڑاتے ہوئے بچی۔

پھر تیزی سے وہاں سے بھاگتے ہوئے راہداری کی طرف بڑھی۔
 مراد جو اسی راہداری میں کھڑا کھڑکی کے باہر لان کو دیکھ رہا تھا جو کہ لائنس کی وجہ سے اس وقت روشن تھی۔

اچانک ہی اس نے دیکھا کہ حریم بھاگتی ہوئی جا رہی ہے اپنے آنسوؤں کو پہنچتی ہوئی۔ اس نے شاید مراد کی موجودگی میں محسوس نہیں کی تھی۔ اس کی شان اس کے سر سے ڈھلک کر شانے پر آچکی تھی۔ جوڑے میں قید لمبے سیاہ چمکدار بال بکھرے ہوئے تھے۔ وہ تیزی سے راہداری عبور کرتی ہوئی کچن میں گھس گئی۔

اگلے ہی پل مراد کو خیال آیا کہ وہ شاہ میر کے کمرے سے نکل رہی تھی۔ وہ سوچ کر پریشان ہو گیا۔

(مجھے یقین نہیں آ رہا شاہ میر کے اتنا گر سکتے ہو۔ ایک مجبور لڑکی کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تم نے اُسے رات اپنے کمرے میں بلایا۔) مراد نے دل میں کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

وہ اسی کمرے میں آ کر چارپائی پر لیٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔
(کیسے سوچ لیا میں نے کہ وہ شخص نرم دل ہو سکتا ہے۔ کتنا غلط اندازہ لگایا میں نے اس کے متعلق۔) حریم نے سوچا۔

اور دوسری طرف شاہ میر بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا اور سر جھکا لیا۔ اس نے اپنے بال اپنی مٹھیوں میں جکڑ لئے پریشانی کی وجہ سے۔ اور پھر سے اپنا زخمی ہاتھ بیڈ سائیڈ پر زور سے مارا۔ جس کی وجہ سے درد کی ایک ٹیس اس کے ہاتھ میں اٹھی۔
"لعنت ہے مجھ پر۔۔۔ لعنت ہے مجھ پر۔۔۔ لعنت ہے مجھ پر۔"
اب وہ روتا ہوا کہتا جا رہا تھا۔

ولید شاہ میر کے قتل کی منصوبہ بندی کر رہا تھا۔ اس کے علاقے میں اس کی اجازت کے بغیر تو جیسے کوئی پرندہ پر تک نہیں مار سکتا تھا۔ اس کے علاقے میں تو وہ اسے قتل نہیں کر سکتا تھا۔

اور اگر وہ کسی کام سے شہر جاتا تو اپنے ساتھ گارڈز کی فوج لے کر جاتا تھا۔ اس واقعہ سے پہلے تو وہ ڈرائیور بھی ساتھ نہیں لے جاتا تھا خود ہی گاڑی ڈرائیو کرتا تھا۔ لیکن اس واقعے کے بعد سلطان میر کے حکم پر اس نے گارڈ رکھ لیے تھے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ جو دکھ اس کے باپ نے سہا ہے وہ دکھ اسے دوبارہ ملے۔ اس لیے وہ خود اپنی حفاظت کر رہا تھا۔ ولید نے ایک جاسوس شاہ میر کی جاسوسی پر مامور کر دیا تھا۔ موٹی رقم دے کر۔

اگلے دن وہ پھر سوئی رہی۔

"اٹھ جاؤ اب روز روز سلطانہ بیگم تمہارے منہ پر پانی مارنے کے لیے نہیں آئے گی۔" ساجدہ کی آواز اسے سنائی دی تو وہ اٹھ بیٹھی۔

"سلطان خاتون نے کہا ہے کہ تم ساری حویلی کو صبح سویرے اٹھ کر پہنچا لگاؤں گی۔ آج کے دن کا کام نہ کرنا فی الحال۔"

ساجدہ نے کہا تو وہ اٹھی۔

"مجھے چائے پلا دو۔ ورنہ میرے سر میں درد ہو جائے گا۔ پھر جو کام کہو گی کر لوں گی۔" حریم نے سجدہ سے کہا۔

"نوکر نہیں ہوں تمہاری۔ جا کر کچن میں خود بنالو۔ پھر جلدی سے کام پر لگ جاؤ۔" ساجدہ نے کہا تو مجبور اسے خود ہی کچن میں آنا پڑا جہاں پر پہلے سے چائے تیار تھی۔ اس نے ایک کپ بھرا اور پینے لگی۔

اسے رات والا سارا واقعہ یاد آیا۔

جو کام وہ کرنے گئی تھی وہ بھی نہیں ہوا۔ الٹا شاہ میر کا اتنا بھیانک روپ اسے دیکھنا پڑا۔ "چلو پراٹھے بنانا شروع کرو۔" نوری نے اسے دیکھ کر کہا۔

"پہنچا مارنے کا حکم صادر ہوا ہے سلطانہ خاتون کی طرف سے۔ آج پراٹھے نہیں بناؤں گی میں۔" حریم نے آرام سے کہا۔

ماتھے پر بل آگئے تھے۔ خوشی کے پراٹھے بنانے سے اب اس کی جان چھوٹ جائے گی۔ "چلو پھر لگاؤ۔" نوری نے کہا۔

"چائے ختم کرنے دو مجھے۔ تمہاری نوکر نہیں ہوں میں۔۔۔ شاہ میر کی غلامی میں آئی ہوں۔ تمہاری غلامی میں نہیں۔ اپنی اوقات میں رہو تو بہتر ہوگا۔"

حریم نے جیسے دھمکی دی۔

"واہ جی واہ۔۔۔ رسی جل گئی مگر بل نہیں گیا۔۔۔"

نوری نے منہ بنا کر کہا۔

اور وہ کسی نوکر کی دباؤ میں آتی بھی تو کیوں۔۔۔ عادت جو نہیں تھی اسے ایسے رویے کی۔

لیکن اب حریم شاہ میر کو اپنی عادت بدلنے کی سخت ضرورت تھی اس حویلی میں۔۔۔ مگر ابھی اسے اندازہ نہیں تھا۔

سلطانہ خاتون نے اسے پہنچے کا کام صرف اس لئے دیا تھا تاکہ اسے غلامی کا زیادہ احساس ہو۔ وہ اس کی نظروں کے سامنے جھکی رہے۔ اور وہ حقارت آمیز لہجے میں اسے دیکھتی جائے۔

حریم نے لاؤنج سے پوچھنا شروع کیا۔

سلطان خاتون ایک شام سے آکر صوفے پر بیٹھ گئی ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر حریم کو دیکھنے لگی۔ اسے باور کر رہی تھی کہ وہ باندی ہے۔

تھوڑی دیر بعد شاہ میر اپنے کمرے سے باہر نکلا۔ دیکھا تو حریم پوچھا لگا رہی ہے۔

حریم نے سر اٹھا کر ایک نظر شاہ میر کی آنکھوں میں دیکھا۔۔۔ دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں۔

زخمی نظروں سے شاہ میر کو دیکھنے کے بعد اس نے نظریں جھکا لیں اور پھر سے پونچھا شروع کیا۔

شاہ میر نے اپنا نچلا لب دانتوں سے کاٹا ہوا وہاں سے گزرنے لگا تو جان بوجھ کر سلطانہ خاتون نے اسے مخاطب کیا۔

"یہاں آشاہ میر مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔"

سلطانہ خاتون نے حکم دیا تو وہ آکر بیٹھ گیا۔

"جی بولیں اماں۔" ہمیشہ کی طرح اس نے فرمانبرداری سے کہا۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ تمہاری شادی کبھی دواب۔۔۔ کب تک جنید کا غم مناتے رہیں گے ہم۔ آخر تمہاری زندگی تو آگے پڑھنی ہے۔ میری تو کوک اباڑ گئی۔ مجھے تو اب اس

زندگی میں کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ لیکن تمہارا تو حق ہے ناکہ تمہاری شادی وقت پر ہو۔

تمہاری نسل بڑھے۔" www.urdu novels mania.com

سلطانہ خاتون نے حریم کی طرف دیکھتے ہوئے جتانے والے انداز میں کہا۔ ان کا مقصد یہی

تھا کہ وہ ہر وقت اس کا دل جلاتی رہیں۔

"اماں میر ا دل دکھ سے لبریز ہے اس وقت۔ آٹھ ماہ بھی کوئی عرصہ ہوتا ہے اپنے بھائی کی

موت بھلانے کے لیے؟" شاہ میر نے کہا۔

"لیکن بیٹا دنیا تو یہی سوچے گی نہ کہ میں سوتیلی ماں ہو اور تمہاری خوشیوں کے بیچ میں آرہی ہوں۔ جتنا بھی خیال رکھو تمہارا لیکن یہ سوتیلی ماں کا لیبل تو ہمیشہ سے مجھ پر لگا ہوا ہے۔" سلطانہ خاتون نے کہا۔

"عبید سے بات ہوئی آپ کی؟" شاہ میر نے موضوع بدلا۔

"نہیں وہ شہر میں ہوتا ہے تو اسے ماں کی یاد کہاں آتی ہے۔ ایک جنید جو مجھے ہر پل یاد کرتا تھا۔ عبید کی تو اپنی ہی ایک دنیا ہے۔" سلطانہ خاتون نے کہا۔

عبید ان کا جنید سے چھوٹا بیٹا تھا۔ جو کہ ابھی کالج میں پڑھ رہا تھا۔ اور شہر میں رہتا تھا۔

"اچھا اماں میں چلتا ہوں مجھے ضروری کام سے جانا ہے۔" شاہ میر کہتا ہوا اٹھا۔

نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی نظر سے حریم کی طرف چلی گئی۔ جواب پونچھا لگاتے لگاتے

راہداری پر پہنچ گئی تھی۔ شاہ میر کے جوتوں کی آواز سن کر اس نے پھر سے سر اٹھایا۔

دونوں کی نظر ایک بار پھر سے مل گئی۔ رات والا سارا منظر دونوں کے ہی ذہن میں گھوم

گیا۔

آ نکھیں دیکھیں تو میں دیکھتا رہ گیا

جام دونوں اور دونوں ہی دو آتشہ

آ نکھیں یا میکے کے دو باب ہیں

آ نکھیں انکوکھوں یا کھوں خواب ہیں
 آ نکھیں نیچی ہوئی توحیا بن گئیں
 آ نکھیں اونچی ہوئی تودعا بن گئیں
 آ نکھیں اٹھ کر جھکی تودعا بن گئیں
 آ نکھیں جھک کر اٹھی توفضا بن گئیں
 آ نکھیں جن میں ہے آسمان وزمین
 زگسی زگسی۔۔ سرمی سرمی
 زگسی زگسی۔۔ سرمی سرمی

اس کی آنکھیں دیکھ کر پھر سے شاہ میر کے دل سے آواز آئی۔ لیکن وہ سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔

www.urduNovelsMania.com

حریم کو آج اپنا آپ بہت چھوٹا لگ رہا تھا شاہ میر کے سامنے۔۔۔
 آج واقعی اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ "غلامی" میں آگئی ہے۔۔۔

حریم کو احساس ہوا کہ کام کرنا کتنا مشکل ہے۔ اسے آج فائزہ کا یاد آ رہی تھی جو اس کی حویلی میں پونچھا لگایا کرتی تھی۔

(کیا اسے بھی ایسے ہی کمر میں تکلیف ہوتی ہوگی جیسے آج مجھے ہو رہی ہے؟ کتنے بے حس ہوتے ہیں ہم لوگ۔ کبھی میں نے اس سے پوچھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی کہ کیا تمہیں درد کی گولی چاہیے یا نہیں۔)

حریم کو آج شدت سے احساس ہو رہا تھا اپنے گھر کے ملازموں کا۔

اس کی کمر کی ایسی حالت تھی کہ اس سے بیٹھا تک نہیں جا رہا تھا۔ حویلی بہت بڑی تھی۔ اس نے تو صرف آدھے حصے کو پونچھا لگایا تھا کیونکہ دوسری طرف مردوں کا آنا جانا تھا۔

"سنو مجھے درد کی کوئی گولی لا کر دو مجھے کمر میں بہت درد ہو رہا ہے۔"

اس نے بے بسی سے ساجدہ سے کہا جو کہ سونے کی تیاری کر رہی تھی۔

پہلے تو ساجدہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے پھر اسے ترس آ گیا۔ وہ گولی لینے کے لیے سلطانہ خاتون کے کمرے میں آئی جہاں پہلے سے شاہ میر بیٹھا ہوا تھا۔

"سردار بی بی۔ وہ جوڑکی ہے نہ ونی والی۔ وہ کہہ رہی ہے کہ اس کے کمر میں بہت درد ہو رہا ہے اسے گولی چاہیے۔" ساجدہ نے کہا تو شاہ میر نے سر اٹھا کر دیکھا سلطانہ بیگم کو۔ وہ یقیناً اس کے ذکر پر چونک گیا تھا۔

اگر کوئی عام سی لڑکی ہوتی تو شاید وہ اس کے بارے میں سوچتا ہی نہیں۔ لیکن جس قسم کی بہادری اس نے دکھائی تھی شاہ میر کے سامنے اس کے بعد شاہ میر کے لئے مشکل ہو گیا تھا اسے انور کرنا۔

ایسی ہی بہادر لڑکیاں اسے پسند تھیں۔ جو نڈر ہو، جس طرح سے اس نے شاہ میر کے سامنے کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے جواب دیے تھے یقیناً شاہ میر وہ سب بھول نہیں پارہا تھا۔ اور خاص کر تب جب لڑکی اس قدر حسین ہو۔ ایک حسین عورت مرد کی کمزوری ہوتی ہے اور کوئی بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا۔

"وہ کیا سمجھتی ہے کہ میں اُس کے زخموں پر مرہم رکھو گی؟؟؟ میں اسے درد کی دوا دوں گی؟؟؟ میں اسے صرف درد دینا چاہتی ہوں دوا نہیں۔ بلاؤ اسے یہاں میرے پاس۔"

سلطانہ خاتون نے حکم صادر کیا تو شاہ میر فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم کہاں چلے شاہ میر۔؟" سلطانہ خاتون نے پوچھا۔

"میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ یہ لڑکی میری نظروں کے سامنے نہیں آنی چاہیے۔ آپ نے اسے یہاں بلایا ہے تو میں جا رہا ہوں۔ کیوں بار بار آپ اُسے حویلی کے اندر بلاتی ہیں؟" شاہ میر نے کہا۔

"تھوڑی دیر بیٹھ جاؤ مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" سلطانہ خاتون نے کہا تو وہ بیٹھ گیا۔

سلطانہ خاتون حریم کو شامیر کے سامنے ذلیل کرنا چاہتی تھی۔ اسے تکلیف اور اذیت دینا چاہتی تھی۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ ایسا کر کے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کرنے جا رہی ہیں۔

تھوڑی دیر بعد حریم اندر آئی۔

"میرے پاؤں دباؤ مجھے درد ہو رہا ہے۔" سلطانہ خاتون نے حکم دیا تو اس نے حیرت سے پہلے سلطانہ خاتون کی طرف دیکھا اور پھر شاہ میر کی طرف۔

جب اس نے کہہ دیا تھا کہ اسے درد ہو رہا ہے کمر میں بہت تو اس کے بعد بھی سلطانہ خاتون سے ایسا کام کرنے کو کہہ رہی تھی جس سے اس کی تکلیف بڑھ سکتی تھی۔

www.urduNovelsMania.com

"مجھے کمر میں بہت درد ہو رہا ہے۔" حریم بولی۔

"شرافت سے جو کہا ہے وہ کرو ورنہ نتائج کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔" سلطانہ خاتون نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

وہ آکر بیٹھ گئی اور سلطانہ خاتون کے پاؤں دبانے لگی۔

"میں نے تمہارے لئے اعلیٰ خاندان کی لڑکیاں دیکھ رکھی ہیں جن کے باپ بھائی غیرت مند ہیں۔ کسی بی غیرت باپ کی بیٹی کو اپنی بہوہر گز نہیں بناؤں گی میں۔" سلطانہ خاتون نے جتانے والے انداز میں کہا تو حریم کا روم روم جل اٹھا۔

اُس نے زور سے سلطانہ کا پاؤں دبانے کی بجائے دبوچ لیا اور ان کی چیخ بلند ہوئی۔
 "یہ کیا کر رہی ہو لڑکی تم جان بوجھ کر مجھے اذیت دے رہی ہو؟" سلطانہ خاتون نے لات ماری اسے۔

"شاہ میر نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر اپنی آنے والی ہنسی روکنی چاہی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اُسے ہنسی آرہی تھی کیوں کے وہ سمجھ گیا کہ حریم نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے اپنا غصہ نکالنے کے لیے۔

"اچھا اماں میں سونے جا رہا ہوں۔" وہ اٹھا۔
 "ٹھیک ہے شب بخیر۔" سلطانہ خاتون نے کہا۔

حریم پاؤں دباتی ہوئی تھک گئی تھی دو منٹ میں ہی۔ اُس کی تکلیف اس کے چہرے سے عیاں ہو رہی تھی۔

شاہ میر اُسے دیکھنا نہیں چاہتا تھا مگر پھر بھی نظر باز نہ رہی۔

"جاؤ دفاع ہو جاؤ تم بھی میری نظروں کے سامنے سے" سلطانہ خاتون نے ٹھوکر مارتے ہوئے حریم سے کہا۔

اتنی تذلیل حریم سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ اُسے سلطانہ خاتون سے شدید قسم کی نفرت ہو گئی تھی۔

شاہ میر نکل گیا۔ وہ بھی باہر آئی۔

تیزی سے راہ داری کی طرف بڑھی اور شاہ میر کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ شاہ میر اپنے کمرے میں آیا اور کچھ سوچنے لگا۔

پھر سائنڈ ٹیبل سے ایک پین کمرنگالا اور باہر آیا۔

لاؤنج میں کوئی نہیں تھا سب سونے گئے تھے۔

وہ کچن میں آیا جہاں نوری نظر آئی وہ شاید دودھ اُبال رہی تھی کسی کے لیے۔

"سنو یہ اُس لڑکی کو سے آو۔" شاہ میر نے گولی اُس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"کونسی لڑکی سائیں؟" نوری نے پوچھا۔

"وہ۔۔ جوونی میں آئی ہے۔" شاہ میر بولا۔

"وہی تو نہ کہیں سائیں اُسے۔۔۔ رسی جل گئی مگر بل نہیں گیا۔ مجھے کہتی ہے میں شاہ میر کی غلامی میں آئی ہوں تمہاری نہیں۔۔۔ تم اپنی اوکات میں رہو۔" نوری نے اُس کی نقل اتارتے ہوئے کہا۔

"تم سے جو کہا ہے وہ کرو۔" شاہ میر نے کہا۔
 "جی جی سائیں۔" نوری بولی۔

"کہاں سوتی ہے وہ؟" نجانے کیا سوچ کر شاہ میر نے پوچھا۔
 "ساجدہ کے کمرے میں اُس کے ساتھ۔" نوری نے بتایا۔
 شاہ میر وہاں سے چلا گیا۔

"اے لڑکی۔۔۔ اٹھو یہ لو۔۔۔ شاہ سائیں نے دیا ہے تیرے لیے۔" نوری نے اُسے اٹھایا۔

وہ کہاں سو رہی تھی۔۔۔ درد کے مارے اُس کی حالت غیر تھی۔ نیند آتی بھی تو کیسے۔۔۔
 حرم نے حیرت سے پین کمر کی طرف دیکھا۔ اس نے فوراً سے دوائی کھالی۔
 پھر واپس آ کر لیٹ گئی۔

وہ سوچ رہی تھی کہ شاہ میر کو اس کے درد کا احساس تھا۔

اچانک سے اسے اپنے والد شاہ نواز کی بات یاد آئی جو نکاح سے تھوڑی دیر پہلے انہوں نے حرم سے کہی تھی۔

(میری بچی کوشش کرنا کہ شاہ میر کا دل جیت لوں اور اس کے دل میں اپنے لیے بیوی کا مقام بنا لو۔ جو بھی ہے اب شاہ میر ہی تمہارا مقدر ہے۔ ایک مرتبہ اگر تم نے اس کے دل میں اپنے لیے جگہ بنالی تو تمہاری زندگی آسان ہو جائے گی۔ اور اگر تمہارے ساتھ وہاں برا سلوک ہوا تو میں کچھ نہ کچھ کر کے تمہیں واپس لے آؤں گا۔ اس وقت مجھے جو صحیح لگ رہا ہے میں وہی کر رہا ہوں۔ بس میری بچی مجھے معاف کر دینا۔)

جب شاہ میر نے اسے تھپڑ ماری تھی تو اس کی ہر امید ٹوٹ گئی تھی کل رات۔ آج اس کے درد کا احساس کرتے ہوئے جب شاہ میر نے اسے درد کی دوائی بھیجی تو وہ سوچ میں پڑ گئی۔

اس کا مطلب تھا کہ وہ اتنا بھی رحم نہیں ہے جتنا بن رہا ہے۔ یعنی کہ اس کے دل میں جگہ بنانا بہت آسان ہے۔

(اس نے مجھ پر غصہ اس لیے کیا کیوں کہ میں اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ اور اسے برا بھلا کہتی رہی۔ اگر میں اس کے سامنے مظلوم بننے کی اداکاری کروں۔ تو یقیناً اس کا دل نرم پڑ سکتا ہے۔)

حریم کو اچانک آئیڈیا آیا۔

[illegible]

یہ ساری باتیں سوچ کر حریم کے اندر ایک نئی توانائی آگئی تھی۔ خود سے عہد کر لیا تھا کہ کل سے وہ شاہ میر کے دل میں جگہ بنانے کے لیے جو بن بڑا وہ کرے گی۔ ایک بار اگر شاہ میر اس کے قابو میں آگیا تو وہ اس کے کہنے پر ظفر کو معاف بھی کر سکتا ہے۔

وہ یہ ساری باتیں سوچتے سوچتے ہی سو گئی۔

صبح سویرے جانے لگی تو اسے اپنا رات والا منصوبہ یاد آیا۔ اس پر عمل درآمد کرنے کا وقت شروع ہو چکا تھا۔

وہ وہ کچن میں آئی جہاں نوری شاہ میر کے لیے ٹرے میں ناشتہ رکھ رہی تھی۔

"کس کے لئے ہے یہ ناشتہ؟" حریم نے پوچھا۔

"چھوٹے شاہ سائیں کے لیے ہے" نوری نے بتایا۔

"شاہ سائیں جاگ گئے؟" حریم نے پوچھا تو نوری نے حیرت سے حریم کی طرف دیکھا۔

آج پہلی بار حریم شاہ میر کے لیے عزت سے بول رہی تھی۔

"ظاہر سی بات ہے جاگ گئے ہیں اور ناشتہ منگوایا ہے تب ہی لیکر جا رہی ہوں۔" نوری نے کہا۔

"اچھا مجھے یاد آیا تمہیں ساجدہ بلا رہی تھی یہ ناشتہ مجھے دو میں لے کر جاتی ہوں۔" حریم نے کہا

تو نوری نے ٹرے اُس کے حوالے کیا۔

اب وہ دل میں دعا کر رہی تھی کہ سلطانہ خاتون بیچ میں دیوار بن کر نہ آجائے۔
طویل راہداری اُس نے عبور کی اور شاہ میر کے کمرے کے پاس آئی۔ دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ۔" شاہ میر بولا۔

وہ آرام سے اندر آئی۔

شاہ میر موبائل میں سر جھکا کر کچھ دیکھ رہا تھا۔

شاہ میر نے سر نہیں اٹھایا۔

"آپ کی بیڈیج چیخ کر دوں؟" حریم نے اُس کی توجہ حاصل کرنے کے لئے کہا تو وہ اُس کی آواز پر چونکا۔

"تم؟؟؟ تم کیوں آئیں میرے کمرے میں؟؟؟ ہمت کیسے ہوئی تمہاری؟؟؟" اُسے غصہ آگیا۔

"آپ کے لیے ناشتہ لائی تھی۔ ایک منٹ میں آپ کی پٹی چیلنج کرتی ہوں۔ ورنہ زخم خراب ہو جائیگا۔" حریم اُس کے قریب آئی اور ایک دم اُس کا پٹی شدہ ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور ایسے جتایا جیسے جائزہ لے رہی ہو پٹی کا۔

"دفاع ہو جاؤ تم میری نظروں کے سامنے سے۔" شاہ میر نے اُس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔

"میں تو آپ کے بھلے کے لیے کہہ رہی تھی آپ تو ناراض ہو گئے۔" حریم مظلومیت کی شاندار اداکاری کرتے ہوئے کہا اور سر جھکا لیا چہرے پر ایک دم سے اداسی لے آئی۔

"سب سمجھ رہا ہوں میں تم میرے قتل کا منصوبہ بنا کر اس حویلی میں آئی ہو اور اسی لئے بار بار میرے کمرے میں آنے کی کوشش کر رہی ہو۔ آخر ہو تو ایک قاتل کی بہن نا۔۔۔"

شاہ میر نے غصے سے کہا۔

حریم کو غصہ تو بہت آیا تھا اس کی اس بات پر۔ ایک پل کو تو دل کیا کہ اس کا زخمی ہاتھ دبوچ لے تاکہ اسے اور زیادہ درد ہو۔ لیکن یہ وقت جذباتی پن دکھانے کا نہیں تھا بلکہ حکمت عملی دکھانے کا تھا۔

پہلے بھی اس کے غصے کا جواب غصے سے دے کر اس نے تھپڑ کھائی تھی۔ اور آج بھی شاہ میر یہی امید کر رہا تھا کہ وہ سے کہ بدلے میں غصہ ہی کرے گی اس پر۔

"شاہ سائیں میں اُس رات صرف وہ ویڈیو ڈیلیٹ کرنے کے لئے آپ کے کمرے میں آئی تھی تاکہ آپ میرے گھر والوں کو وہ ویڈیو نہ بھیجیں۔ پہلے ہی میری ماں تڑپ رہی ہے میری جدائی میں جس طرح سے میری رخصتی ہوئی ہے میری ماں تو اسی وقت غش کھا کر گر

پڑی تھی دیکھا تھا نہ آپ نے۔۔۔ ادھر آپ نے وہ ویڈیو حویلی میں بھیج دی تو میری ماں مرجائے گی۔"

حریم نے اپنے آنکھوں میں نمی لاتے ہوئے مظلومیت کی بھرپور اداکاری کی۔
 "اور میری ماں؟؟؟ میری ماں جو دن رات روتی رہتی ہے اپنے نخت جگر کے لیے ان کا کیا؟؟؟" شاہ میر نے کہا۔

حریم سوچ میں پڑ گئی کہ کیا بولے۔

جب کچھ بولنے کو نہیں ملا اسے تو اس نے رونا شروع کر دیا اس کے آنسو اب تو اتر سے بہنے لگے رونا تو اسے ہر وقت ہی آتا تھا۔

شاہ میر اُسے روتا ہوا دیکھ کر حیران ہو گیا۔

اس کے تصور میں ابھی بھی وہی لڑکی تھی جو ہر بات کا اسی وقت جواب دے رہی تھی۔ لیکن آج تو یہ لڑکی بالکل ہی بدل گئی تھی۔
 www.urduNovelsMania.com

"چلی جاؤ میرے کمرے سے ابھی اسی وقت۔" شاہ میر نے حریم کے عقب میں جنید کی تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

حریم اپنے آنسوؤں کو پہنچتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

اب اس نے پونچھا اٹھایا اور لگانا شروع کیا۔

وہ اس انتظار میں تھی کہ کب شامیر کمرے سے باہر نکلے اور اسے پونچھا لگاتے ہوئے دیکھے۔

کافی دیر تک جب وہ باہر نہیں آیا تو حریم کو مایوسی ہوئی۔
وہ نہ جانے کب سے شاہ میر کے دروازے کے سامنے ہی پونچھا لگائے جا رہی تھی بار بار۔

مجبور ہو کر وہ راہداری کی طرف چلی آئی اور وہاں بیٹھ گئی۔ تاکہ کوئی اسے دیکھ نہ سکے اور وہ تھوڑا آرام بھی کر لے۔۔۔ جو بھی تھا یہاں سے باہر جانے کے لیے شاہ میر نے اسی راہداری سے گزر کر باہر جانا تھا وہ اس کے انتظار میں بیٹھی رہی۔
اچانک سے شاہ میر کے جوتوں کی آواز اسے دور سے سنائی دی۔
اس نے ایک دم سے اپنے آگے کی کچھ لٹیں باہر نکالیں اور شال سر سے ڈھلکا دی۔
وہ آرام سے پھر سے پونچھا لگانے لگی۔

شاہ میر آج سیاہ رنگ کے تھری پیس سوٹ میں ملبوس تھا۔ اس کی تیاری سے لگ رہا تھا کہ وہ شہر جا رہا ہے۔

"ہاں ٹھیک ہے میں ابھی نکل رہا ہوں شہر کے لیے۔"

شاہ میر اس کو نوٹس کیے بغیر ہی تیزی تیزی سے وہاں سے نکل گیا تو حریم کو بہت غصہ آیا۔

اس نے پونچھا ایک طرف پھینک دیا۔
 (بدتمیز انسان۔۔۔ دیکھا تک نہیں میری طرف۔۔۔ ساری محنت برباد گئی۔ ایک جگہ کو
 نجانے کتنی دیر سے رگڑتی جا رہی تھی میں۔)
 وہ منہ بنا کر بولی۔

شاہ میر کو اس رات رات اس بہادر لڑکی نے بہت متاثر کیا تھا۔ جو فرار سے جوابات دیتی
 جا رہی تھی۔۔۔ اور اسے حیران پر حیران کئے جا رہی تھی۔
 مگر آج کی مظلوم حریم اسے متاثر نہ کر سکی۔
 سارا دن یوں ہی انتظار میں گزر گیا وہ مختلف کام کرتی رہی اور سلطانہ خاتون کے ہاتھوں
 ذلیل ہوتی رہی۔

شاہ میر صبح کا گیا تھا ابھی تک واپس نہیں آیا۔
 یہاں تک کہ سب اپنے کمروں میں سونے کے لئے چلے گئے اور حویلی میں ہو کا عالم ہو گیا۔
 حریم سونے کی کوشش میں بار بار پہلو بدل رہی تھی لیکن آج اسے نیند نہیں آرہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد گاڑیوں کی آواز سنائی دی تو وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔
یقین شاہ میر واپس آ گیا تھا۔

وہ فوراً اٹھیں اور تیزی سے سے کچن اور راہداری عبور کرتی ہوئی لاؤنج تک آئی۔
آدھے بال کچڑ میں قید کی آدھے اپنے شانوں میں پھیلا دیئے۔

شاہ میر کے قدموں کی چاپ اب راہداری سے سنائی دے رہی تھی۔
حریم فوراً فرش پر لیٹ گئی ایسے جیسے کے بے ہوش ہو کر گری ہو۔
شاہ میر کو دیکھ کر اُس نے آنکھیں بند کیں۔

شاہ میر تیزی سے فون پر باتیں کرتا ہوا آ رہا تھا اسے دیکھ کر رُک گیا۔
دیکھا تو وہ بے ہوش پڑی ہوئی ہے۔

وہ بے ہوش نہیں تھی۔۔۔ بلکہ بے ہوش ہونے کی اداکاری کر رہی تھی۔
"اوہ میرے خدا۔" شاہ میر نے اسے دیکھ کر کہا۔

وہ سمجھا شاید وہ زیادہ کام کرنے کی وجہ سے کمزوری سے گر پڑی ہے۔
"اٹھو۔" شاہ میر نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا

شاہ میر نے حریم کو جھنجھوڑا مگر وہ آنکھیں کھولنے کو تیار ہی نہیں تھی۔

حریم اس امید میں آنکھیں نہیں کھول رہی تھی کہ شاہ میر اسے اٹھا کر اپنے کمرے میں لے جائے گا۔

مگر یہاں تو گنگا ہی الٹی بہ رہی تھی۔

شاہ میر جو صبح سے شہر گیا ہوا تھا اس قدر تھکا ہوا تھا اس کی آنکھیں نیند سے لبریز تھیں۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ فوراً جا کر سو جائے گا سر درد سے الگ پھٹا جا رہا تھا۔

کافی جھنجھوڑنے پر جب حریم نہیں اٹھی تو شاہ میر کھڑا ہو گیا۔

"میری بلا سے بھاڑ میں جاؤ۔" اس نے کہا اور حریم کو پھلانگتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا اور دروازہ بند کر دیا۔

حریم نے آنکھیں کھول دیں دروازہ بند کرنے کی آواز پر۔

اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ شاہ میر اسے پھلانگتا ہوا چلا گیا ہے۔۔۔ ایسی حالت میں بے یار و مددگار۔۔۔

اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا اور وہ حیرت سے بیٹھ گئی۔

"کتنی گھٹیا انسان ہے یہ۔۔۔ اور میں اس سے محبت کی امید لگائے بیٹھی تھی۔۔۔ بھاڑ میں جائے میری طرف سے۔۔۔"

حریم اپنے کپڑے جھاڑتی ہوئی اٹھی۔

وہ واپس کمرے میں آکر چارپائی پر لیٹ گئی۔
 غصے سے اس کے دماغ کی نسین پھٹنے پر آ رہی تھیں۔
 سخت غصہ تھا اسے شاہ میر کی اس حرکت پر۔
 یعنی کہ اس کا یہ مظلوم بننے کا پلان ناکام ہو گیا۔

آمنہ بیگم اپنے ہاتھوں میں حریم کی ڈاکٹری کی ڈگری لیے بیٹھی رو رہی تھیں۔
 ابھی پچھلے مہینے ہیں وہ اپنی ڈگری لے کر آئی تھی واپس حویلی۔
 اس کی شدید خواہش تھی کہ گاؤں میں ہسپتال بنے اور وہ گاؤں کے لوگوں کی خدمت
 کرے۔

"سب کا اتنا خیال رکھنے والی میری نرم دل بچی نہ جانے کس حال میں ہوگی۔"
 آمنہ بیگم نے روتے ہوئے کہا۔

"وہ اپنے شوہر کے گھر میں ہے۔ میں نے جو کیا مجھے اس پر کوئی پچھتاوا نہیں ہے۔ ایک نا
 ایک دن تو میں نے اپنی بیٹی دینی ہی تھی۔ میں نے تو اللہ کو حاضر ناظر جان کر اپنی بیٹی کو شاہ
 میر کے نکاح میں دیا ہے۔ اب آگے اس کا اپنا نصیب ہے۔ کتنی ہی لڑکیاں ہیں دنیا میں
 جو سسرال کے مظالم سہتی ہیں۔ کیا پتا شاہ میر کو اس سے محبت ہو جائے۔ مجھے میری بیٹی پر

پورا بھروسہ ہے۔ اسے سمجھا کر بھیجا ہے۔ وہ بہت ذہین ہے۔ کوئی نہ کوئی راستہ ضرور

نکال لے گی۔ میں جانتا ہوں حریم ظلم سہنے والوں میں سے نہیں ہے۔"

شاہنواز نے کہا تو نہ بیگم کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ آگئی۔

"یہ سب دل بہلانے کی باتیں ہیں۔ شاہ میر چاہئیں کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو۔۔۔ حریم چاہے

کتنی ہی ذہین کیوں نہ ہو۔۔۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہماری بیٹی خون بہا کے ایوز گئی ہے۔"

آمنہ بیگم نے کہا۔

"تمہیں ظفر کا ذرا احساس نہیں؟ ماؤں کو تو بیٹے پیارے ہوتے ہیں۔"

شاہنواز نے کہا۔

"ماؤں کو بیٹیاں پیاری ہوتی ہیں۔۔۔ پھر بیٹھ کے پیارے ہوتے ہیں۔ یہ سوچ ہی غلط

ہے کہ ماؤں کو بیٹے پیارے ہوتے ہیں بیٹیوں سے زیادہ۔ دونوں ہی برابر ہوتے ہیں۔"

آمنہ بیگم نے کہا۔
www.urdu novels mania.com

صبح سویرے وہ تقریباً تیسرا راونڈ جاگنگ کا مکمل کر کے تھک کر بیچ پر بیٹھ گیا جہاں پر رشید

پہلے سے بیٹھا ہوا تھا۔

کوٹریک سوٹ میں ملبوس تھا۔

"انتہائی بیزار آگیا ہوں میں اس روٹین سے۔"

ظفر نے بچ پر بیٹھتے ہوئے کہا

"سائیں آپ صبر کر لیتے۔ مجھے ہمیشہ سے خوف کھاتا تھا کہ آپ کا یہ جذباتی پن آپ کا یہ

غصہ کہیں آپ کو نقصان نہ پہنچا دے اور ایسا ہی ہوا۔"

رشید نے کہا۔

"حرم نے اپنی ڈگری مکمل کر لی ہوگی اب تک۔ اب ضرور بابا سائیں اس کی اور ولید کی

شادی کر دیں گے۔ یا پھر میرے واپس آنے کا انتظار کریں گے۔"

ظفر نے کہا تو رشید کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزرا۔

حرم صبح دیر سے جاگی۔ آج کسی نے اسے اٹھانے کی زحمت گوارا نہ کی تھی۔ ہر کوئی اپنے

کاموں میں مصروف ہو گیا۔

وہ اٹھی اور کچن تک آئی چائے پینے کے لئے۔

"چھوٹے شاہ سائیں تمہیں یاد کر رہے تھے۔" نوری نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو اسے

حیرت ہوئی۔

"جاگ گئے وہ؟" کریم نے بے زاری سے کہا۔

"ہاں" نوری بولی۔

حریم سوچ میں پڑ گئی کہ آخر کیوں یاد کیا ہے شاہ میر نے اسے۔ وہ تو اس کی شکل تک دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔ خیر جو بھی تھا وہ اچھی امید لے کر اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ خدا سے ہمیشہ اچھا گمان رکھتی تھی۔

"کیوں بلایا ہے مجھے؟"

حریم نے اندر آتے ہوئے کہا۔

وہ جولیپ ٹاپ میں سر جھکا کر بیٹھا ہوا تھا اس کی آواز پر سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ پھر سے نظریں لیپ ٹاپ پر جھکالیں اور بولا۔

"طبیعت کیسی ہے تمہاری اب؟"

شاہ میر نے لیپ ٹاپ کی سکرین کی طرف نظر مرکوز کرتے ہوئے ہی پوچھا۔

"کیوں کیا ہوا تھا میری طبیعت کو؟"

حریم نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔

"کل تم بے ہوش پڑی ہوئی تھیں میرے کمرے کے دروازے کے باہر۔"

شاہ میر نے کہا۔ وہ روز لیپ ٹاپ کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

"ہاں اور آپ مجھے پھلانگتے ہوئے اپنے کمرے میں چلے گئے۔"

حریم نے بتایا۔

"تم تو بے ہوش تھیں نہ؟۔۔۔ پھر تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میں تمہیں پھلانگتا ہوا اندر گیا ہوں؟" اب کی بار شاہ میر نے لیپ ٹاپ ایک طرف رکھا اور کھڑا ہو کر سینے پر ہاتھ باندھ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

غصہ تو بہت آیا تھا حریم کو اس کی بات پر لیکن پی گئی۔

"ڈرامے باز لڑکی۔"

شاہ میر نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جتانے والے انداز میں کہا جیسے کہ وہ اس کا سب ڈراما سمجھ گیا ہو۔

"کیونکہ عزت راس نہیں ہے تمہیں۔" حریم اپنا ضبط کھو بیٹھی اور پھٹ پڑی۔

"کل سارا دن تمہیں سائیں سائیں بول کر میرے جبرے تھک گئے۔۔۔ تمہارے لئے

ناشتہ لائی۔۔۔ تمہاری بینڈیج چیلنج کروانا چاہی۔۔۔ لیکن اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ تم

کسی بھی نیکی کے حقدار نہیں ہو۔"

حریم نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ایک ایک لفظ چبا کر کہا۔

"اچھی طرح سے سمجھ گیا تھا میں تمہارا ڈرامہ۔ بے وقوف نہیں ہوں میں۔ سردار ہوں

اپنے قبیلے کا۔ مجھے ہلکا مت لینا مس۔۔۔ پتا نہیں کیا نام ہے تمہارا۔"

شاہ میر بولا

"مس نہیں مسرز، مسرز حریم شاہ میر" حریم نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بہادری سے کہا۔

اور یہی وہ بہادری تھی جس سے شاہ میر متاثر ہوا جا رہا تھا۔ کل والی مظلوم حریم اسے بالکل بھی پسند نہیں آئی تھی۔

لیکن آج پھر وہ اپنی ٹون میں واپس آگئی تھی۔

لا شعوری طور پر شاید شاہ میر اُسے ایسے ہی دیکھنا چاہتا تھا۔

"بہت شوق ہے تمہیں شاہ میر سلطان کی بیوی کہلانے کا؟"

اس کا انداز طنزیہ تھا جیسے کہ اس کا مذاق اڑا رہا ہو

"قسمت کا کھیل ہے سارا۔۔۔ اور تم اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتے۔۔۔ ورنہ میں تو تمہیں

اپنا نوکر بھی نہ رکھتی۔۔۔ قسمت نے شوہر بنا دیا۔۔۔ زبردستی کا شوہر۔۔۔" حریم بولی۔

"تمہاری اطلاع کیلئے عرض ہے۔۔۔ کہ قسمت نے تمہیں یہاں و فی بنا کر بھیجا ہے۔۔۔ پر

تمہاری یہی اوقات ہے۔ کیوں مجھے بار بار مجبور کرتی ہو کہ میں تمہیں تمہاری اوقات یاد

دلاؤں؟"

شاہ میر نے کہا۔

"ویسے اب تمہارا بھائی آزاد ہے۔ میں خون بہالے چکا ہوں۔ اپنے باپ سے کہو کہ اسے واپس بلا لے۔"

تو پھر بولا۔

"تم ماں بیٹے کی یہ چال کبھی کامیاب نہیں ہوگی۔ ساری برادری تھو کے گی تو ان دونوں کے منہ پر اگر تم نے خون بہا لینے کے بعد بھی اداسائیں کو کوئی نقصان پہنچا تو۔ پنچایت کا تم پر سے اعتبار اٹھ جائے گا۔ اور پھر کوئی بھی جرگہ کبھی بھی تمہارا ساتھ نہیں دے گا۔" حریم نے کہا۔

"زبان تو کیچنی کی طرح چلتی ہے تمہاری۔۔۔ اسے کھینچنا جانتا ہوں میں۔ اور تم مجھے مت بتاؤ جرگے کے اصول۔۔۔ پچھلے آٹھ مہینے سے تمہارا باپ جرگے سے جھوٹ بولتا رہا ہے کہ اسے ظفر کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔۔۔ حالانکہ میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ تمہارے باپ نے اسے کہیں روپوش کروا دیا ہے۔ میں چاہتا تو تمہاری قسمت سے بدلہ لے لیتا اسے مار کر۔ یا پھر تمہاری اس منگیتر کو قتل کر دیتا بدلے میں جس نے میرا گریبان پکڑنا چاہا تھا بھری پنچایت میں۔۔۔ لیکن مجھے سکون نہیں آئے گا جب تک ظفر زندہ ہے۔۔۔ میرا مقصد کسی اور کو مارنا نہیں صرف اور صرف ظفر کو مارنا ہے۔ اور میں قسم کھا

کر کہتا ہوں کہ میں ظفر کو اپنے ہاتھوں سے ماروں گا۔ اس کے بعد جو بھی نتائج ہوئے مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔"

یہ سب کہتے ہوئے شاہ میر کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔

حریم نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں وحشت ہی وحشت تھی۔

(یہ شخص کبھی میرے اداسائیں کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔۔۔ آج مجھے یقین ہو گیا ہے۔

کیسے بچاؤں میں اپنے اداسائیں کو۔۔۔ مجھے حویلی پیغام بھجوانا ہو گا کہ خون بہا ان کا صرف ایک چال ہے۔۔۔ اداسائیں کو واپس لانے کے لیے۔)

حریم شاہ میر کی آنکھوں میں دیکھ کر کھوسی گئی۔ وہ سوچے جا رہی تھی۔

"اتنا نظر بھر کر مت دیکھو مجھے۔ نہیں میسر آنے والی میری قربت تمہیں۔ سب سمجھتا ہوں

تم ایک دل پھینک لڑکی ہو۔ جو میری قربت حاصل کرنے کے لیے عجیب و غریب حرکتیں

www.urdu novels mania.com

کر رہی ہے۔"

شاہ میر نے سوچا شاید وہ اس کے چہرے میں گم ہو گئی ہے۔

"Excuse me...

کیا بکو اس ملاحظہ فرمائیے تم نے ابھی ابھی میرے بارے میں؟؟؟ میں تمہاری قربت

چاہتی ہوں؟؟؟ میں؟؟؟"

حریم نے حیرت سے پوچھا

"تو کیا نہیں چاہتی؟؟؟" شاہ میر نے کہا۔

"تمہاری" موت "چاہتی ہوں میں۔۔۔ موت۔۔۔" حریم عجیب سے انداز میں کہا۔

"تم مارو گی مجھے؟ ایک چھٹانک لڑکی؟؟ مجھے؟؟ سردار شاہ میر سلطان کو مارو گی؟"

شاہ میر نے کہہ کر قہقہہ لگایا۔

"جو دل پر حکومت نہ کر سکے وہ کیا خاک سردار ہوا؟"

حریم نے طنزیہ کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

آج پھر وہ لڑکی سے حیران کر گئی تھی۔

"حریم۔۔۔" شاہ میر نے زیر لب اس کا نام دوہرایا۔

سلطانہ بیگم اپنے کمرے میں بیٹھی مراد سے محو گفتگو تھیں۔ اور اسے دن بھر کی مختلف

ہدایات دیتی جا رہی تھی کہ اسے کیا کیا کام کرنے ہیں کہ اچانک ساجدہ اندر آئی۔

"بیگم صاحبہ آپ آنکھوں پر پٹی باندھ کر بیٹھی ہوئی ہیں۔ اور وہ ونی والی لڑکی۔۔۔ کوئی نہ

کوئی کارنامہ ضرور کرے گی۔"

ساجدہ نے اندر آتے ہوئے عجلت میں کہا۔

مراد حریم کا ذکر سن کر چوکنا ہو گیا۔

"اب کیا کر دیا اس لڑکی نے؟" سلطانہ بیگم نے پوچھا۔

"صبح سویرے ہی چھوٹے سردار نے اسے اپنے کمرے میں طلب کیا تھا۔ اور پورا ایک گھنٹہ ہو گیا وہیں پر تھی۔ اب دیکھا تو باہر نکلی۔ آپ غظت کرتی رہیں گی اور وہ لڑکی چھوٹے

سردار کو قابو میں کر لے گی۔ اور آپ کا سارا کیا کرایا مٹی میں ملا دے گی۔"

ہمیشہ سے نئی خبریں دینے کی شوقین ساجدہ نے جس کا لیتے ہوئے کہا۔

سلطان بیگم کو لگا کہ کمرے کی چھت اس کے سر پر آن گری ہے۔

وہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئیں۔

اور کمرے سے باہر نکلیں۔

مراد اور ساجدہ دونوں اُن کے پیچھے آ گئے۔

"شاہ میر۔۔۔ شاہ میر"

وہ زور سے چلائیں۔

ان کی آواز سن کر شاہ میر فوراً کمرے سے باہر نکلا۔

"کیا ہوا ماں سب خیریت تو ہے؟"

شاہ میر نے پوچھا۔

"کیا تم اپنے بھائی کا خون بھول گئے ہو؟"
 سلطانہ خاتون نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔
 "بلکل بھی نہیں۔"

شاہ میر بولا۔

"تم نے وہ ویڈیو بھیجی اس لڑکی کے گھر والوں کو؟"
 سلطان خاتون نے پوچھا۔
 "نہیں، مجھے یاد نہیں رہا۔"

وہ بولا۔

شور سن کر حریم اور نوری بھی آگئیں۔

"ابھی کے ابھی مراد کو دو وہ ویڈیو، اور مراد تم ابھی بھیجو۔ نمبر حاصل کیا تم نے؟"
 سلطانہ خاتون نے کہا۔

"جی سردار بیبی، شاہ نواز کے بھتیجے ولید کا نمبر ہاتھ لگا ہے میرے۔"

مراد نے حریم کی طرف دیکھا اور پھر جلدی سے ہی نظریں چرا بھی گیا۔

"بھیجو وہ ویڈیو ابھی کے ابھی۔"

انہوں نے حکم صادر کیا۔

شاہ میر نے فوراً ویڈیو مراد کو سینڈ کی۔۔۔

مراد بھیجنے لگا۔

حریم تو جیسے پتھر کی ہو گئی تھی۔

اس کا دل اس تصور سے بھی کانپ گیا تھا۔

(میری ماں باپ میں سے کہیں کوئی اس ویڈیو کو دیکھ کر۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔ اللہ میرے

والدین کی حفاظت کرنا۔۔۔ ان کی زندگی اور صحت کی حفاظت کرنا)

حریم نے دعا کی۔

"ہو گیا سردار بیبی۔"

مراد نے کہا۔

حریم کی آنکھوں کے سامنے واقعی اندھیرا چھانے لگا۔۔۔

اور اگلے ہی پل وہ ایک جھٹکے سے زمین بوس ہو گئی۔۔۔

اپنے جذبات پر قابو نہ رکھتے ہوئے مراد فوراً اس کی جانب بڑھا۔۔۔

مراد نے حریم کو کندھوں سے پکڑ کر اس کا گال تھپتھپایا اور بولا۔

"آپ ٹھیک تو ہیں؟"

ارد گرد سے بالکل بیگانہ ہو کر وہ حریم کیلئے پریشان تھا
یہ منظر دیکھ کر شاہ میر کی آنکھوں میں تو جیسے خون اتر آیا۔
"کیا کر رہا ہے مراد یہ میری بیوی ہے۔"

شاہ میر نے مراد کو پرے دھکیلتے ہوئے کہا اور حریم کو اٹھالیا۔
مراد ایک پل کو شرمندہ ہوا۔۔۔ دل ہی دل میں خود کو لعنت ملامت کر رہا تھا۔
شاہ میر اسے اٹھا کر اپنے کمرے میں لے آیا اور بیڈ پر لیٹا دیا۔
"پانی لاؤ۔" اس نے فوراً نوری کو ہدایت دی۔
وہ پانی لے آئی

وہ اب پانی کے چھینٹے اس کے منہ پر مار رہا تھا۔
سب اس کے پیچھے اس کے کمرے میں آ گئے تھے۔

"مرجانے دوا سے مرقی ہے تو مر جائے۔۔۔ کیوں اتنی فکر ہو رہی ہے تمہیں اس کی؟"
شاہ میر کی حریم کے لئے پریشانی دیکھ کر سلطانہ خاتون نے کہا۔

"اماں اس کا زندہ رہنا ہمارے لیے بہت ضروری ہے ورنہ جس مقصد کے لیے ہم اسے
یہاں لائے ہیں وہ مقصد فوت ہو جائے گا۔ بات کو سمجھیں۔۔۔ یہ وقت غلطی کرنے کا
نہیں بلکہ حکمت عملی کا ہے۔"

شاہ میر نے کہا تو سلطانہ خاتون سمجھنے والے انداز میں سر کو اوپر نیچے جنبش دی۔
سلطانہ بیگم پاس صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"مراد ڈاکٹر کو لیے آؤ جلدی۔ اس کا نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے شاید۔"
شاہ میر آج واقعی پریشان ہو گیا تھا۔

مراد ڈاکٹر کو لینے گیا۔

"ڈرامہ کر رہی ہے یہ لڑکی۔" سلطانہ خاتون نے کہا۔

"نہیں۔۔۔ آج یہ ڈراما نہیں کر رہی۔" شاہ میر نے ہولے سے کہا۔

تھوڑی دیر میں ڈاکٹر آگیا اور اُسے دیکھنے لگا۔

"شاید اسٹریس کی وجہ سے ان کا نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے۔ ان کو آرام کی شدید ضرورت

ہے۔ میں نے نیند کا انجکشن دے دیا ہے۔ آج رات انہیں آرام کرنے دیں۔ اور

کوشش کریں کہ کسی قسم کا شور نہ ہو۔"

ڈاکٹر نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

شاہ میر نے انگلی کے اشارے سے سب کو کمرے سے باہر نکلنے کا کہا اور خود بھی باہر نکل

آیا۔

وہ سلطانہ بیگم کے ساتھ اُنکے کمرے میں بیٹھا تھا۔

"تم کچھ زیادہ ہی پریشان نہیں ہو رہے ہو اس لڑکی کے لیے؟"

سلطان بیگم نے جتانے والے انداز میں کہا۔

"پریشانی والی بات ہے تو پریشان ہو رہا ہوں۔" شاہ میر بولا۔

"ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔" سلطانہ خاتون نے کہا۔

"آپ کو اندازہ ہے کہ اگر وہ لڑکی مر گئی تو ہمارے لیے کتنا بڑا مسئلہ کھڑا ہو سکتا ہے۔ سب سے پہلے تو شاہ نواز اور ظفر اور ساری برادری یہی سوچے گی کہ سردار شاہ میر سلطان نے اپنے بھائی کے قتل کا بدلہ اک لڑکی کو قتل کر کے لیا ہے۔ اس طرح سے بدنامی تو ہوگی ہی ہوگی اوپر سے ظفر پھر سے پھر جائیگا۔۔۔ مجھے اپنی نہیں اپنے چھوٹے بھائی عبید کی فکر ہے۔ وہ شہر میں پڑھتا ہے وہاں کھلم کھلا گھومتا ہے۔ میں تو یہاں رہتا ہوں اور یہاں کوئی نہیں آ سکتا۔۔۔ مگر خطرہ عبید کو ہوگا پھر۔۔۔ جو ظفر اتنی آسانی سے جنید کو مار سکتا ہے وہ دوبارہ بھی ایسی حرکت کر سکتا ہے۔ اماں میں اسی لیے پریشان ہو گیا ہوں۔"

شاہ میر نے کہا۔

"ہاں یہ بات تو تمہاری بالکل ٹھیک ہے میں نے تو یہ سوچا ہی نہیں۔" سلطانہ بیگم نے کہا۔

"لیکن ایک بات میری یاد رکھنا۔۔۔ وہ لڑکی ہمارے دشمن کی بہن ہے۔ کبھی بھی اپنے دل میں اس کے لئے کوئی نرم گوشہ مت بنانا۔۔۔ کبھی بھی اس کے حسن کے آگے بہک

مت جانا۔ تمہارا اُس سے جائز رشتہ ہے۔ اور وہ اس بات کا فائدہ اٹھا کر تم کو اپنے بس میں کرنے پوری کوشش کرے گی۔ یہ جو عورت ذات ہوتی ہے نایہ مرد کا بیڑہ غرق کر کے رکھ دیتی ہے۔ تمہیں ہوش سے کام لینا ہوگا۔ اپنا مقصد ہمیشہ یاد رکھنا ہوگا۔ اور سب سے بڑی بات اس لڑکی سے فاصلہ رکھنا۔"

سلطانہ بیگم نے جتانے والے انداز میں کہا۔

"آپ غلط سمجھ رہی ہیں ایسا کچھ نہیں ہے ہمارے بیچ۔" شاہ میر نظریں چراتے ہوئے بولا۔

"آج صبح تم نے اس لڑکی کو اپنے کمرے میں طلب کیا تھا کیا یہ بات سچ ہے؟" سلطانہ بیگم کے دل کی بات منہ پر آگئی۔

"میں اس سے ظفر کے متعلق پوچھنا چاہ رہا تھا۔ اس سے اگلوں چاہ رہا تھا کہ ظفر کہا ہے۔۔۔ میرے خیال سے اسے ضرور معلوم ہوگا۔" شاہ میر نے کہا۔

"جب تم اتنی نرمی دکھاؤ گے تو وہ کیسے اگلے گی؟؟؟ اس مقصد کے لئے تو تمہیں بہت زیادہ سختی دکھانی پڑے گی۔ وہ کہاوت تو تم نے سنی ہوگی کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔۔۔ وہ تمہاری نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہے۔ جتنی نرمی دکھاؤ گے وہ اتنا ہی شیر بنتی جائے گی تمہارے آگے۔۔۔ تھوڑا سختی سے کام لو۔ غصہ دکھاؤ اپنا۔۔۔"

سلطانہ خاتون اس کا برین واش کر رہی تھیں۔

"مجھے بہت عجیب لگتا ہے اماں خود سے کمزور پر ظلم کرتے ہوئے۔۔۔ وہ بھی ایک لڑکی پر۔۔۔ کیا سردار شاہ میر سلطان اتنا کمزور اور بزدل ہے؟"

شاہ میر نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"اس طرح سے سردار نہیں بن سکتے تم شاہ میر۔۔۔ جانتی ہوں تم فطرتاً ایک نرم طبیعت انسان ہو۔ لیکن انسان کو اپنے آپ کو حالات کے سانچے میں ڈھالنا ہی ہوتا ہے ورنہ اس کے لیے بہت مشکل ہو جاتی ہے۔"

سلطانہ بیگم مسلسل کوشش کئے جا رہی تھیں۔ ان کا یہی مقصد تھا کہ شاہ میر حریم پر تشدد کرے۔ تاکہ ان کے دل کو سکون ملے۔ وہ خود بھی شاہ میر کی وجہ سے حریم پر ہلکا ہاتھ رکھے ہوئے تھیں۔

سلطانہ بیگم ایک سخت طبیعت اور ظالم قسم کی خاتون تھیں۔۔۔ اور جوان بیٹی کی موت کی بعد تو وہ مزید پتھر ہو گئی تھیں۔

سلطان میر سے زیادہ حویلی میں انکاروب و دبدبہ رہا تھا ہمیشہ سے۔ سلطان میر سے لے کر ہر کوئی ان کے اشاروں پر چلتا تھا۔ کسی کی مجال نہیں تھی کہ ان کی مرضی کے خلاف کچھ بھی کرے۔

اس حویلی میں ان کے اور بھی کافی رشتے دار رہائش پذیر تھے۔ کچھ ان میں سے فی الحال شہروں میں گئے ہوئے تھے۔

سب سے زیادہ روب اُن کا شاہ میر پر چلتا تھا۔

وہ جب سلطان میر کی دوسری بیوی بن کر اس گھر میں آئی تھیں تو انہوں نے یہی طے کیا تھا کہ وہ شروع سے ہی شاہ میر کو اپنی مٹھی میں لے لیں گی۔

شاہ میر بچہ تھا اور اس نے اپنی مامتا اس پر ننچا ور کی۔۔۔ اور ہر پل اسے یہ احساس دلایا کہ وہ اپنے سگے بیٹوں سے زیادہ شاہ میر سے محبت کرتی ہیں۔ اور شاہ میر بھی ان کی ہر بات پر یقین کر لیتا تھا۔

ابھی دوپہر کا وقت تھا۔

"اماں میں باہر کام سے جا رہا ہوں۔" وہ رخصت لے کر چلا گیا۔

www.urdu novels mania.com

باہر آیا اور نوری کو آواز دی۔

"حریم بی بی کا خاص خیال رکھو میرے واپس آنے تک۔"

شاہ میر نے نوری کو ہدایت دی۔

"حریم کون؟" نوری کو سمجھ نہیں آیا۔

"میری بیوی۔" شاہ میر نے کہا۔

"لیکن سائیں آپ کی تو ابھی شادی ہی نہیں ہوئی ہے۔" نوری سدا کی معصوم۔۔۔ اسے لگ رہا تھا کہ جو شادی دھوم دھام سے ہوتی ہے وہی شادی شادی کہلاتی ہے اور وہی بیوی بیوی کہلاتی ہے۔

"ونی والی لڑکی کی بات کر رہا ہوں۔۔۔ شادی نہیں نکاح تو ہوا ہے نا۔" شاہ میر نے کہا۔
 "سائیں۔۔۔ مجھے آج تک یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ شادی اور نکاح میں کیا فرق ہے؟"
 نوری ہمیشہ سے اس طرح کی باتوں میں الجھ جاتی تھی۔
 شاہ میر کو اس کے معصومانہ سوال بہت اچھے لگتے تھے۔۔۔ لیکن فی الحال وہ پریشان تھا اور اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"جو دھوم دھام سے ہو وہ شادی کہلاتی ہے۔۔۔ اور جو سادگی سے ہو وہ صرف نکاح۔"
 شاہ میر نے جواب دیا۔
 "ہمم۔" نوری نے سمجھنے والے انداز میں اثبات میں سر ہلایا۔
 شاہ میر باہر چلا گیا۔

(یہ مجھے کیا ہو گیا تھا اچانک۔۔۔ کیوں میں خود پر قابو نہ رکھ سکا اور سب کے سامنے شرمندگی اٹھانی پڑی۔۔۔ کیا سوچ رہا ہوگا اس وقت شاہ میر سے متعلق۔۔۔)

مراد گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا سوچتا جا رہا تھا۔

سامنے سیٹ پر شاہ میر بیٹھا تھا۔

دونوں ہی بہت گہری سوچ میں تھے اور الگ سچویشن میں پھنس گئے تھے۔۔۔

ان دونوں کی دوستی بہت پرانی تھی۔

مراد صرف ایک ملازم نہیں تھا بلکہ شاہ میر کے دور کارشتہ دار بھی تھا۔۔۔ اس کی بہادری

کی وجہ سے شاہ میر نے نوکری پر رکھ لیا تھا۔

ایک دن اس نے مراد کو کسی سے لڑتے ہوئے دیکھ لیا تھا لڑکپن میں۔۔۔ اس نے ایک

ساتھ کئی لڑکوں کو ڈھیر کر دیا تو شاہ میر بہت متاثر ہوا اس کی طاقت سے۔

اسی دن وہ مراد کو اپنے ساتھ حویلی لے آیا اور اپنا خاص بندہ بنالیا۔ پچھلے تیرہ چودہ سال

سے وہ شاہ میر کے ساتھ تھا۔۔۔ اس کا دوست تھا اس کا ہمراز تھا۔۔۔ اس کا باڈی گارڈ

www.urdu novels mania.com

تھا۔۔۔

کیونکہ وہ لڑکپن میں اسے لے کر آیا تھا تو اس وقت سرداری والی طبیعت نہیں تھی اس کی

اس لئے دونوں میں دوستی ہو گئی تھی۔

وہ ہر کام مراد سے مشورہ لے کر ہی کرتا تھا۔

مگر آج والے واقعے کے بعد مراد نے محسوس کیا کہ شاہ میر اس سے بات نہیں کر رہا ہے۔

راستہ لمبا تھا اور ان دونوں کے مابین خاموشی طویل ہوتی جا رہی تھی۔

"ناراض ہو؟" مراد نے خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔

"تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔۔۔ وہ میری بیوی ہے۔۔۔ تمہاری جگہ اگر کوئی اور

اسے ہاتھ لگا تو یقین میں اسے جان سے مار دیتا۔ مگر میں تمہیں مار نہیں سکتا تھا اس لئے

ضبط کیا۔"

شاہ میر نے انتہائی سخت تاثرات کے ساتھ جواب دیا تو مراد کا دل ایک پل کو ڈوب گیا۔

زندگی میں پہلی بار شاہ میر اس سے ناراض تھا۔۔۔ اور وجہ تھی ایک لڑکی۔۔۔

ولید بلا وجہ اپنا فیس بک اسکرول کرتا جا رہا تھا کہ اچانک اسے واٹس ایپ پر ایک انجان نمبر

سے ویڈیو موصول ہوئی۔

اس نے ایک نظر انجان نمبر کو دیکھا جیسے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو کہ کس کا ہے۔۔۔

جب نمبر کو پہچان نہ سکا تو اس نے ویڈیو اوپن کی۔

ویڈیو شروع ہوئی تو وہ ایک جھٹکے سے کھڑا ہو گیا۔

سامنے جو منظر تھا اس نے اس کا دل دہلا کر رکھ دیا تھا۔

یہ ویڈیو ایک منٹ کی تھی۔ پھر شاید اس سے بھی کم۔

لیکن یہ چھوٹی سی ویڈیو ایک داستان سنارہی تھی۔

ایک مظلوم کی بربادی کی داستان۔۔۔

ولید کو سانس لینے میں مشکل ہو رہی تھی۔

اسے لگا کہ اس کے دماغ کی نسین پھٹ جائیں گی اسی پل۔

"شاہ میر۔" اُس نے لرزتی ہوئی آواز میں شاہ میر کا نام لیا۔۔۔ اُس کی آواز کی یہ

لارزاھٹ غصے کی وجہ سے تھی۔

وہ فوراً بھاگتا ہوا حویلی کے لاؤنچ میں آگیا۔

"چچا سائیں۔۔۔ چچا سائیں۔"

وہ اتنی قوت سے چلا رہا تھا کہ تمام گھر والے جمع گئے جو وہاں موجود تھے۔

"کیا ہوا ہے ولید کیوں چلا رہے ہو خیریت تو ہے؟"

اس کی پھوپھو نسیم نے کہا۔

اس حویلی کے مکینوں کے سر پر پچھلے آٹھ مہینے سے ایک تلوار لٹکی ہوئی تھی۔۔۔ جو کہ خون بہا

دینے کے باوجود بھی نہیں ہٹی۔

"برباد کر دیا چچا سائیں نے حریم کو۔۔۔ ظفر کو بچانے کے لیے میری حریم کی قربانی دے

دی۔ دیکھیں آپ سب لوگ یہ کیا سلوک ہو رہا ہے اس کے ساتھ۔"

ولید نے موبائل ریان کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔

باری باری سب ویڈیو دیکھنے لگے۔

"اتنا براسلوک بھول جیسی حریم کے ساتھ وہ بھی پہلے دن۔۔۔ اتنا بھیانک استقبال کیا گیا میری بچی کا اس حویلی میں؟؟؟"

نسیم پھوٹ کر رونے لگی اور جو بھی ویڈیو دیکھتا گیا رونے لگا۔

"حریم۔۔۔" آمنہ بیگم نے دیکھا اور گرنے کے انداز میں صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"کیا ہوا خیریت تو ہے؟" شاہنواز کمرے سے باہر نکلے شور سن کر۔

"دیکھ لیں نتیجہ اپنے اس فیصلے کا آپ اپنی آنکھوں سے۔۔۔" ولید نے ویڈیو ان کو دکھانا شروع کی۔

ویڈیو دیکھتے وقت ان کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں دبوچ لیا ہو۔

"خاموش ہو جاؤ تم سے رونا دھونا بند کرو اور اس کے اچھے نصیب کے لئے دعا کرو۔"

شاہنواز سے بولا نہیں جا رہا تھا ٹھیک طریقے سے۔

انہیں اندازہ کر کے ایسا ضرور ہوگا مگر پھر بھی۔۔۔ آنکھوں سے یہ سب دیکھ کر انہیں لگا

ان کا دل بند ہو جائے گا۔۔۔

لیکن ان کا دل بند نہیں ہوا تھا۔۔۔ ایسا ہونا ہوتا تو اسی وقت وہ جاتا جب انہوں نے حریم کو رخصت کیا تھا۔۔۔

شاہ میر رات گئے لوٹا۔

اُسے صبح والا واقعہ یاد آیا۔۔۔

راہداری میں ہی اسے نوری مل گئی۔

"حریم کو ہوش آیا طبیعت کیسی ہے اب اس کی؟"

شاہ میر نے نوری کو دیکھتے ہوئے فوراً سوال دغا۔

"شام کو ہوش آیا تھا میں نے کھانا کھلا دیا اور پھر کہنے لگی کہ نیند آرہی ہے اور سو گئی۔۔۔ تب

سے لے کر سو رہی ہے۔ کہہ رہی تھی مجھے کسی نے نیند کا انجکشن دیا ہے کیا؟"

نوری نے بتایا۔

www.urdu novels mania.com

"کھانا نہیں دیا تم نے اسے؟" شاہ میر بولا۔

"شام کو دیا تو تھا تب سے لے کر سو رہی ہے۔" نوری بولی۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔ اور میرا کھانا کمرے میں لے آؤ۔"

شاہ میر نے کہا اپنے کمرے کی طرف بڑھا آرام سے دروازہ کھولا۔

دیکھا تو حریم اپنے اوپر کمفرٹ تانے سو رہی ہے گہری نیند۔

وہ اس کے قریب آیا اور اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر اس کا بخار چیک کیا۔ اُسے بخار نہیں تھا۔

پھر وہیں پر اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا اور اسے دیکھتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد نوری کھانا گرم کر کے لائی۔ اور شاہ میر کے سامنے رکھ دیا۔

اُس نے رُے اٹھائی اور بیڈ کے دوسری جانب آکر بیٹھ گیا اور کھانا کھانے لگا۔

کھانا کھاتے وقت وہ بار بار حریم کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اس نے کھانا ختم کرنے کے بعد برتن ایک طرف رکھے اور بیڈ میں آکر لیٹ گیا۔

وہ بہت تھک چکا تھا اور سونا چاہتا تھا۔

لیکن وہ سو نہیں پا رہا تھا۔۔۔

بس سامنے اُس پری پیکر کو دیکھتا جا رہا تھا۔

رات کے نجانے کونسے پہر حریم کی آنکھ کھلی۔

دیکھا تو شاہ میر اُس کے پہلو میں گہری نیند سو رہا ہے۔

وہ اپنا سر پکڑتے ہوئے اٹھی۔

اگر وہ ایسے پہلے اُسے کمرے میں لاتا تو یقیناً حریم اسے اپنی پہلی فتح سمجھتی۔
لیکن آج اُسے یہ سب اچھا نہیں لگا رہا تھا۔

آج اُسے شاہ میر بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اچھا تو اُسے پہلے بھی نہیں لگتا تھا۔ مگر اس نے اس کا دل جیتنے کا سوچا ضرور تھا۔ مگر کل جو ہوا اُس کے بعد حریم کا شاہ میر سے دل اٹھ گیا تھا۔ اب وہ اُس کا دل جیتنا نہیں چاہتی تھی۔

ٹیبل لیمپ روشن تھا جس کی ڈم لائٹ میں وہ شاہ میر کو دیکھنے لگی۔

(جب میں چاہتی تھی کہ تم مجھے اپنے کمرے میں لاؤ۔ مجھے بیوی کا مقام دو۔۔۔ تب تم مجھے پھلانگ کر چلے گئے۔ اب مجھے بھی نہیں چاہیے تم سے کچھ۔۔۔ کتنا دل دکھایا ہے تم نے میرا وہ ویڈیو بھیج کر۔ اب نجانے کیا حالت ہوگی میری ماں کی۔۔۔ کیسے اور کس سے اُن کی خیریت دریافت کروں۔۔۔)

www.urdu novels mania .com

حریم دکھ سے شاہ میر کو دیکھ رہی تھی۔

پھر اٹھی اور آرام سے کمرے سے باہر نکل آئی۔

کچن میں فرج کھول کر کھانا تلاش کیا۔ اور بنا گرم کیے ہی کھانے لگی۔

پھر واپس ساجدہ کے کمرے میں آئی اور اپنی "جگہ" پر سو گئی۔

صبح شاہ میر حرم کو کمرے میں نہ پا کر پریشان ہوا اور اس کی تلاش میں باہر نکل آیا۔
دیکھا تو حسب معمول وہ پونچھا لگا رہی ہے۔

شاہ میر کو غصہ آگیا۔

"یہ کیا طریقہ ہے؟ طبیعت ٹھیک نہیں ہے تمہاری اور تم یہ سب؟" شاہ میر نے اس کو بازو سے پکڑ کر کھڑا کیا اور بولا۔

حرم نے بنا کچھ کہے ناراض انداز میں اپنا بازو چھڑایا اور پھر سے کام شروع کیا۔
آج وہ چپ چاپ تھی۔۔۔ بلکل خاموش۔۔۔ شاید وہ مایوس ہو گئی تھی۔ اُسے اپنی حیثیت کا اندازہ ہو گیا تھا۔۔۔ اور یہ بھی کہ شاہ میر کبھی اُسے بیوی کا مقام نہیں دے گا۔ جو تھوڑی بہت اُمید اُسے شاہ میر سے تھی وہ بھی آج ختم ہو گئی تھی۔
"تمہیں میری بات سمجھ نہیں آرہی؟" وہ دھاڑا۔
"مجھے میرا کام کرنے دو۔" حرم ہلکی آواز میں بولی۔

"میں کہہ رہا ہوں چھوڑو یہ سب۔" اُس نے پھر اُسے ویسے ہی کھڑا کیا۔

"میری نظر میں گر گئے تم کل ہی۔۔۔ مجھے اب تمہاری کوئی ہمدردی نہیں چاہیے۔" حرم نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

شاہ میر اُس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"ہمدردی نہیں کر رہا۔ تمہیں کچھ ہو گیا تو ساری برادری یہی سمجھے گی کہ ہم نے تمہیں قتل کیا ہے۔ مجھے بالکل تمہاری فکر تمہارے لیے نہیں ہے۔ مجھے تمہاری فکر اپنے اور اپنی خاندان کی عزت کے لیے ہے۔" شاہ میر نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا۔

اُس کی بات سن کر حریم کا دل بری طرح سے ٹوٹا تھا۔ اُس کی آنکھوں کے کنارے نم ہو گئے۔ اُس نے انہی نم آنکھوں سے شاہ میر کو دیکھا اور اُسے دھکا دے کر وہاں سے بھاگ گئی۔

شاہ میر ایک قدم پیچھے لڑکھڑایا۔۔۔

حریم اب اس کی نظر سے اوجھل ہو گئی۔

وہ سلطانہ خاتون کے کمرے میں آیا۔

"اماں حریم کو کام کرنے کے لیے آپ نے کہا؟"

شاہ میر کا انداز دھیمّا تھا مگر تھوڑا خفا سا۔۔۔

"کون حریم؟" سلطانہ نے کہا۔

"میری بیوی.. وہ میرا مطلب ہے ونی۔" شاہ میر نے پہلے جلدی میں بیوی کہا پھر سلطانہ

بیگم کے خوف سے جلدی ہی ونی بول دیا۔

"میں نے اُسے دیکھا تک نہیں صبح سے۔ تم نے تو اُسے اپنے کمرے میں سلایا تھا نہ؟" سلطانہ بیگم کا انداز بہت جتانے والا تھا۔

"میں نے آپ کو وجہ بتائی تھی۔" وہ نظریں چراتے ہوئے بولا۔

"دیکھو شاہ میر، اب وہ ٹھیک ہے۔ تم جتنا اُس کا خیال رکھو گے وہ اتنا ہی خد کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی۔ جب تم نے اُسے ایک دن چھوڑ ہی دینا ہے تو اس سب کا کیا فائدہ؟ کونسا

تم نے اُسے ساتھ رکھنا ہے۔ یاں بیوی کا مقام دینا ہے۔۔۔ یاں وارث چاہیے تمہیں

اُس لڑکی سے۔۔۔ پھر کیوں نرمی دیکھا کر اُس کے دل میں اُمید جگا رہے ہو؟"

سلطانہ بیگم پیار کی مار دے رہی تھیں اُسے۔

"آپ غلط سمجھ رہی ہیں اماں، وہ مجھ سے شدید نفرت کرتی ہے۔ وہ میرے ساتھ رہنے کا

خد بھی نہیں سوچ سکتی۔ اور نا ہی تو وہ اُمید جگانے والوں میں سے ہے۔" شاہ میر بولا۔

"بہت جان گئے ہو اُسے اتنے کم دنوں میں؟" پھر معنی خیز انداز میں سلطانہ بیگم نے کہا۔

شاہ میر پریشان تھا کیوں کے سلطانہ بیگم مسلسل اُسے غلط سمجھ رہی تھیں۔

"اچھا اماں میں شہر کے لیے نکل رہا ہوں۔ ہفتہ وہاں رہوں گا۔ ایک کیس کا فیصلہ آنا ہے

اس وجہ سے۔" وہ کہتا ہوا اٹھا۔

(ایک ہفتہ۔۔۔) سلطانہ بیگم نے زیر لب کہا۔

وہ مراد کو ساتھ نہیں لے گیا تھا۔

تقریباً اگلے روز فجر کے وقت وہ کراچی پہنچا۔

وہ پیشے کے لحاظ سے وکیل تھا۔ یہ اُس کا پیشہ تھا۔ وہ وکالت اور سرداری کو ایک ساتھ لے کر چل رہا تھا۔

ایک ہفتہ وہ حویلی میں رہتا، اپنے علاقے کے لوگوں کے مسئلے مسائل سنتا اور اُن کو حل کرنے کی کوشش کرتا۔ تو ایک ہفتہ شہر آتا اور وکالت کو دیکھتا۔ اُس کی زیادہ تر رہائش شہر میں ہی ہوتی تھی۔

مگر جنید کے قتل کے بعد وہ زیادہ حویلی میں رہنے لگا تھا کیوں کہ اس کے والد بیمار تھے اور وہ حویلی چھوڑ کر نہیں جانا چاہتے تھے۔ اور سلطانہ بیگم دکھی تھیں تو شاہ میر کو لگا کہ اُس کے والدین کو اُس کی زیادہ ضرورت ہے اس وقت۔

وہ گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے گھر کے اندر آیا جہاں اُس کا ملازم ضمیر موجود تھا۔

"آپ اکیلے آئے ہیں آج صاحب؟" ضمیر نے اُسے بنا گارڈز کے دیکھا تو پوچھا۔

"ہاں، تنگ آ گیا ہوں میں گارڈز سے۔ ساری پرائیویسی ڈسٹرب ہو کر رہ گئی ہے میری ان کی وجہ سے۔" شاہ میر نے گھر کے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

یہ ایک نئے طرز کا خوبصورت بنگلہ تھا۔ جو خاص طور پر سلطان میر نے اپنے بیٹے شاہ میر اور جنید کے لیے لیا تھا سالوں پہلے۔ تاکہ وہ دونوں آرام سے شہر میں رہ سکیں۔ پھر شاہ میر تو امریکہ چلا گیا ماسٹرز کرنے مگر جنید کو پاکستان بھاتا تھا۔ اُس نے یہاں ہی اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی اور بہت پلاننگ کر رکھی تھی مستقبل کی۔ مگر زندگی نے ساتھ نہیں دیا۔ اب شاہ میر یہاں اکیلا رہتا تھا۔ اور عبید کو اُس نے دشمنوں کے خوف سے باہر ملک بھجوانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ عبید لاہور میں زیر تعلیم تھا۔

"صاحب کھانا لے کے آؤں آپ کے لیے ہوٹل سے؟ آپ بتا دیتے اپنے آنے کا تو میں بنا دیتا آپ کے لیے۔" ضمیر نے کہا۔

"نہیں بس میں آؤں کر رہا ہوں کچھ موبائل سے ہی۔" شاہ میر صوفے سے ٹیک لگاتے ہوئے بولا۔

کھانا کھانے کے بعد وہ سونے کے لیے لیٹ گیا اپنے کمرے میں۔ بہت تھکا ہوا تھا اتنی لمبی ڈرائیو جو کی تھی۔ ورنہ تو مراد ہی کرتا تھا۔

جیسے ہی اُس نے آنکھ بند کی حریم کی نم آنکھیں اُس کے سامنے آ گئیں۔

اُس نے آنکھیں کھول دیں۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد اُس نے پھر آنکھیں بند کیں۔۔۔ مگر پھر وہی حریم کی شکوہ کنہ آنکھیں۔۔۔

اُس نے پھر آنکھیں کھول دیں۔۔۔۔ پھر اُن آنکھوں نے ساری رات شاہ میر سلطان کو سونے نہیں دیا۔

شاہ میر کے جانے کے بعد سلطانہ بیگم نے مراد کو بلایا۔

"آپ نے یاد کیا؟" مراد نے کہا۔

"ہاں، نمبر ہے نہ تمہارے پاس شاہ نواز کے بھتیجے کا؟" سلطانہ بیگم نے کہا۔
"جی" مراد بولا۔

پھر انہوں نے ساجدہ سے کہا کہ ونی والی لڑکی کو لے آؤ۔

تھوڑی دیر بعد وہ حریم کو لے آئی۔

حریم سوالیہ نظروں سے اُنہیں دیکھنے لگی۔

وہ شاہانہ چال چلتی ہوئی حریم تک آئیں۔

لگتا ہے بہت نازک عصاب کی ملک ہو تم۔۔۔ اسی لیے جلدی بے ہوش ہو جاتی ہو۔"

سلطانہ بیگم نے کہا تو حریم نے غصے سے اُنہیں دیکھا۔

"آنکھیں دکھاتی ہے مجھے؟ بہت پر نکل آئے ہیں تمہارے شاہ میر کی نرمی کی وجہ سے۔۔" سلطانہ بیگم نے اُس کے بالوں کو اپنی مٹھی میں جکڑتے ہوئے کہا۔

حرم تکلیف سے کراہ رہی تھی اور اپنے بال چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"مراد ویڈیو بھرو" سلطانہ بیگم نے مراد کو حکم دیا۔۔۔

مراد سوچ میں پڑ گیا۔ وہ ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"سنا نہیں تم نے؟؟؟ میں کہہ رہی ہوں ویڈیو بھرو۔" سلطانہ بیگم اونچی آواز میں دھاڑیں۔

نہ چاہتے ہوئے بھی مراد نے ویڈیو بھرنی شروع کی۔

"منہوس لڑکی، بیغیرت بھائی کی بیغیرت بہن۔ بیغیرت باپ کی بیغیرت بیٹی۔" سلطانہ بیگم نے بالوں سے پکڑ کر اسے فرش پر دھکا دے کے گرایا اور۔ بولتی جا رہی تھیں۔

"تو کیا سمجھتی ہے کہ میں تجھے پھولوں کی سیج پر بٹھانے کے لیے ونی میں لیکے آئی ہوں؟؟؟"

سلطانہ بیگم نے اس پر لاتوں کی برسات کرتے ہوئے کہا۔

"تو کیا سوچ رہی ہے میں شاہ میر کی سوتیلی ماں ہوں تو تو اُسے مجھ سے چھین لگی اپنی چالاکیوں سے۔۔۔ بے ہوش ہونے کا نالٹک کرتی ہے شاہ میر کے آگے۔"

سلطانہ بیگم نے پھر اُسے بالوں سے دبوچا۔

"وہ میرا بیٹا ہے۔۔۔ میرے حکم کا غلام ہے شاہ میر، میرے اشاروں پر چلنے والا۔۔۔ انہوں نے اُسے بالوں سے پکڑ کر اب کھڑا کیا۔

"اور یہ تیرا حسن۔۔۔ تیزاب پھینک دوں گی میں تیرے اس حسین چہرے پر۔۔۔ پھر شاہ میر تجھ پر تھو کے گا بھی نہیں۔ خوبصورت عورت مرد کی کمزوری ہوتی ہے۔ تیری اس خوبصورتی کو میں ایسے داغ لگا دوں گی کہ تیری روح کانپ جائیگی۔" سلطانہ بیگم نے اُس کے جبرے کو پکڑتے ہوئے کہا۔

مراد ویڈیو بند کر چکا تھا۔

حریم اپنے دفاع میں نہ کچھ بول رہی تھی اور نا ہی تو خد کو بچانے کی کوشش کر رہی تھی۔

آج شاہ میر کے الفاظوں نے اسے جو تکلیف دی تھی اُس کے آگے سلطانہ بیگم کی تکلیف اُسے محسوس ہی نہیں ہو رہی تھی۔

www.urdu novels mania.com

"سنو" رات کو مراد نے کچن میں داخل ہو کر رازدارانہ انداز میں نوری کو پکارا۔

"بولو۔" نوری نے بھی ویسے ہی انداز میں جواب دیا۔

"یہ درد کی گولی ہے۔ یہ جا کر بھابھی کو دے آؤ۔" مراد بولا۔

"تمہارا تو کوئی بھائی یہاں نہیں رہتا۔۔۔ تو بھابھی کہاں سے آگئی؟" نوری کے مصومانہ سوال۔۔۔

"شاہ میر کی بیوی کی بات کر رہا ہوں۔" مراد نے ہلکی آواز میں کہا۔
 "نہ تو شاہ میر کی بیوی تمہاری بھابھی کیسے ہوئی؟" نوری نے کہا۔

"شاہ میر میرا دوست ہے۔ میں اُسے بھائی جیسا سمجھتا ہوں۔ تو اُس کی بیوی میری بھابھی ہوئی نا۔" مراد نے وضاحت کی۔

"اچھا۔۔۔" نوری نے اچھا کو لمبا کھینچے ہوئے کہا۔

"سردار بی بی نے آج انہیں بہت مارا ہے۔ درد ہو رہا ہوگا انہیں۔" مراد بولا۔

"تمہیں کیوں اتنی ہمدردی ہو رہی ہے اُس سے؟" نوری نے کہا۔

"تم کو جو کہا ہے وہ کرو۔" مراد نے اب کے سختی سے کہا۔

"اچھا، اچھا دیکے آتی ہوں۔" نوری گولی لیکے حریم کے پاس آئی جس کے جسم سے اس وقت سلطانہ بیگم کی مار کھانے کے بعد درد ٹپسیں اُٹھ رہی تھیں۔

"لے۔۔۔" مراد نے دیا ہے تمہارے لیے۔" نوری نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔
 اُسے لگا حریم سوچکی ہے۔

"مراد نے؟" حریم نے آہستہ آواز میں کہا کہ کہیں ساجدہ نہ جاگ جائے۔

"ہاں کہہ رہا تھا سلطانہ بیگم نے بہت مارا ہے تمہیں آج۔۔ تو درد ہو رہا ہوگا۔" نوری نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"پانی لادو۔" حریم نے بے بسی سے کہا۔ اُس کا انگ انگ درد سے دکھ رہا تھا۔
نوری نے اُسے پانی لاکے دیا اُس نے گولی کھالی۔
واقعی اُسے اس وقت درد کی گولی کی شدید ضرورت تھی۔
وہ پھر سے لیٹ گئی۔

(اس کا مطلب مراد کو مجھ سے ہمدردی ہے۔۔۔ اور مجھے اُس کی ہمدردی کا فائدہ اٹھانا چاہیے۔ جو درد کی دوا دے سکتا ہے وہ مدد بھی کر سکتا ہے۔)
حریم نے سوچا۔

سارا ہفتہ شاہ میر بے چین رہا۔ پھر آج واپس آیا حویلی۔ سفر بہت طویل تھا تو وہ تھک چکا تھا۔

سب سے پہلے سلطان میر کے پاس آیا۔ اُن سے کافی دیر باتیں کرتا رہا۔ پھر وہاں سے اٹھ کر سلطانہ بیگم کے پاس آیا۔

حالانکہ وہ تھک چکا تھا لیکن جتنا بھی تھکا ہوا ہو وہ اُن دونوں سے ملے بغیر نہیں سوتا تھا۔

سلطانہ بیگم کے کمرے سے نکل کر اُس کی نظریں لاشعوری طور پر حریم کو تلاش کرنے لگیں۔ لیکن وہ کہیں نظر نہیں آئی۔ اُس نے سوچا سو گئی ہوگی ضرور۔

وہ مایوس سا کمرے میں آگیا۔ تھوڑی دیر بعد دستک ہوئی تو نوری نے اجازت چاہی۔

"سائیں۔ سردار بی بی نے کہا کہ آپ سے کھانے کا پوچھ لو۔" نوری نے اپنے آنے کے مقصد بتایا۔

"نہیں، کھانا کھایا تھا میں نے راستے میں ہی۔ تم ایسا کرو میرے لیے ایک کپ چائے بنا کر لاؤ اچھی سی۔" شاہ میر نے کہا تو نوری چائے بنانے چلی گئی۔

تھوڑی دیر میں وہ چائے لائی اور سائڈ ٹیبل پر رکھا۔

"سنو، حریم کہاں ہے؟" وہ جانے لگی تو شاہ میر نے اُس سے پوچھا۔

"سو گئی ہوگی۔" نوری نے جواب دیا۔

"دیکھ آؤ۔ اگر جاگ رہی ہے تو اسے بلاؤ۔" شاہ میر نے کہا۔

"سنو... جاگ رہی ہو؟" نوری نے اس کے کان کے پاس سرگوشی کی۔

وہ کہاں سوئی تھی۔۔۔ بس پہلو بدلتی رہتی تھی دیر تک۔۔۔ نجانے کتنی دیر کوشش کے بعد جا کر نیند کی دیوی اُس پر مہربان ہوتی تھی۔

"ہاں کیوں کیا ہوا؟" حریم نے بیزارمی سے پوچھا۔

"شاہ سائیں بولا رہے ہیں تجھے۔" نوری نے کہا۔

"وہ تو شہر گئے تھے۔" حریم بولی۔

"ابھی آئے ہیں گھنٹہ پہلے۔" نوری نے کہا تو وہ اٹھی۔

(ماں نے بلا کر مارتھا۔۔۔ اب بیٹا مارے گا۔) حریم ہارے ہوئے جواہری کی طرح اٹھی۔

دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ۔" آگے سے شاہ میر کی آواز ابھری۔

وہ دروازہ کھول کر اندر آئی۔

شاہ میر دیوار کے سامنے کھڑا اپنی اور جنید کی تصویر کو دیکھ رہا تھا۔ پھر سر گھما کر حریم کو دیکھا۔

"حریم نے عجیب نظر سے اُسے دیکھا۔ شاید غصہ اور ناراضگی۔۔۔ یاں پھر اپنی

بے بسی۔۔۔ شاہ میر سمجھ نہیں پایا۔

وہ اُس کے قریب آ کر کھڑا ہوا۔ اور اسکے چہرے کو تکیں لگا۔

"کیسی ہو؟" شاہ میر نے پوچھا۔

"تم سے مطلب؟" کیوں بلایا ہے؟ جلدی بتاؤ مجھے نیند آرہی ہے۔ "اُس نے چہرہ دوسری طرف پھیرتے ہوئے کہا۔

شاہ میر نے محسوس کیا کہ آج اُس کے لہجے میں اکڑ کم تھی۔
اچانک شاہ میر نے اسے اپنے حصار میں لیا تو وہ چونکی۔

"دور ہو" اُس نے اُسے دکھا دیا مگر شاہ میر کی گراف مضبوط تھی۔

"مہرہ نیندیں حرام کر کے خود سونا چاہتی ہو؟" شاہ میر نے اس کی شال اُس کے وجود سے کھینچ کر دور پھینکتے ہوئے کہا۔

"بد تمیز" حریم نے اب کی بار زوردار دھکا دیا اور دروازے کی جانب بھاگی۔
شاہ میر نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"سارا ہفتہ نہ جانے میں نے کیسے گزرا ہے تمہارے تصور میں۔" شاہ میر نے پھر اُسے قریب کرتے ہوئے کہا۔

"انتہائی گھٹیا انسان ہو تم۔ مطلبی، ظالم، مکار، اور۔۔۔"

شاہ میر نے اُس کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے مزید بولنے سے روک لیا۔

"جیسا بھی ہوں تمہارا شوہر ہوں۔ اور شاہ میر سلطان نہ کسی کا حق مارتا ہے نہ اپنا حق چھوڑتا ہے۔" اُس نے اُس کی آنکھوں میں دیکھ کے کہا۔

صبح سے کچھ دیر پہلے ہی اُس کی آنکھ کھلی۔۔۔ اُس نے دیکھا شاہ میر سو رہا ہے۔ وہ اسے دیکھتی رہی۔

(سلطانہ بیگم۔۔۔ اپنے زوال کے لیے تیار ہو جاؤ۔۔۔ کیوں کے تمہارا بیٹا اس وئی میں آئی ہوئی لڑکی کے آگے ہار چکا ہے۔)

حریم نے شاہ میر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔ اُس کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ آگئی۔

وہ اٹھنے لگی تو شاہ میر نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔

"ساجدہ کے کمرے میں جا کر سو جاؤ۔۔۔ اماں کے اور ملازموں کے جاگنے سے پہلے۔"

شاہ میر نے نیند میں ڈوبی آواز میں کہا۔

حریم اپنے بالوں کا جوڑا بنانے لگی۔ اور چادر شمال اوڑھ کے اٹھی۔
کمرے سے باہر آگئی۔

لاؤنج میں ابھی کوئی نظر نہیں آ رہا تھا روشنی ٹھیک سے پھیلی نہیں تھی۔

وہ آکر اپنی چارپائی پر لیٹ گئی۔

(سلطانہ بیگم۔۔۔ کل میں نے واقعی ہارمان لی تھی اپنی۔۔۔ مگر اب نہیں۔۔۔ اپنے ایک ایک زخم کا بدلہ لوں گی تم سے۔۔۔)

اُس نے دل میں کہا اور آنکھیں بند کر لیں

صبح شاہ میر اپنے کمرے سے باہر نکلا تو دیکھا حریم راہداری میں پونچھا لگا رہی ہے۔ ایک پل کو دونوں کی نظریں چارہوئیں پھر حریم نے نظریں جھکا لیں۔ وہاں سے بار بار گھر کے دیگر ملازم اور شاہ میر کے گاؤں میں رہنے والے رشتے دار گزر رہے تھے۔ وہ آتے جاتے حریم کو دیکھتے۔

یہ منظر دیکھ کر شاہ میر کو غصہ آگیا۔ وہ سلطانہ بیگم کے پاس آیا۔

"اماں آپ اُس سے جو چاہے کام لیے لیں۔ کپڑے دھو لیں، یاں کچن کا سارا کام اُس سے کروالیں۔ کھانا بنو لیں، سارے برتن اُس سے منجوا لیں۔ مگر پلیزیہ پونچھے والا کام اُس سے مت کروائیں۔" وہ آتے ہی سلطانہ بیگم پر جیسے برس پڑا۔

سلطانہ بیگم ایک پل کو شذر رہ گئیں۔

"کیوں اُس نے تم سے شکایت کی ہے کیا میری؟" سلطانہ بیگم نے اپنے غصے کو قابو کرتے ہوئے کہا۔

"اماں، جیسی بھی ہے وہ میرے نکاح میں ہے۔ میری عزت ہے۔ آتے جاتے سب مرد اُسے دیکھتے ہیں۔ آخر میری بھی تو کوئی غیرت ہے۔ کیا مجھے اچھا لگے گا کہ حویلی کے مرد اُسے آتے جاتے دیکھیں۔ اور وہ اُن کے قدموں میں گر کر پونچھا لگتی پھرے؟" شاہ میر آج سخت خفا لگ رہا تھا۔

"اچھا، اچھا تم آرام سے ہو جاؤ۔ میں اُسے کچن کا کام سونپ دیتی ہوں۔" سلطانہ بیگم نے بات سبھالتے ہوئے کہا۔

"ہاں وہ مجھے کچن کے علاوہ کہیں اور حویلی میں نظر نہیں آنی چاہیے۔" شاہ میر کہتا ہوا اٹھا۔ شاہ میر وہاں سے چلا گیا تو وہ پریشان ہو گئیں۔

"سن لڑکی، سردار بی بی کا حکم ہے کہ آج سے تو کچن کا کام کرے گی۔ کھانا وغیرہ۔ آج سے یہ پونچھے والا کام چھوڑ دے۔" ساجدہ نے آکر کہا تو حریم حیرت سے دیکھنے لگی۔ "ایسے کیا دیکھ رہی ہے؟ چھوڑا سے اور کچن میں چل میرے ساتھ۔" ساجدہ نے کہا۔ وہ اُس کے تعاقب میں کچن تک آئی۔

"ہاں اور چھوٹے شاہ سائیں کا حکم ہے کہ تم کچن اور لاؤنج تک ہی محدود رہنا۔ جہاں حویلی کے مردوں کا گزر ہوتا ہے وہاں نہ جانا۔" ساجدہ نے کچن میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

(شکر اس پونچھے سے توجان چھوٹی میری) حریم نے دل میں شکر کیا۔

سلطانہ بیگم جلے پیر کی بلی کی طرح کمرے میں چکر کاٹ رہی تھیں۔

"یہ لڑکی تو۔۔۔ لگتا ہے شاہ میر کو قابو کر لیگی۔ کیا کروں میں اُس کا۔۔۔" سلطانہ بیگم نے کہا۔

"آپ صبر سے کام لیں۔ شاہ سائیں کے دل میں وہ لڑکی جگہ بنا چکی ہے۔ اب آپ کی ایک غلطی آپ کو چھوٹے سائیں سے دور کے سکتی ہے۔ پھر چھوٹے شاہ سائیں اسے شہر لے جائینگے اور آپ ہاتھ ملتی رہ جائیں گی۔" ساجدہ نے کہا۔

"یہی تو۔۔۔ شاہ میر کے آگے برا نہیں بننا میں نے۔ کچھ ایسا کروں کے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔" سلطانہ بیگم نے کہا۔

"ویسے سردار بی بی، کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ شاہ سائیں اُسے لے جائیں شہر۔۔۔ اور حویلی میں آپ کے بیٹے عبید سائیں کا راج شروع ہو۔۔۔ وہ سردار بن جائیں۔ شاہ سائیں تو آپ کے سکے نہیں۔ توجانے دیں انہیں۔۔۔" ساجدہ نے کہا۔

"نہیں۔۔۔ ابھی اس کا وقت نہیں آیا ساجدہ۔۔۔ ابھی عبید چھوٹا ہے۔ اور میں پہلے ظفر کو شاہ میر کے ہاتھوں مرواؤں گی۔ پھر اس ونی کو بھی شاہ میر کے ہاتھوں ہی الزام لگوا کر

مرواؤں گی۔ دونوں بہن بھائی شاہ میر کے ہاتھوں قتل ہونگے۔ تب میرے دل کو سکون آگیا۔ پھر میں شاہ میر کو دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال کر عبید کو سردار بناؤں گی۔ مگر ابھی مجھے شاہ میر سے بہت سارے کام کروانے ہیں۔ اور اس کے لیے مجھے شاہ میر کی ہر بات ماننی ہوگی۔ "سلطانہ بیگم نے کہا۔

"پھر آپ چھوڑ دینگی چھوٹے شاہ سائیں کو؟" ساجدہ کے دل کو کچھ ہوا۔۔۔

"نہیں، وہ بھی میرا بیٹا ہے۔ شاہ میر تو میرا غرور ہے، میرا فرماں بردار ہے۔ شاہ میر کے بغیر تو کے کچھ بھی نہیں ساجدہ۔۔۔ سچ یہ ہے کہ مجھے میرے سگے بیٹوں نے وہ مقام نہیں دیا جو شاہ میر نے دیا۔ اب عبید کو دیکھی جب سے جنید گیا ہے تب سے وہ پلٹ کر آیا ہی نہیں۔ یہ تک خیال نہیں کے ماں کس حال میں ہوگی۔ جنید بھی کم ہی میری خبر لیتا تھا۔ لیکن شاہ میر کو دیکھو۔ وہ ہر ہفتے صرف میرے لیے یہاں آتا ہے۔" سلطانہ بیگم نے آرام سے کہا۔

"پھر۔ اُن کی شادی؟" ساجدہ کو شاہ میر کی شادی کے متعلق تجسس تھا۔

"اُس کی شادی میں اپنی بھانجی کائنات سے کرواؤں گی۔ تاکہ شاہ میر ہمیشہ میری مٹھی میں رہے۔ شاہ میر میرا ہے میرا۔۔۔ اور میں اس میرے کو کھونے کے غلطی کبھی نہیں کروں گی۔" سلطانہ بیگم نے ایک عزم سے کہا۔

مراد نے وہ ویڈیو نہیں بھیجی تھی اور سلطانہ بیگم سے جھوٹ بولا کے بھیج دی ہے۔ یہ پہلا حکم تھا جس کی اُس نے تعمیل نہیں کی تھی۔

اُس کا دل کیا کہ وہ یہ ویڈیو شاہ میر کو دکھائے، تاکہ اُسے معلوم ہو کہ شاہ میر کے جانے کے بعد حریم کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے یہاں۔ مگر پھر خد کو روک دیتا۔ اُس کی ایک غلطی اُسے حویلی سے نکلوا سکتی تھی۔

شاہ میر سارا دن گھر سے باہر رہا۔ علاقے کے لوگوں کے مسئلے سنتا رہا۔ اس دوران بھی بار بار اُس کا دہان حریم کی طرف جا رہا تھا۔ رات دیر سے وہ تھکا ہارا واپس آیا۔ حویلی آتے ہی اسے پہلا خیال حریم کا آیا۔ اُس کے قدم خد بخود کچن کی طرف بڑھنے لگے۔ مگر وہ وہاں نہیں تھی۔

وہ اب اُس کی تلاش میں سرگرداں ساجدہ کے کمرے کو ڈھونڈنے لگا۔ لیکن اُسے معلوم نہیں تھا کہ ساجدہ کہاں سوتی ہے۔

وہ حویلی کے پچھلے طرف نکل آیا۔ اب اتنے ساری کمروں میں سے حریم کونسے میں سو رہی تھی اُسے اندازہ لگانا مشکل ہو رہا تھا۔

مایوس ہو کر کواپنے کمرے میں چلا آیا۔ پھر بھی اس انتظار میں جاگتا رہا کہ شاید حریم خود آجائے۔

(اُس نے میری گاڑی کی آواز سنی ہوگی۔ اُسے آنا چاہیے تھا۔) شاہ میر سوچ رہا تھا۔
(اُس دن بھی تو وہ میری گاڑی کی آواز سن کر آئی تھی اور بے ہوش ہونے کا ڈراما کیا تھا۔۔۔ تو اب کیوں نہیں آئی۔) شاہ میر کو اب سوچ سوچ کر غصہ آنے لگا۔

اُدھر حریم نے اُس کی گاڑی کی آواز سنی تھی۔ وہ جہاں سوتی تھی وہاں اندر داخل ہونے والی گاڑی کی آواز صاف آتی تھی۔ اور سردی کی وجہ سے خاموشی ہوتی تھی پنکھے کی آواز نہیں تھی تو آسانی سے سنا جاسکتا تھا۔

(ضرور میرے انتظار میں ہوگا۔۔۔ اگر میں گئی تو وہ مغرور ہو جائے گا۔ سمجھے گا میں اس کے لیے مری جا رہی ہوں۔ نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں اتنی آسانی سے نہیں جانے والی۔۔۔) اُس نے کہہ کر محاف اپنے اوپر تان لی۔

اگلی رات مجبوراً شاہ میر کو نوری کے ہاتھ پیغام بھجوانا پڑا تو وہ آئی۔

"اب کیا روز روز تمہیں ملازموں کے ہاتھ بلاوا بھجوانا پڑے گا؟" وہ اندر آئی تو شاہ میر سینے پر ہاتھ باندھے اُس کے سامنے کھڑا ہو گیا اور بولا۔

"مجھے کوئی الہام نہیں ہوا تھا کہ تم بلا رہے ہو۔" حریم نے چہرہ دوسری طرف پھیرتے ہوئے کہا۔

شاہ میر نے ایک آہ بھری۔

میں یہاں ایک ہفتے کے لیے آتا ہوں۔ اور اس ایک ہفتے میں مجھے کہنے کی ضرورت نہ پڑے تمہیں۔۔۔۔۔ جیسے ہی تم میری گاڑی کی آواز سنو۔۔۔۔۔ جیسے ہی سب سوجائیں تمہیں میرے کمرے میں موجود ہونا چاہئے۔" شاہ میر نے اُسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے حکم صادر کیا۔

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے تمہارے پاس آنے کا۔ کوئی مری نہیں جا رہی میں تمہاری قربت کے لیے جو تمہارے آنے سے پہلے پہنچ جاؤں یہاں۔" حریم نے کہہ کر خود کو اُس کی گرفت سے آزاد کیا اور سے بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"ویسے تو ہر وقت بیوی بیوی کی رٹ لگائی ہوتی ہے تم نے۔۔۔ اور بیوی کے فرائض یاد نہیں" شاہ میر اُس کے پاس آ کر کھڑا ہوا پھر سے۔

وہ سر اٹھا کر اُسے دیکھنے لگی عجیب نظروں سے۔

"تم نے بھی تو ونی ونی کی رٹ لگائی ہوتی ہے۔ اب میں بیوی ہو گئی؟" حریم نے طنزیہ کہا۔

شاہ میر اُسے دیکھے گیا۔

"صحیح کہتی ہی نوری۔ رسی جل گئی لیکن بل نہیں گیا۔" شاہ میر اُس کے قریب بیٹھ کر بولا۔
 "یہ نوری نے کہا؟ میرے متعلق؟" حریم کو غصہ آ گیا۔

"ہاں، یہ فقرہ تم اور صادق ہے بالکل۔" شاہ میر نے اس کی سامنے کی لٹ سے کھیلنے
 ہوئے کہا۔

"لگتا ہے بڑی بنتی ہے تمہاری نوری سے۔" حریم نے بتایا۔

"ہاں مجھے اُس کی معصومیت پسند ہے۔" شاہ میر نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے
 کہا۔

"پھر تو میں تمہیں بالکل بھی پسند نہیں ہوں گی۔۔۔" حریم کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ
 آ گئی۔

"ہو تو قابلِ قتل۔۔۔ جیسے کیلنچی کی طرح تمہاری زبان چلتی ہے نا۔۔۔ مگر۔۔۔" شاہ میر
 بولا۔

"مگر؟" حریم نے پوچھا۔

"مگر بلا کی حسین ہو۔" شاہ میر نے پھر سے اُسے حصار میں لیتے ہوئے کہا۔

"تو سردار شاہ میر سلطان، اس و فی میں آئی ہوئی لڑکی کے حسن کے آگے ہار گیا؟" حریم
 نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"سردار شاہ میر سلطان ہارتا نہیں۔۔۔ ہارا دیتا ہے۔۔۔ مگر تم نہیں سمجھو گی۔" شاہ میر نے عجیب سے انداز میں کہا تو حریم کو کسی انہونی کا احساس ہوا۔
 (کہیں یہ شخص میرے ساتھ کوئی گیم تو نہیں کھیل رہا) حریم سوچ میں چلی گئی۔
 "کیا سوچ رہی ہو؟" شاہ میر نے اُسے کھویا ہوا دیکھا تو پوچھا۔
 "کچھ نہیں۔" وہ پریشان ہو گئی۔۔۔ لیکن اپنی یہ پریشانی شاہ میر پر ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

صبح چھ بجے اُس کی آنکھ کھلی۔ اُس نے پہلے سمجھنے کی کوشش کی کہ وہ کہاں ہے۔
 اگلے ہی پل اُسے یاد آیا کہ وہ شاہ میر کے پاس ہے۔ اُس کے خد کو آرام سے شاہ میر کی گرفت سے آزاد کیا اور بیٹھ گئی۔ اب وہ اندھیرے میں پریشان بھیٹھی تھی۔ باہر کھڑکی سے آنے والی روشنی سے کمرہ ہلکا سا واضح تھا۔
 (سردار شاہ میر سلطان ہارتا نہیں۔۔۔ ہارا دیتا ہے۔۔۔ مگر تم نہیں سمجھو گی۔) اُسے شاہ میر کی کسی ہوئی بات یاد آئی۔ وہ اب بہت زیادہ پریشان ہو گئی تھی۔
 (یہ میرے ساتھ گیم کھیل رہا ہے) حریم نے پورے یقین سے کہا۔

(نہیں شاہ میر نہیں۔۔۔ حریم شاہ نواز کسی کو اپنے ساتھ گیم کھیلنے نہیں دیگی۔ اگر یہ تمہاری کوئی چال ہے تو تم پر ہی الٹی پڑے گی۔۔۔ تم مجھے جانتے نہیں ہو۔۔۔ (وہ سوچے جا رہی تھی۔ پھر اٹھنے لگی تو شاہ میر میں اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

"میرے پاس رہو۔" وہ نیند میں ڈوبی ہوئی آواز میں بولا۔

"تمہاری سوکالز ماں جاگ جائیگی۔" حریم نے کہا۔

"میری ماں کے بارے میں ایک لفظ بھی غلط کہا تو یہیں پر تمہاری قبر بنا دوں گا۔" شاہ میر نے سختی سے کہا تو حریم کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

(مجھے اس کے سامنے اُس عورت کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہنا چاہیے جب تک کے یہ خد نہ دیکھ لے اس کی اصلیت۔ بنا بنایا کھیل بگڑ جائیگا میرا۔) حریم نے دل میں سوچا۔ پھر اس کا دہان بٹانے کے لیے اُس کے بالوں میں انگلیاں پھر نے لگی۔

"مجھے جانا ہے۔ اس لیے کہہ رہی تھی۔ سب جاگ جائیں گے۔ تم نے خد ہی تو کہا تھا کہ سب کے جاگنے سے پہلے جانا۔" وہ بات بنانے لگی۔

"حریم" اُس نے بند آنکھوں سے اُس کا نام پُکارا۔

"کیا؟" وہ بولی۔

"نہیں رہ سکتا میں تمہارے بغیر۔" شاہ میر نے اُسے خد سے قریب کرتے ہوئے کہا۔

(میرے جذبات سے کھیلنا چاہ رہے ہو تم۔۔۔ یہ تمہاری چال ہے۔۔۔ میں ایسا ہونے نہیں دوں گی۔۔۔ یہ محبت کا کھیل میرے ساتھ مت کھیلنا سردار شاہ میر سلطان۔۔۔ بہت مہنگا پڑے گا یہ کھیل تمہیں۔)" حریم اب اُس کی گراف میں سوچ رہی تھی۔۔۔ اُسے کیا کرنا ہے آگے کی پلاننگ کرنے لگی۔۔۔

("مراد۔)" حریم نے زیر لب مراد کا نام دہرایا۔۔۔

"کتنی بد نصیب ہو تم۔" صبح جب وہ شاہ میر کے لیے ناشتہ بنا رہی تھی تو حلیمہ نے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ حلیمہ یہاں برتن دھوتی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا اُس بات سے؟" حریم کو غصہ آگیا

"ظاہر سی بات ہے۔۔۔ ونی میں آئی ہو۔ نوکر بنی ہوئی ہو۔۔۔ حالانکہ ہو تو سردار کے نکاح میں۔" حلیمہ نے کہا۔

"اپنی بھواس بند کرو تم۔" حریم نے کہا۔

"تم چاہو تو اپنا مقام پاسکتی ہو۔ اس حویلی پر راج کر سکتی ہو۔۔۔ بس میری بات اور عمل کرو۔ ورنہ ساری زندگی سلطانہ بیگم کی مار کھانی پڑے گی۔" حلیمہ بولی۔

حریم نے کوئی جواب نہیں دیا۔۔۔ وہ پریشان تھی۔

"شاہ سائیں کا دل مٹھی میں کر لو۔۔۔ سردار بی بی کا تخت صرف تم اُلٹ سکتی ہو۔ اور یہ تبھی ممکن ہے جب شاہ سائیں تم سے محبت کرنے لگ جائیں" حلیمہ نے کہا تو حریم نہ چاہتے ہوئے بھی سننے لگی۔

"شاہ سائیں پر اپنی محبتیں پنچاؤ کرو۔ انہیں اپنا اس قدر عادی بنا لو کہ وہ تمہارے بنا رہ ہی نہ سکیں۔ اب دیکھو ناشتہ کھانا سب تو نوری دیتی ہے انہیں۔۔۔ یہ سب تم خد کرو۔ بار بار اُن کے سامنے جاؤ۔ اپنی محبت اُن کے دل میں جگاؤ۔۔۔ رات کو جانے اسے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔۔۔ وہ ایک حسین خواب سمجھ کر بھوک جائیگا۔۔۔ محبت جگاؤ اُن کے دل میں اپنی۔" حلیمہ نے کہا تو نوری حیران ہوئی۔

(اس کا مطلب اس نے دیکھ لیا ہے مجھے شاہ میر کے پاس جاتے ہوئے۔۔۔ نہیں مجھے تو اپنی ساس کو سر پر از دینا ہے۔۔۔ جب اسے پتہ چلے گا کہ وہ دادی بننے والی ہے۔۔۔ ابھی تو نے یہ راز کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتی۔۔۔ جب تک مجھے کوئی خوشخبری نہیں مل جاتی تب تم مجھے اس تعلق کو پوشیدہ رکھنا ہے۔۔۔ تاکہ میں اُس وقت سلطانہ بیگم کا چہرہ دیکھ سکوں۔ جب یہ تعلق اپنا رنگ دکھائے گا۔ (حریم نے سوچا۔

"بھاردار جو تم نے منہ کھولا کسی کے آگے تو۔۔۔ شاہ سائیں تمہیں زندہ درگور کرنے دینگے۔" حریم نے دھمکی دی۔

"میں صرف تمہارا بھلا چاہتی ہوں۔ تم ان لوگوں کو جیسا سمجھ رہی ہوئے ویسے نہیں ہیں۔۔۔ یہ لوگ ناگ بنے بیٹھے ہیں۔ تمہیں ڈسنے کے لیے۔ شاہ سائیں کی قربت کی اپنی جیت سمجھنے کی غلطی ہرگز نہ کرنا۔۔۔ بس میں جیسا کہتی ہوں ویسا کرتی جاؤ۔" حلیمہ نے کہا۔

"کیا کرنا ہو گا مجھے؟" حریم اب پوری طرح سے حلیمہ کی طرف متوجہ تھی۔۔۔

حلیمہ کی ساری بات سننے کے بعد اب حریم سوچ میں پڑ گئی تھی۔ وہ کچن میں ہی کرسی پر بیٹھی اب کسی غیر مرئی نکتے کو تکے جا رہی تھی۔

"اب اتنا کیا سوچ رہی ہو؟" کیا یہ سب مشکل لگ رہا ہے تمہیں؟

حلیمہ نے اُسے کھویا ہوا دیکھا تو بولی۔

"یہ سب اتنا آسان نہیں ہے۔" حریم بولی۔

"پھر غلامی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ کیوں کے شاہ سائیں تم سے کچھ دن دل بہلا کر اپنی راہ لے لینگے۔" حلیمہ نے کہا۔

"اور اگر میں نے اُسے وارث دے دیا تو؟ کیا تب بھی؟" حریم کھوئی کھوئی سی بول رہی تھی۔

"وارث کے زوم میں مت رہنا۔۔۔ وہ اپنا بیٹا تم سے لیگا اور تم کو سلطانہ بیگم کے رحم و کرم پر چھوڑ دیگا۔ اور تمہارا بچہ اُس کی خاندانی بیوی پالے گی۔ اور بچے کو یہ پتہ بھی نہیں لگنے دینگے کہ اُس کی اصل ماں تم ہو۔" حلیمہ کی باتوں پر حریم کو یقین آ رہا تھا۔

(یہ عورت صحیح کہہ رہی ہے۔۔۔ یہ سب اتنا آسان نہیں تھا جتنا میں سمجھ رہی تھی۔ واقعی بچہ ہونے کے بعد بھی میرے ساتھ غلط ہو سکتا ہے)

"تم شاہ سائیں کے بھائی کے قتل کی بہن ہو۔۔۔ یہ بات کبھی مت بھولنا۔" حلیمہ نے اُس کا بازو دباتے ہوئے سرگوشی کی۔

"تمہیں مجھ سے اتنی ہمدردی کیوں ہو رہی ہے؟" حریم نے پوچھا۔

"کہتے ہیں دشمن کا دشمن بھی دوست ہوتا ہے" حلیمہ بولی۔

"کون ہے تمہارا دشمن؟" حریم نے پوچھا۔

"سلطانہ بیگم۔" حلیمہ نے کہا۔ حریم نے دیکھا۔۔۔ اُن کا نام لیتے وقت حلیمہ کی آنکھوں

میں عجیب سی وحشت اتر آتی ہے۔

"ایک ہی ہتیار استعمال کر سکتی ہو تم۔۔۔ عشق کا ہتھیار۔۔۔ شاہ سائیں کو اپنے عشق میں

بتلا کر دو۔"

حلیمہ نے کہا۔

"دشمن کی بہن سے کیسے عشق کرے گا سردار شاہ میر؟" حریم مایوس ہو گئی۔
 "بس میں جیسا کہتی جاؤں ویسا کرتی جاؤں۔" حلیمہ بولی۔

وہ سونے کے لیے لیتی تو ساجدہ کے سونے کا انتظار کرنے لگی۔ ساجدہ جلدی سو جاتی تھی۔
 شاہ میر ہفتہ گزار کر شہر چلا گیا تھا۔

حریم آہستہ آہستہ سے اٹھی اور اپنی سیاہ چادر اوڑھ کر کمرے سے باہر آئی۔
 پھر وہ حویلی کے ایک گنجان حصے میں آئی۔ جہاں مراد پہلے سے اُس کا منتظر تھا۔
 حریم نے حلیمہ کے ہاتھوں مراد کو پیغام بھیجا تھا کہ وہ آئے اُسے ضروری بات کرنی ہے۔
 "جی چھوٹی سردار بی بی آپ نے یاد کیا۔" جھکے ہوئے سر کے ساتھ انتہائی فرماں برداری
 سے مراد نے کہا تو حریم حیران ہو گئی۔ یہ پہلا شخص تھا جو اُسے ایسے مخاطب کر رہا تھا۔
 "تم سے کام تھا مجھے۔" حریم نے کہا۔
 "جی حکم کریں" مراد بولا۔

"کہہ تو ایسے رہے ہو جیسے میرے حکم کی تعمیل فوراً کرو گے" حریم کا انداز طنزیہ تھا۔
 "جی بالکل، اگر وہ سردار شاہ میر کے کسی حکم کے خلاف نہ ہوا تو۔" وہ بولا۔
 "مجھے میری ماں سے بات کرنی ہے۔" حریم نے کہا۔

مراد نے آہ بھری۔

"میں نے واضح کیا ہے کہ میں صرف اسی حکم کی تعمیل کر سکتا ہوں جو سردار شاہ میر کے حکم کے خلاف نہ ہو۔" مراد نے کہا۔

"کیا میرا حکم تمہارے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا؟" حریم نے کہا۔

"شاہ میر نے مجھے آپ کا خاص خیال رکھنے کو کہا ہے۔ لیکن آپ کی بات آپ کی والدہ سے نہیں کروا سکتا۔" وہ بولا۔

"اگر تم نے میری بات نہیں مانی تو اس کا انجام بہت برا ہوگا۔" میں تم کو حویلی سے نکلوا بھی سکتی ہوں۔" حریم نے دھمکی دی تو مراد پریشان سا اُسے دیکھنے لگا۔

"یقیناً شاہ میر ایسے انسان کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا جس کی اُس کی بیوی پر بری نظر ہو۔" ویسے میں شاہ میر سے بالکل بھی یہ نہیں کہوں گی کہ تم آدھی رات کو میرے کمرے میں آئے تھے۔" حریم نے معصومیت کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں نے ایسا کچھ نہیں کیا" مراد پریشانی سے بولا۔

"لیکن شاہ میر میرے جھوٹ کو بہت آسانی سے سچ مان لیگا۔" حریم نے اُس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

"میں آپ کا خیال رکھنا چاہتا ہوں۔ اور آپ مجھے یہ صلا دینگی؟" مراد کو دکھ ہوا۔

"جس ذہنی اور جسمانی تکلیف میں میرے شب و روز کٹتے ہیں اس حویلی میں ۔۔۔ ان حالات میں مجھ سے کوئی بعید نہیں ۔۔۔ میں کچھ بھی کر سکتی ہوں۔" حریم نے کہا۔

"اور تم وہی ہونے جو مجھے بچانے کی بجائے میری ویڈیو بھرتے ہو۔ جب تم یہ سب کر سکتے ہو اور تمہارا ضمیر نہیں کانپتا ایک معصوم لڑکی کی ویڈیو بھرتے ہوئے تو پھر میرا ضمیر بھی مرچکا ہے۔" حریم نے کہا۔

"میں بہت مجبور تھا چھوٹی سردار بی بی۔" مراد نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"مراد حسین۔۔۔ تم آج بھی مجبور ہو۔۔۔ تمہارے پاس میری بات ماننے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ ورنہ پھر شاہ میر کی غیرت پر ہاتھ ڈالنے والے کا وہ کیا حشر کر سکتا ہے تم مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہو۔" حریم نے کہا۔

"میں آپ کو معصوم اور مظلوم سمجھتا تھا۔" مراد کہے بنا نہیں رہ سکا۔

"مراد حسین۔۔۔ معصوم اور مظلوم اس ضمن میں کوئی بھی نہیں ہے۔۔۔ حالات انسان کو اپنے سانچے میں ڈھال دیتے ہیں۔۔۔ میں معصوم تھی۔۔۔ اور یہاں آکر نہیں رہی۔" حریم بولی۔

"ولید کا نمبر ملاؤ۔" حریم نے سختی سے حکم دیا۔

"میں کل تک آپ کی بات کروا دوں گا کسی اور نمبر سے، آپ میری بھی مجبوری سمجھیں۔
میں ناحق مارا جاؤں گا اگر شاہ میر کو پتہ چلا کہ میں نے اپنے نمبر سے رابطہ کیا ولید سے تو۔"
مراد نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ کل تک کا وقت ہے تمہارے پاس۔" حریم نے کہا اور اُس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

"شاہ میر۔۔۔ تو تو گیا کام سے۔۔۔ یہ لڑکی تجھ سے دس ہاتھ آگے ہے۔" مراد نے دل میں کہا۔

شاہ میر کے شہر جانے کا سن کر سلطانہ بیگم نے آج لاؤنج میں بی کریم کو طلب کیا تھا۔

"بڑی غیرت جگا دی ہے اس بیغیرت لڑکی نے شاہ میر کے دل میں۔۔۔۔۔ کہتا ہے اس سے ایسا کام نہ کرواؤں گے کوئی نامحرم اسے دیکھئے۔" سلطانہ بیگم صوفے پر بیٹھی بول رہی تھیں۔

ساجدہ اُن کے عقب میں کھڑی تھی۔

ساجدہ مراد کو بلاؤ۔ "ساجدہ نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔

حریم کو لگا کے مراد کو پھر سے ویڈیو کے لیے بلا رہی ہیں۔ مگر اُس کا اندازہ غلط تھا۔

"جی سردار بی بی۔" مراد سامنے آ کر کھڑا ہوا۔

اس لڑکی کو دیکھ رہے ہو؟ "سلطانہ بیگم نے حریم کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

مراد سمجھ نہیں پایا کہ سلطانہ بیگم کیوں ایسا پوچھ رہی ہیں۔

سلطانہ بیگم حریم کے پاس آئیں اور اُس کی شال اُس کے وجود سے کھینچ کر دور پھینک دی۔

حریم حیرت سے دیکھنے لگی۔ پھر اپنا شال اٹھانا چاہا مگر سلطانہ بیگم نے روک لیا۔

"تم نامحرم ہونہ اس کے لیے؟؟؟" سلطانہ بیگم نے مراد سے کہا۔

مراد ابھی تک نہیں سمجھا۔

"شاہ میر کہتا ہے اس لڑکی پر کسی نامحرم کی نظر نہیں پڑنی چاہیے۔" سلطانہ بیگم نے حریم کو مراد کی طرف دھکا دیتے ہوئے کہا۔

حریم لڑکھڑاتی ہوئی مراد سے جا لگی۔ مراد نے لاشعوری طور پر اُسے گرنے سے بچانے کے لیے تھام لیا۔

پھر اگلے ہی پل اُسے چھوڑ دیا۔

حریم نے زخمی آنکھوں سے سلطانہ کو دیکھا۔

"تیری عزت رول دونگی میں حویلی کے مردوں کے سامنے۔" سلطانہ بیگم نے پھر اُسے مراد کے پاس دھکا دیا۔

"سردار بی بی، یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ۔" مراد ضبط کھو بیٹھا۔

"اُسے اسی طرح بنا چادر کے لئے جاؤ وہاں جہاں سب مرد بیٹھتے ہیں۔" سلطانہ بیگم نے چیختے ہوئے مراد کو حکم دیا۔

"میں ایسا نہیں کر سکتا۔" مراد نے شال اٹھائی اور حریم کو اوڑھتے ہوئے بولا۔

"میں تو کر سکتی ہوں نا۔" سلطانہ خاتون نے حریم کو بازو سے پکڑ کر گھسیٹنا شروع کیا اور اُسے وہاں لیکے جانے لگی جہاں مردوں کی بیٹھک تھی۔

حریم خود کو چھڑانے کے کوشش میں لگی تھی۔ مگر بے سود۔۔۔

وہ اُسے گھسیٹنے کے انداز نے لیکے جا رہی تھیں۔

مراد اُن کے پیچھے بھاگا۔

"میں ہرگز آپ کو ایسا کرنے نہیں دوں گا۔" مراد نے اُنہیں روکنا چاہا۔

"ہٹ جاؤ میرے سامنے سے۔۔۔ میں اسے ذلیل کروں گی سب کے سامنے۔۔۔ بڑی

عزت دار بنتی ہے نایہ۔۔۔" سلطانہ بیگم نے غصے سے کہا۔

اب سب تماشہ دیکھنے کے لیے جمع ہونے لگے۔

حریم کو بہت برا لگ رہا تھا۔ وہ اُسے مردوں کے بیٹھک تک لے آئیں اور سب کے سامنے زمین پر پھینک دیا۔ اُس کی شال ایک بار پھر سے کھینچ لی اور اُس پر لاتوں کی برسات شروع کر دی۔

"بے غیرت لڑکی۔۔۔ میرے بیٹے کی غیرت بننا چاہتی ہے؟؟ میرے بیٹے کی غیرت؟ دو ٹکے کی لڑکی۔۔۔ میرے شاہ میر کو مجھ سے چھیننا چاہتی ہے؟" سب کھڑے ہو گئے کے یہ کیا ماجرہ ہے۔

"جان پیاری ہے تو سب یہاں سے غائب ہو جاؤ۔" مراد نے اپنی جیب سے پسٹل نکال کر سب کو دھمکی دی۔ سب جو وہاں موجود تھے کسی بوتل کے جن کی طرح غائب ہو گئے۔ "مراد تم اپنی اوکات میں رہو۔" سلطانہ بیگم نے کہا۔

"آپ کو اندازہ نہیں کے اگر آپ کی اس حرکت کا شاہ میر کو پتہ چلا تو انجام کی ذمہ دار آپ خد ہوں گی۔"

مراد نے غصے سے کہا اور حریم کو سہارا دے کراٹھایا۔ اور شال اُسے دی۔

"وہ میرا بیٹا ہے۔۔۔ اور صرف میرا یقین کرے گا۔ اس دو ٹکے کی لڑکی کا نہیں۔" سلطانہ بیگم نے کہا

"جیسے آپ دو ٹکے کی سمجھ رہی ہیں اس کی وجہ سے شاہ میر نے مجھ سے اب تک بات چیت بند کر رکھی ہے صرف اس لیے کہ اس دن میں نے انہیں بے ہوش ہوتا دیکھ کر تھام لیا تھا۔ تب سے لے کر شاہ میر مجھ سے ناراض ہے۔ اور مجھے اپنے ساتھ بھی نہیں لے کے جاتا۔ اور جب اُسے پتہ چلے گا کہ آج آپ نے کتنے مردوں کے سامنے ان کی تذلیل کی ہے تو وہ حویلی پلٹ کر ہی نہیں آئے گا۔۔۔ دو ٹکے کی نہیں رہی یہ لڑکی اب شاہ میر کے لیے۔ میں آپ کو آگاہ کرتا چلوں۔" مراد نے کہا اور۔ نوری کو آواز دی۔

"نوری انہیں اندر لیے جاؤ۔" مراد نے کہا

حریم کے منہ سے اب تھوڑا سا خون رس رہا تھا۔

اُس نے اپنا خون اپنی ہتھیلی سے صاف کرتے ہوئے سلطانہ بیگم کو دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں وحشت ہی وحشت تھی۔

(تم نے اچھا نہیں کیا سلطانہ بیگم) حریم نے جیسے نظروں سے انہیں پیغام دیا۔ پھر نوری کے ساتھ چلی گئی۔

"دیکھ لیا تم نے اس عورت کا بھیانک روپ؟" حلیمہ نے حریم کے ہونٹوں کے قریب زخم کو کپاس کے ٹکڑے سے صاف کرتے ہوئے کہا۔

"یہ بساط اُسے الٹی پڑے گی" حریم نے کہا۔

"یہ عورت اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جاسکتی ہے۔" حلیمہ نے اُس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں بھی اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے اب کسی بھی حد تک جاؤں گی۔" حریم کہاں ہار ماننے والی تھی۔

"ویسے مراد کہہ رہا تھا کہ شاہ میر نے میری وجہ سے اُس سے اب تک بات چیت بند کر رکھی ہے۔" حریم کو اچانک یاد آیا۔

"ہممم، اس کا مطلب وہ تمہیں اپنی غیرت تسلیم کر چکے ہیں۔" حلیمہ بولی۔

"ہاں شاید۔۔۔ اسی لیے اُس نے کہا کہ میں کچن تک ہی محدود رہوں۔" حریم نے اپنے زخم پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اس بات سے واضح ہے کہ شاہ میر سائیں تمہارے متعلق بہت سوچتے ہیں۔" حلیمہ نے کہا۔

"مجھے لگتا ہے شاہ میر میرے ساتھ کوئی کھیل کھیل رہا ہے۔ محبت کا کھیل" حریم نے کہا۔
 "تو تم بھی کھیلو اُس کے ساتھ۔۔۔۔۔ محبت کا کھیل۔۔۔" حلیمہ نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"تم سلطانہ بیگم کی جگہ لے لو۔۔۔ اور میں ساجدہ کی۔۔۔ ہم دو طاقتیں یکجاں ہو کر سلطانہ بیگم کو تخت سے تختے پر لا سکتی ہیں۔" حلیمہ نے کہا۔

"آخری کیا دشمنی ہے تمہاری سلطانہ کے ساتھ؟" حریم نے پوچھا۔

"وقت آنے پر بتاؤں گی۔" حلیمہ نے کہا۔

"تم تعلیم یافتہ ہو؟" حریم نے پوچھا۔

"ہاں۔" حلیمہ نے جواب دیا۔

"پھر یہاں کیسے آئیں؟" حریم نے پوچھا۔

"سلطان میرا لائے تھے مجھے۔۔۔" حلیمہ نے بتایا۔

"سلطان میر؟ میرے سسر؟" حریم حیران ہوئی

"ہاں۔۔۔ مگر میں سلطانہ کے متھے چڑھ گئی۔ جو تمہارے ساتھ ہو رہا ہے میرے ساتھ ہو چکا ہے۔" حلیمہ نے کہا تو حریم نے دیکھا اُس کی آنکھوں کے کنارے تر ہو گئے تھے۔

ہفتے بعد آج شاہ میر پھر واپس آیا تھا۔

"یہ تمہارے ہاتھ میں زخم کیسا؟ شاہ میر نے حریم کی کلائی دیکھتے ہوئے کہا۔

"گر گئی تھی۔ ٹھوکر لگی۔" حریم نے کہا۔

"آرام سے چلا کرو۔" شاہ میر بولا۔

رات کا ایک بج رہا تھا اور وہ شاہ میر کے سینے پر سر رکھے ہوئے تھی۔ شاہ میر اُس کے بالوں میں اُنگلیاں پھیرتا ہوا اُس سے باتیں کر رہا تھا۔

"اب تم جاتے ہو تو مجھے تمہارا انتظار رہتا ہے" حریم نے کہا۔

"اچھا۔۔۔ لگتا ہے اکڑ ختم ہو گئی تمہاری۔" شاہ میر مسکرا کر بولا۔

"عشق اچھے اچھوں کی اکڑ ختم کر دیتا ہے۔" حریم نے کہا۔

"اسکا مطلب تمہیں مجھ سے عشق ہو گیا ہے۔؟" شاہ میر نے پھر مسکراتے ہوئے

پوچھا۔

"مجھے نہیں پتہ۔۔۔ بس تمہارے بنا دل نہیں لگتا اب میرا۔" حریم نے اُس کی نثرٹ کے بٹن سے کھیلنے ہوئے معصومیت سے کہا۔

"شہر چلو گی میرے ساتھ؟" شاہ میر نے کہا۔

"کیا سردار شاہ میر سلطان میں اتنی ہمت ہے کہ مجھے شہر لے جائے؟" حریم نے کہا۔

"ابھی تم نے شاہ میر کی ہمت دیکھی ہی کہاں ہے۔۔۔" وہ بولا۔

"ہاں میرے سامنے تو ایک ایسا شاہ میرے جو اپنی ماں کے حکم سے مجھے تھپڑ مار دیتا ہے۔ میں نے واقعی شاہ میر سلطان کی ہمت نہیں دیکھی ہے۔" حریم کہتے ہوئے بیٹھ گئی۔

"تم ابھی تک وہ بات دل میں لیے بیٹھی ہو؟" شاہ میر نے اُس کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

"وہ کوئی بھولنے والی بات نہیں ہے شاہ میر۔" حریم نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اُس ایک تھپڑ کے بدلے میں اتنا پیار دونگا کہ سب بھول جاو گی۔" شاہ میر اس کے سامنے کی لٹ سے کھیلنے ہوئے بولا۔

"ایک نہیں دو تھپڑ مارے تھے۔" حریم کو یاد آیا۔

"اس کا مطلب میری بیوی کو ڈبل پیار چاہیے مجھ سے۔" شاہ میر کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔

"ایسا ہی سمجھ لو۔" حریم اُس سے لپٹتے ہوئے بولی۔

شاہ میر آج اُس پر حیران تھا۔۔۔ اُس کی نرم گفتار پر، اُس کے جذبات کے کھلم کھلا اظہار پر۔ آج وہ اُس سے پہلے کمرے میں موجود تھی۔ وہ سارا ہفتہ اُس پر اپنی محبت نچھاور کرتی

رہی۔ اُسے دکھایا کہ وہ اُس کے لیے تڑپ رہی ہے۔ اُس کے بولنے سے پہلے اُس کے پاس آنا۔۔۔ یہ سب دیکھ کر وہ حیران تھا۔۔۔ یہ لڑکی ہر روز اُسے حیران کرتی تھی۔

ہفتے کے اختتام پر وہ تیار ہو کی جانے لگا اور آئینے میں آخری بار اپنی تیاری کا جائزہ لے رہا تھا کہ حریم اندر آئی اور اُس کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔

"نہیں جانیں دونگی میں تمہیں خد سے دو اس ہفتے بھی۔" وہ شدتِ جذبات سے کہتی ہوئی اُس سے لپٹ گئی۔۔۔ شاہ میر حیران ہو گیا۔۔۔ وہ اُس پر حق جاتا رہی تھی۔۔۔ اور اب شاہ میر سلطان کے لئے اُسے چھوڑ کر جانا بہت مشکل لگ رہا تھا

شاہ میر کے جیسے قدم منجمد ہو گئے تھے۔ وہ سوچ میں پڑ گیا پھر حریم کی طرف پلٹا۔ "حریم، مجھے بہت ضروری کام سے جانا ہے۔" شاہ میر نے اُس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیتے ہوئے کہا۔

"کیا اتنا ضروری ہے؟" وہ معصومیت سے بولی۔

"ایک کیس کی ہیرنگ (سنوائی) ہے۔ جانا ضروری ہے۔" وہ بولا۔

"پھر جلدی آنا۔" حریم بولی۔

"کوشش کروں گا، کیوں کہ یہ ہفتہ بہت بڑی رہے گا۔" شاہ میر نے کہا۔

"میں انتظار کروں گی" وہ بولی۔

"اچھا میں چلتا ہوں۔ دیر ہو رہی ہے۔" وہ اُسکا گال چھوتے ہوئے بولا اور چلا گیا۔
(دیکھتی ہوں حلیمہ بیگم۔۔۔ تمہاری یہ ٹرک میرے کام آتی ہے کہ نہیں۔۔۔) وہ اب
آئینے میں اپنا عکس دیکھ رہی تھی۔

"میں تو کہتی ہوں کائنات بی بی کو بلا لیں جلدی سے۔۔۔ ورنہ یہ ونی والی لڑکی شاہ سائیں کو
لے اڑے گی۔ اور آپ ہاتھ ملتی رہ جائیں گی۔ جلدی اُنہیں بلائیں تاکہ وہ شاہ سائیں کے
دل میں اپنی جگہ بنا لیں اور جلدی شادی کے لیے راضی ہو جائیں شاہ سائیں۔ ورنہ آپ
دیکھ رہی ہیں سب۔۔۔ دل میں غیرت آگئی اُس کے لیے تو محبت بھی آجائے گی۔"
ساجدہ سلطانہ بیگم کے پاؤں دباتی ہوئی اُنہیں مشورہ دے رہی تھی۔
"بات تو تمہاری سولہ آنے صحیح ہے۔" سلطانہ بیگم بولیں۔
"جی بس جلدی یہ کام کریں اب۔" ساجدہ نے کہا۔

"میں ابھی آپا کو کہتی ہوں کہ کائنات کو بھیجے شاہ میر کے آنے سے پہلے ہی۔۔۔ نہیں
بلکہ مراد کو بھیجتی ہوں کہ وہ کائنات کو لیکے آئے۔" سلطانہ بیگم نے کہا۔
"ہاں یہ زیادہ مناسب رہے گا۔" ساجدہ بولی۔

سیاہ بیچارہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔

سفر کبھی طویل تھا وہ اچھا خاصہ چلکی تھی۔ اس کی گاؤں سے لیکر شاہ میر کے گاؤں تک راستہ چار گھنٹے کا تھا۔ اور دوپہر کو نکلے تھے اور اب شام ہونے کو آئی تھی۔

"اور کتنا راستہ باقی ہے؟" اس نے پریشان ہو کر مراد سی سوال کیا۔
"بس تھوڑا رہ گیا ہے۔" مراد بولا۔

مراد کو غصہ آ رہا تھا کیونکہ یہ لڑکی صبح سے نجانے کتنی بار اس سے یہ سوال کر چکی تھی حالانکہ وہ اس لڑکی سے زیادہ تھکا ہوا تھا کیونکہ اس نے تو چار گھنٹے کا سفر کیا تھا۔ لیکن اس کے برعکس مراد کو چار گھنٹے آنے میں لگے تھے اور چار گھنٹے واپس جانے میں یعنی کے آٹھ گھنٹے اس نے نان سٹاپ ڈرائیونگ کی۔

مراد نے بیک ویو مرر سے ایک غصے والی نظر اس پر ڈالی۔

وہ ایک بہت ہی ماڈرن لڑکی تھی۔ لیکن یہاں اس نے اپنا وجود نیلی شال میں چھپا رکھا تھا۔ شہر میں تو وہ ماڈرن ہی بن کر رہتی تھی مگر جب بھی وہ اپنے علاقے میں آتی تو وہ اسے علاقے کے حساب سے ہی ڈریسنگ کرنی ہوتی تھی۔

آج بھی وہ اسٹائل سے قمیض شلوار پر شال کو اوڑھے ہوئے بہت پیاری لگ رہی تھی۔

کل رات ہی اس کی ماں شائستہ بیگم کو سلطانہ بیگم فون کر کے فوری طور پر اسے حویلی آنے کو کہا تھا۔

اس کی ماں شائستہ بیگم نے اسے صاف سمجھا دیا تھا کہ اس نے شاہ میر کا دل جیتنا ہے اور ہر حال میں اسے شادی پر آمادہ کرنا ہے۔

شاہ میر کو اس نے بچپن میں دیکھا تھا۔ اور اس کے بعد اتنے سالوں بعد وہ اب حویلی جا رہی تھی۔

اس دوران اس کی پڑھائی چلے رہی تھی اور وہ شہر چلی گئی۔ وہ شہر میں ہی ہاسٹل میں رہتی تھی۔ اور یونیورسٹی سے اس نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی۔

سلطانہ بیگم کب سے اس کی تعلیم مکمل ہونے کے انتظار میں تھی جو کے اب ہو چکی تھی مکمل۔

بچپن سے ہی سلطانہ بیگم اور شائستہ بھی کم نہیں اس کے دماغ میں یہ بات فٹ کر دی تھی کہ اس کی شادی شاہ میر سے ہوگی۔

سلطانہ بیگم ہمیشہ شاہ میر سے کہتی تھی کہ وہ اس کے لئے لڑکیاں دیکھ رہی ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھیں کہ اپنی بھانجی کو جگہ دینے کے لیے اس نے شاہ میر کو زبردستی شادی کیلئے راضی کیا ہے۔

اور نہ ہی توشاہ میر ایسا تھا کہ کسی کے دباؤ میں آ کر شادی کر تا وہ اپنی مرضی کا مالک تھا۔
 ورنہ سلطانہ بیگم کیلئے مشکل نہیں تھا کہ وہ حکم دیتیں اور وہ مان جاتا۔
 لیکن شائستہ بیگم اور سلطانہ بیگم دونوں ہی کائنات کی پڑھائی مکمل ہونے کے انتظار میں تھے۔

اس نے اپنا گریجویشن مکمل کیا۔ اس لیے وہ فارغ ہیں اور ماسٹرز کرنے کا اُس کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

اس کی اپنی بھی دلی خواہش یہی تھی کہ اس کی شادی شاہ میر سے ہو۔ حالانکہ اس نے بچپن میں شاہ میر کو دیکھا تھا۔ اور اب صرف اس کی تصویر دیکھی تھی تو اسے اچھا لگا۔

ان کے خاندان میں خاندان سے باہر شادی کرنے کا رواج نہیں تھا۔ باہر سے لڑکیاں لائی تو جاتی تھی مگر اپنی لڑکیاں باہر کوئی بھی دینے کو تیار نہیں تھا۔

اس نے سوچا اگر اسے خاندان میں ہی شادی کرنی ہے تو شاہ میر ہی سب سے بیسٹ آپشن ہے اس کے لیے۔

اسے یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ شاہ میر خون بہا کے عوض ایک لڑکی سے نکاح کر کے اسے اپنے گھر لے کے آیا ہے۔

لیکن اس بات کی کوئی ٹینشن نہیں تھی کیونکہ وہ سمجھتی تھیں کہ وہ یقیناً خون بہا میں آئی ہوئی ایک لڑکی سے بہت بہتر ہے۔

اور اس یقین تھا کہ شاہ میر اسے بیوی کا درجہ نہیں دیگا اس کی حیثیت حویلی میں نوکرانی سے زیادہ کچھ نہیں۔

"اور کتنی دور ہے حویلی؟" - آدھے گھنٹے بعد اس نے پھر مرد سے وہی سوال کیا۔
مراد کو اب شدید قسم کا غصہ آگیا۔

"آپ چپ کر کے نہیں بیٹھ سکتی ہیں کیا؟" مراد نے غصے سے کہا تو وہ حیران ہو گئی۔
"ایک ڈرائیور کی اتنی مجال کی وہ مجھ سے اس طرح سے بات کرے؟" کائنات کو بھی غصہ آگیا۔

"میں اتنی جرات کر سکتا ہوں کہ ابھی اسی وقت اسی ویران سڑک پر آپ کو اُتار دوں اور گاڑی لے جاؤ۔" www.urdu novels mania.com
مراد نے غصے سے کہا۔

"خالہ سے شکایت لگاؤں گی تمہاری۔" اس نے غصے سے کہا۔
"میں کسی کا نوکر نہیں ہوں۔" مراد نے کہا۔
"نوکر نہیں ہو لیکن ڈرائیور تو ہونا؟" کائنات بولی۔

مراد نے گاڑی کو بریک لگا دی۔

"گاڑی کیوں روک دی ہے تم نے۔" کائنات پریشانی سے بولی۔

"اگر آپ خاموش نہیں رہیں تو میں یہیں پر آپ کو اتار کر آگے چلا جاؤں گا۔۔۔ پھر آپ اپنے گھر فون کر کے اپنے لئے گاڑی منگوا لیجیے گا۔" مراد نے کہا۔

"انتہائی بد تمیز انسان ہو تم۔ شرافت سے گاڑی چلاؤ ورنہ میں شاہ میر کو بھی فون کر کے تمہاری شکایت لگاتی ہوں۔" کائنات نے دھمکی دی ہے کہ اس کے پاس توشاہ میر کا نمبر ہی نہیں تھا۔

"نا آپ کے پاس شاہ میر کا نمبر ہے اور نہ ہی توشاہ میر کے موبائل میں آپ کا نمبر ہے میں اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ اب مجھے کوئی آواز نہیں آنی چاہیے آپ کی صرف پندرہ منٹ کا راستہ باقی ہے۔" مراد نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

اس کے غصے کو دیکھ کر کائنات واقعی ڈر گئی تھی اور اسی یقین ہو گیا تھا کہ یہ شخص واقعی اسے سنسان سڑک میں چھوڑ کر جا سکتا ہے۔

اس علاقے میں موبائل کے سگنل بالکل بند تھے ورنہ وہ اسی وقت سلطانہ بیگم کو فون کر کے سارا ماجرہ بیان کرتی۔

خدا خدا کر کے حویلی آگئی تو اس نے سکھ کا سانس لیا۔

"میرا سامان میرے کمرے میں لیکے آؤ۔" اس نے حکم دینے والے انداز میں کہا اور گاڑی کا دروازہ زور سے بند کیا۔

"انتہائی کوئی بد تمیزی ڈرائیور ہے آپ کا یہ۔" کائنات نہیں آتی ہیں سلطانہ بیگم سے مراد کی شکایت لگائی۔

"کیا مرادے تم سے بد تمیزی کی؟" سلطانہ بیگم نے پوچھا۔

"ہاں مجھ پر بہت غصہ کیا۔ اور یہ تک کہہ دیا کہ ویران سڑک پر اتار کر پھینک دوں گا۔" کائنات میں منہ بنا کر کہا اور صوفے پر بیٹھ گئی۔

"مراد ایسا کیوں کیا تم نے؟ تم جانتی نہیں یہ میری بھانجی ہے۔" سلطانہ بیگم نے کہا۔

"معذرت سردار بیبی لیکن میں خواتین کے کام نہیں کرتا آپ نے کہا تو میں چلا گیا۔ میں شاہ میر کا ملازم ہے اور صرف اسی کے کام کرتا ہوں۔" مراد نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

"واہ جی یہاں تو ملازموں کے ہی مزاج نہیں مل رہے تو مالک کیسا ہوگا۔۔۔" کائنات نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"میرا شاہ میر میرے لاکھوں میں ایک ہے۔" سلطانہ بیگم نے فخریہ انداز میں کہا۔

"دیکھ لیتی ہوں آپ کی شاہ میر کو بھی۔۔۔" کائنات نے کہا۔

حریم کافی دیر سے لاؤنچ میں موجود سلطانہ اور کائنات کی باتیں سن رہی تھی۔ لاؤنچ میں ہونے والی تمام گفتگو کی کچن میں آسانی سے سنی جاسکتی تھی۔

"یہ شاہ میر سائیں کے لیے لائی گئی ہے۔ شاہ سائیں کے دل میں تمہارے لئے نرم گوشہ کو دیکھ کر فوراً اسے بلایا گیا تاکہ تمہاری جگہ لے سکے یہ ہوگی شاہ میر کی خاندانی بیوی۔" حلیمہ نے شام کی چائے کا پیلا چڑھاتے ہوئے کہا۔

حریم کو واقعی خالص بیویوں والا غصہ آگیا تھا۔ اسی کائنات بالکل بھی اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

"میں ایسا ہونے نہیں دوں گی۔۔۔" وہ پریشانی سے بولی۔

"تمہارے پاس وقت بہت کم ہے۔ جو کرنا ہے اس قلیل مدت میں کرلو۔ ورنہ یہ لڑکی لے اڑے گی تمہارے شاہ سائیں کو۔" حلیمہ نے اُسے خوف زدہ کرنا چاہا۔

سارا کام ختم ہونے کے بعد وہ سونے کیلئے لیٹی تو اسے پریشانی سے نیند نہیں آ رہی تھی کائنات کا سوچ سوچ کر۔ اُسے لگا تھا کہ اس کے علاوہ شاہ میر کی زندگی میں کوئی اور لڑکی نہیں آ سکتی ہے اور وہ آسانی سے اس کے دل میں جگہ لے گی مگر آج وہ بہت پریشان اور مایوس ہو گئی تھی۔

یقیناً وہ لڑکی بہت خوبصورت تعلیم یافتہ تھی۔ تمام خوبیاں حریم میں بھی موجود تھیں۔ لیکن اب اس کی حیثیت ایک ونی میں آئی ہوئی لڑکی کے سوا کچھ نہیں تھی۔۔۔ ایسا اب حریم کو لگ رہا تھا۔

وہ پہلو بدل بدل کر کر تھک چکی تھی۔ اور نیند کسی طور اس پر مہربان ہونے کے لیے تیار نہیں تھی۔

اسے بند کرنے میں کونسا میں سونے لگا تو وہ اٹھی اور پاؤں میں چپل گھسیڑے۔ شال اوڑھا اور باہر نکل آئی۔

وہ لان میں آگئی اور وہاں پر موجود بیچ پر بیٹھ گئی۔ اس کھلی فضا میں بھی اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

(یہ مجھے ہو کیا رہا ہے آخر؟) اس نے خود سے سوال کیا۔

(میں اس شخص کو کھونے سے اتنی خوفزدہ کیوں ہو گئی ہوں؟ مجھے تو اس سے کوئی محبت نہیں ہے پھر میری ایسی حالت کیوں ہو گئی ہے میرا دم کیوں گھٹ رہا ہے؟ یہ تصور کہ وہ کسی اور سے محبت کرنے لگ جائے میرے لئے اتنا بھیانک کیوں ہے؟)

وہ پریشانی سے سوچتی جا رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا اور نہ ہی تو وہ کسی نتیجے پر پہنچ پارہی تھی۔

اسی لگا کے وہ غم کھا کر گر پڑے گی۔

(کیا وہ لڑکی شاہ میر کے دل میں اپنے لیے جگہ بنانے میں کامیاب ہو جائے گی؟ کیا واقعی شاہ میر اس کی محبت میں مبتلا ہو کر اسے شادی کر لے گا؟) وہ اب سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

مراد جو وہاں سے گزر رہا تھا اُس نے حریم کو وہاں بیٹھا ہوا دیکھا تو پریشان ہوا۔ اُس سے رہا نہیں گیا تو وہ اُس کے پاس آیا۔

"خیریت تو ہے آپ اس وقت یہاں کیوں بیٹھی ہوئی ہیں؟" مراد نے پریشانی سے پوچھا۔ وہ جو اپنی سوچوں میں غلطاں تھی مراد کی آواز سن کر اچانک چونک پڑی۔

"ہاں؟" حریم نے کھوئے ہوئے ہی جواب دیا۔

"میں پوچھ رہا ہوں آپ پریشان ہیں کیا جو اس وقت یہاں بیٹھی ہوئی ہیں؟" مراد پھر بولا۔

"نہیں میں تو پریشان نہیں ہوں بس ایسے ہی دم گھٹ رہا تھا میرا اندر۔" وہ بولی۔

"لیکن یہاں کافی سردی ہے آپ کو نہیں لگ رہی؟" مراد نے کہا۔

"جب انسان پریشان ہو تو اسے سردی گرمی نہیں لگتی ہے۔" حریم نے بے خیالی میں

کہا۔

"ابھی تو آپ کہہ رہی تھی کہ آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہے اور اب آپ کہہ رہی ہیں کہ آپ پریشان ہیں۔" مراد بولا۔

"تم جو مجھ سے اتنی سوالات مت کرو پلیمز۔" حریم پہلے ہی پریشان تھی اور اسے مراد کی سوالات مزید پریشان کر رہے تھے۔

"میں جانتا ہوں آپ کائنات کی آمد کی وجہ سے پریشان ہو گئی ہیں یہی بات ہے نا؟" مراد نے جیسے اس کا ذہن پڑھ لیا تھا اور بولا۔

حریم اس کی بات پر ایک پل کو حیران ہو گئی کہ کیسے اسے اندازہ ہو گیا اس کی پریشانی کا۔

"مجھے معاف کر دو۔۔۔ میں نے اس دن تم سے بہت غلط باتیں کی تھیں۔۔۔ مجھے ایسی

باتیں نہیں کرنی چاہیے تھی مگر مجھے جب کچھ سمجھ نہیں آتا ہے تو اول فول بول دیتی

ہوں۔" حریم کو لگا کہ یہ مراد کا دل دکھانے کی سزا ہے۔ حالانکہ کے مراد نے تو اس کی

بہت مدد کی ہے۔ اگر مراد اُس دن اُسے نہ بچاتا تو سلطانہ خاتون نے اسے ذلیل کرنے میں

کوئی کسر نہیں چھوڑ رکھی تھی۔

"میں آپ سے ناراض نہیں۔۔۔ لیکن میں اتنا ضرور کہوں گا کہ اپنی معصومیت کو کھونے نہ

دیں۔" مراد بولا۔

"جب کسی انسان پر حد سے زیادہ ظلم ہونے لگے تو وہ خود بخود اپنی معصومیت کو دیتا ہے۔ جو سلوک اس حویلی میں میرے ساتھ ہو رہا ہے وہ مجھے باغی بنانے کے لیے کافی ہے۔" حریم نے کہا۔

مراد بیچ کے دوسرے کونے میں بیٹھ گیا۔

"اگر آپ سچے دل سے سوچیں تو ان لوگوں کے ساتھ بہت نا انصافی ہوئی ہے۔ سلطانہ بیگم کا جوان جہان بیٹا بے موت مارا گیا۔ شاہ میر نے اپنا عزیز ترین بھائی کھو دیا۔ مجھے آج بھی وہ منظر یاد آتا ہے تو میرا دل کانپ جاتا ہے۔ جنید کی خون سے بھری ہوئی لاش اس حویلی میں لائی گئی تو وہ منظر کسی قیامت سے کم نہ تھا۔ شاہ میر کی اس وقت جو حالت تھی میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا کیونکہ اسے اس کا بھائی بے حد عزیز تھا۔ میں شاہ میر کی رگ رگ سے واقف ہوں۔ اچھا انسان ہیں لیکن حالات نے اسے بھی ایسے ہی باغی بنا دیا ہے جیسا کہ آپ کو۔۔۔ اس کے ساتھ بھی حد سے زیادہ ظلم ہوا ہے۔۔۔ آپ اپنے ادا سائیں کو مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ اس لیے آپ نے قربانی دی اور آپ یہاں آگئی خون بہا کے عوض۔ لیکن شاہ میر کے لئے تو کچھ نہیں رہا اب کہ وہ اپنے بھائی کو بچانے کے لیے کوئی قربانی دے دے۔" مراد نے کہا تو حریم شرمندہ ہوئی۔

"اگر حقیقت اس کے بالکل برعکس ہو تو؟؟؟ اگر میرے اداسائیں نے جنید کو نہیں مارا تو؟؟؟" وہ بولی۔

"پورے ایک مجھے نے آپ کے بھائی کو دیکھا ہے گولی چلاتے ہوئے۔" مراد نے کہا۔
 "اداسائیں نے کہا کہ ان کا گولی چلانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔۔۔ وہ جنید کو جان سے نہیں مارنا چاہتے تھے۔ بلکہ جنید ان پر گولی چلانے والا تھا انہوں نے صرف اپنے بچاؤ میں گولی چلائی۔ اور سیلف ڈیفنس میں کیا جانے والا قتل قتل نہیں ہوتا ہے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ میرے بھائی کو میرے باباسائیں نے بھی صفائی کا کوئی موقع نہیں دیا۔" وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں بولے جا رہی تھی اور مراد اُسے سن رہا تھا۔

"یہ ایک من گھڑت کہانی ہے جو ظفر نے آپ سب گھروالوں کو سنائی ہے اس میں کسی قسم کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔" مراد بولا۔

"میری نظر میں تو قاتل جنید ہے جو اداسائیں کو قتل کرنے کے ارادے سے آیا تھا۔۔۔ جب اداسائیں نے دیکھا کہ وہ اس پر گولی چلانے والا ہے تو بے اختیار اداسائیں نے گولی چلا دی۔ ہر انسان اپنے آپ کو بچانے کے لیے ایسا کرتا ہے۔ لیکن اصل قاتل وہ ہے جو قتل کے ارادے سے آیا تھا۔" حریم نے کہا۔

"معذرت مگر مجھے اس بات میں کسی قسم کی کوئی صداقت محسوس نہیں ہو رہی ہے" مراد بولا۔

"سچ اور جھوٹ کا فیصلہ خدا کرے گا۔ تو پھر ہم خدا پر ہی چھوڑ دیتے ہیں۔" حریم بولی۔
 "میں تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں تم نے مجھے اس دن بچا لیا۔۔۔ ورنہ سلطانہ خاتون نے تو۔۔۔" حریم آگے کچھ بول ہی نہیں پائی۔

"وہ خواتین کے آگے چاہئے آپ کے ساتھ جو سلوک کریں میں کچھ نہیں بول سکتا مگر میں کسی بھی عورت کو اس طرح سے مردوں کے مجھے میں ذلیل ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔ خاص کر اس عورت کو جو میرے دوست کی بیوی ہو۔" مراد بولا۔

"تم بول رہے تھے کہ شاہ میر تم سے میری وجہ سے ناراض ہے اب تک؟" حریم کو یاد آیا۔

"یہاں پر سب لوگ اپنی بیویوں کے معاملے میں بہت زیادہ غیرت مند ہیں۔ اس دن سلطان خاتون نے آپ کے ساتھ جو سلوک کیا اگر شاہ میر کو معلوم ہو گیا تو بہت برا ہوگا۔ لیکن آپ شاہ میر کو بتانے کی غلطی نہ کرنا جب تک وہ خود اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لے۔ کیونکہ وہ سلطانہ بیگم پر اندھا اعتماد کرتا ہے۔ اور ان سے سچی محبت بھی کرتا ہے۔ ان کے خلاف ایک لفظ نہیں سن سکتا۔" مراد نے کہا۔

"نہیں میں نے اسے کچھ بھی نہیں بتایا میں جانتی ہوں کہ اس کے دل میں سلطانہ بیگم کے لیے کیا مقام ہے۔ میں بھی اس دن کے انتظار میں ہوں جب وہ اپنی آنکھوں سے سب دیکھے۔" حریم بولی۔

"اور یہ نوبت سلطانہ بیگم آنے نہیں دیں گی۔" مراد نے کہا۔
وہ دونوں بہت دیر تک وہاں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔

حریم کو محسوس ہوا کہ اس کے ذہن کا کافی بوجھ ہلکا ہو گیا ہے مراد سے باتیں کر کے۔ اسی بالکل بھول گیا کہ وہ کس بات کے لئے تھوڑی دیر پہلے پریشان ہو کر باہر آئی تھی۔

شاہ میر کمرہ عدالت میں بیٹھا تھا۔ وکیل دفع بہت کچھ بول رہے تھے۔ کمرہ عدالت میں بہت کچھ ہو رہا تھا لیکن شاہ میر تو وہاں ہوتے ہوئے بھی وہاں نہیں تھا جیسے۔
وہ جسمانی طور پر تو وہ آتا لیکن ذہنی طور پر نہ جانے کہاں تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار حریم کا چہرہ آ رہا تھا۔۔۔ اس کی سماعتوں میں حریم کی کہی ہوئی باتیں گونج رہی تھیں۔ حریم کا لمس اسے اپنے بہت قریب محسوس ہو رہا تھا۔
اس کی ایسی کیفیت پہلے کبھی بھی نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اس بار حریم کا بدلہ ہوا رویہ دیکھ کر وہ اس کے بارے میں زیادہ ہی سوچ رہا تھا۔

سارا دن مصروف گزارنے کے بعد وہ گھر آیا۔

"صاحب کھانا لگا دوں؟" ضمیر نے کہا۔

"ہاں لگا دو۔" اُس نے کیا اور ڈائننگ ٹیبل پر آ کر بیٹھ گیا کھانا کھانے کے لئے۔

کھانا کھاتے وقت بھی اسے وہی خیال آ رہا تھا۔ اور جب میں سونے کے لئے لیٹا تو نیند کی بستیاں سے کوسوں دور نظر آ رہی تھی۔

وہ آنکھیں بند کرتا تو حریم کا چہرہ نظر آتا۔ سونے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی باتیں یاد آتیں۔

یہ ایک ہفتہ نہ جانے کیوں اسے ایک صدی کے برابر لگ رہا تھا اس بار جو ختم ہونے پر ہی نہیں آ رہا تھا۔

خدا خدا کر کے یہ ہفتہ بھی اختتام پذیر ہوا۔ اس نے فوراً حویلی کی طرف دوڑ لگائی۔ مگر وہاں صرف حریم ہی نہیں بلکہ کوئی اور بھی اس کی منتظر تھی۔۔۔

حریم کچن میں رات کا کھانا بنا رہی تھی کہ اسے شاہ میر کی آمد کی اطلاع ملی۔ پہلی بار اس کی آمد کا سن کر حریم کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اسے اپنی دھڑکنوں پر قابو پانا مشکل لگ رہا تھا۔

جب سے کائنات آئی تھی اسے اپنی حالت غیر نظر آرہی تھی۔ ہر لمحہ اس کا اسی فکر میں گزر رہا تھا کہ کہیں شاہ میر کائنات کو دیکھ کر اس کی محبت میں مبتلا نہ ہو جائے اور اس سے شادی نہ کر لے۔ عدم تحفظ کے ایک خوف نے اسے گھیر رکھا تھا اتنے دنوں سے۔

ہزار بار وہ اپنے دل کی اس بات کو جھٹلا رہی تھی جو گواہی دے رہا تھا کہ اسے شاہ میر سے محبت ہو گئی ہے۔ لیکن وہ بار بار انکار کر رہی تھی اور اپنے اس انکار پر صادق نہیں تھی۔

(مجھے ایسے انسان سے ہرگز محبت نہیں ہو سکتی جو میرے بھائی کی جان کا دشمن بنا ہوا ہے۔) وہ بار بار اپنے دل کی گواہی کا یہی جواب دے رہی۔ لیکن اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے دلائل بہت کمزور ہیں اس بار۔

(اگر یہی بات ہے پھر تو شاہ میر مجھ سے کبھی بھی محبت نہیں کر سکتا کیونکہ شاہ میر تو صرف میرے بھائی کی جان کا دشمن بنا ہوا ہے حالانکہ میرے بھائی نے تو اس کے بھائی کی جان ہی لے لی تھی۔ اس حساب سے تو شاہ میر کی نفرت مجھ سے بجا ہوگی۔ ہمارے بیچ صرف نکاح کا رشتہ نہیں ہے بلکہ دشمنی کی ایک بہت مضبوط دیوار جو شاید اب کبھی نہ گر سکے۔ اور میں کیسے سوچ رہی تھی کہ میں اس کا دل جیت لوں گی حالانکہ میں اس کے بھائی کی قاتل کی بہن اور وہ یہ بات کبھی نہیں بھولے گا۔) وہ اپنی سوچوں کی جنگ لڑ رہی تھی لیکن کسی نتائج پر پہنچ نہیں پا رہی تھی۔۔۔ وہ جلد از جلد کسی نتائج پر پہنچنا چاہتی تھی۔

(اس کا میری طرف آنا ایک فطری طلب ضرورت کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ مجھے محبت کے خواب نہیں دیکھنے چاہئیں۔ کائنات سے تو شاید اُسے واقعی محبت ہو جائے مگر مجھ سے کبھی نہیں ہوگی۔۔۔ اقصاف میں کتنی بے وقوف ہوں۔) وہ خود کو ملامت کرنے لگی۔

"شاہ سائیں کے لیے جلدی کھانا نکالو۔" نوری نے حکم دیا۔

اس نے کھانا نکالا اور نوری کے حوالے کر دیا۔

"تم خود کیوں نہیں لے کر گئی ہو کھانا بیوقوف لڑکی؟" حلیمہ کو اس پر غصہ آ گیا۔

"میں مزید اپنی ذات کو اس کے سامنے حقیر نہیں بنا سکتی۔ تمہاری کہنے پر میں نے پچھلا سارا ہفتہ اسے یہ جھوٹ بولا کہ مجھے اس سے محبت ہے ہر پل اسے یہ باور کرایا۔۔۔ لیکن اب مجھ سے یہ سب نہیں ہوگا اور مجھ سے یہ سب کرنے کو کہنا بھی نہیں۔" حریم نے ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ کہا۔

"کیا تم نہیں دیکھ رہیں کہ ایک ظالم عورت نے اسے بے تحاشا محبت دے کر اسے اپنا غلام بنا لیا ہے؟؟؟ یہ محبت ہی ہے جو شاہ میر کو ہرا سکتی ہے۔ اور اسی محبت سے تم شاہ میر کو جیت سکتی ہوں۔ اس کی فطرت یہی ہے کہ وہ محبت کرنے والوں کی قدر کرتا ہے۔ اسی لئے وہ سلطانہ بیگم کی قدر کرتا ہے۔ کیوں کہ سلطانہ بیگم نے ہر پل اسے یہ باور کرایا ہے کہ وہ اس سے اپنے سگے بیٹوں سے زیادہ محبت کرتی ہیں۔ میں تم سے بار بار کہہ

رہی ہوں شاہ میر کو محبت کی مار دو۔" حلیمہ نے کہا لیکن حریم کو آج اس کی بات سے اتفاق نہیں تھا وہ بہت مایوس تھی آج۔

"میں ان کے کام کر کے ان کی جسمانی غلام تو بن سکتی ہوں۔ لیکن اپنی ذات کو ان کے آگے پیش کر کے ان کی ذہنی غلام نہیں بن سکتی۔" حریم کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا بولے اس کا دماغ ماؤف ہو چکا تھا۔

"پچھلے ہفتے میں کرنے والی محبت کا اثر تم دیکھ لینا اب۔ میں نے یوں ہی اتنے سال اس حویلی میں نہیں گزارے۔ سب کی فطرت سے کافی حد تک شناسا ہو چکی ہوں۔" حلیمہ نے کہا۔

"ابھی میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے میرا ذہن ماؤف ہو چکا ہے۔ میں ابھی اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔" حریم نے اپنا سر دبا دیتے ہوئے کہا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا اس کے سر میں بہت زیادہ بوجھ پڑ گیا ہے۔

اس کے ذہن میں صرف اس وقت شاہ میر اور کائنات کی پہلی ملاقات کا خوف بیٹھا ہوا تھا اور اس سے آگے اس سے کچھ سوچا نہیں جا رہا تھا۔۔۔

وہ یہی سوچے بیٹھا تھا کہ حریم کھانا لے کر آئے گی مگر ایسا کچھ نہیں ہوا تو اسے مایوسی ہوئی۔

"حریم کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟" اس نے نوری سے پوچھا۔

"ٹھیک ہی ہوگی۔ اس کے تو مزاج ہی نہیں ملتے کسی سے۔" نوری نے بیزاری سے کہا۔

"تمہیں حریم پسند نہیں ہے؟" شاہ میر نے دلچسپی سے سوال کیا۔

"ایک آنکھ نہیں بھاتی مجھے سچ بتاؤں تو۔ اگر وہ نوکر بن کر گھر میں آئی ہے تو نوکر بن کر

رہے۔ مجھ سے ایسے بد تمیزی سے بات کرتی ہے مجھے اچھا نہیں لگتا ہے۔ کون سا میری

مالکن ہے وہ۔ مجھے کہتی ہے اپنی اوقات میں رہو۔۔۔ اور خود اپنی اوقات بھول گئی ہے کہ

وہ وفی میں آئی ہے۔" نوری نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"وہ تمہاری مالکن ہے۔ کیونکہ وہ میری بیوی ہے" شاہ میر نے کھانا شروع کرتے ہوئے کہا۔

"تو پھر وہ آپ کے ساتھ کیوں نہیں رہتی ہے؟ وہ ملازموں کے ساتھ کیوں رہتی ہے؟"

نوری نے سوال کیا۔

"تم اپنے چھوٹے سے ذہن پر اتنا زور مت ڈالو۔" شاہ میر بولا۔

نوری کے جانے کے بعد وہ یہی سوچتا رہا کہ حریم آنے لگی مگر وہ پھر بھی نہیں آئی۔

"یہ کائنات ہے میری بھانجی۔ جانتے تو ہو گے تم اسے؟" شاہ میر جب سلطانہ بیگم کے کمرے میں آیا تو وہاں کائنات بیٹھی ہوئی تھی۔ سلطانہ بیگم کائنات کا تعارف کراتے ہوئے کہا تو شاہ میر نے ایک نظر اسے دیکھا۔

"مجھے لوگ یاد نہیں رہتے ہیں۔ مجھے بالکل بھی ان کے متعلق کچھ یاد نہیں ہے۔" شاہ میر نے صاف گوئی سے کہا تو کائنات کو مایوسی ہوئی۔

"ایک دو بار بچپن میں آئی تھی آپ کی اس حویلی میں۔ مجھے تو یاد ہے شاید آپ کو یاد نہیں۔" کائنات کو برا لگا تھا اس کا یوں انجان بنا۔

"معذرت لیکن بچپن کے حوالے سے میری یادداشت کافی کمزور ہو چکی ہے۔" شاہ میر بولا۔

(اگر تو دیکھو جانب کی۔۔۔) کائنات نے دل میں کہا۔

پھر کافی دیر تک شاہ میر ان کے کمرے میں بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔

ان سے بات کرنے کے دوران بھی بار بار اس کا دھیان حریم کی طرف ہی جا رہا تھا۔ وہ جو کچھ سوچ کر آیا تھا ویسا کچھ نہیں ہوا۔

اسے حویلی واپس آئے ہوئے چھ گھنٹے بیت چکے تھے۔ وہ شام کو آیا تھا اور اب رات کے بارہ بج رہے تھے۔

وہ تھکا ہوا تھا لیکن اُسے نیند نہیں آرہی تھی۔ وہ لاشعوری پر حریم کے انتظار میں تھا اور اسے غصہ آنا شروع ہو گیا تھا۔

ادھر حریم کی بھی یہی حالت تھی۔ وہی سوچ سوچ کر پریشان تھی کہ سلطانہ بیگم کے کمرے میں شاہ میر تقریباً ڈھائی گھنٹے بیٹھا رہا۔ اور ان ڈھائی گھنٹوں میں کائنات بھی اسی کمرے میں موجود تھی۔

(ضرور اسے کائنات کا حسن بھا گیا ہوگا۔ جیسے کہ میرا بھا گیا تھا۔ وہ ایک حسن پرست انسان ہے۔ میں خواہم خواہ میں اس کے آگے بچھی جا رہی تھی۔ اپنی ذات کو اتنا ڈمی گریڈ کر دیا میں نے حلیمہ کے کہنے پر۔ بہت بڑی غلطی ہو گئی مجھ سے۔ اب اگر اس نے بلایا بھی تو نہیں جاؤں گی۔) وہ اندھیرے کمرے میں چارپائی پر لیٹی ہوئی سوچ رہی تھی کہ اچانک سے نوری نے آکر اسے جھنجھوڑا۔

"اٹھو، شاہ سائیں تمہیں بلارہے ہیں۔" نوری نے کہا تو اس کا دل کسی پتے کی مانند لرزنے لگا۔

کافی دیر تک تو وہ سوچتی رہی اٹھی نہیں۔ لیکن پھر خود کو روک نہیں پائی۔ کب سے اُس کی آنکھیں شاہ میر کے دیدار کی منتظر تھیں۔

وہ اندر آئی تو شاہ میر جو لیٹا ہوا تھا اسے دیکھ کر ایک دم سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے قریب آیا۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟" شاہ میر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اُسے وہ واقعی آج مرجھائی ہوئی سی لگ رہی تھی۔

حریم نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"بیٹھو۔" شاہ میر نے کہا تو وہ بیٹھ گئی۔

"بخار تو نہیں؟" شاہ میر نے اُس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

وہ پھر بھی نہ بولی۔

"ناراض ہو گیا؟" شاہ میر اب پریشان ہو گیا۔

آگے سے ہنوز خاموشی۔۔۔ اور اب یہ خاموشی طویل ہوتی جا رہی تھی۔

"بس کر دو شاہ میر بس کر دو یہ سارا ڈراما۔۔۔ ختم کر دو اب اس محبت کے کھیل کو جو تم

میرے ساتھ کھیلنا چاہ رہے ہو۔ میں اچھی طرح سے جانتی ہو کہ تمہیں مجھ سے کبھی محبت

نہیں ہو سکتی کیونکہ میں تمہارے بھائی کے قاتل کی بہن ہوں۔ "حریم جیسے پھٹ پڑی اور اپنے آخری جملے کو بہت زور دیکر کہا۔

شاہ میر حیرت سے اسے دیکھنے لگا کہ اچانک سے حریم کو کیا ہو گیا ہے۔
 "یہ کیا بولے جا رہی ہو؟" شاہ میر بھی کھڑا ہو گیا۔

"میں جو بول رہی ہوں بالکل ٹھیک بول رہی ہوں اور میں تھک چکی ہوں اس خیال سے جو ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ مجھے تم سے بالکل بھی کسی قسم کی محبت نہیں ہے۔ اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تمہیں بھی مجھ سے بالکل محبت نہیں ہے۔ میں کوئی بیوقوف لڑکی نہیں ہوں جسے تم پیار کا جھانسا دو گے اور وہ تمہاری غلام بن جائے گی اور سب "اگل" دے گی۔ تم نے یہ دیکھا کہ مار سے تمہارا کام نہیں ہوا تو تم مجھے پیار کی مار دینے لگے؟ تاکہ میں تمہاری محبت میں اندھ ہو کر اپنے بھائی کا پتہ تمہیں بتا دوں۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ میں جانتی ہی نہیں کہ میرا بھائی کہاں ہے۔ اور سوا باتوں کی ایک بات۔۔۔ اگر مجھے پتہ چل بھی گیا کہ وہ کہاں ہے۔۔۔ تب بھی میں تمہیں نہیں بتاؤ گی۔ چاہے تم میرا سر ہی کیوں نہ قلم کر دو۔" حریم نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

شاہ میر اس کی ذہنی کیفیت سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تمہیں واقعی لگ رہا ہے کہ میں تمہارے ساتھ کھیل کھیل رہا ہوں؟" شاہ میر بولا۔

"مجھے لگ نہیں رہا ہے بلکہ یہی حقیقت ہے۔ اور یہ تم خود بھی بہت اچھے طریقے سے جانتے ہو۔" حریم نے جتانے والے انداز میں کہا۔

"بہت سمارٹ ہو تم۔" شاہ میں نے اپنے سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے کہا۔

"میں کیسے بھول گیا تھا کہ تم ایک قاتل کی بہن ہو۔ میں تمہیں معصوم سمجھ رہا تھا۔ لیکن اب اپنی بیوقوفی پر حیران ہو رہا ہوں کہ میں تمہیں جج نہیں کر سکا۔ ہاں بالکل صحیح کہا تم نے میں واقعی تم سے محبت کا کھیل کھیل رہا تھا تاکہ تم اپنے بھائی کا پتہ محبت کی اس کھیل میں مجھے بتا دو۔ وہ کہتے ہیں نہ کہ کبھی جب سیدھی انگلی سے نہ نکلے تو انگلی ٹیڑھی کرنی پڑتی ہے سو وہی کرنا چاہ رہا تھا میں۔ مگر میں بھول گیا تھا کہ میرے سامنے کوئی عام لڑکی نہیں۔۔۔ سردار شاہ نواز کی اکلوتی بیٹی۔۔۔ اور قاتل ظفر نواز کی بہن ہے۔ جس کا یقیناً ونی میں آنے کا صرف ایک ہی مقصد ہے کہ وہ مجھے جان سے مار دے۔ تاکہ اس کے بھائی کو جان سے مارنے والا کوئی رہے ہی نہ۔ مجھے یہ سمجھنا چاہیے تھا کہ تمہیں صرف ونی میں نہیں بھیجا ہے شاہنواز نے بلکہ تمہاری پوری ٹریننگ کر کے تمہیں بھیجا ہے۔ سلام ہے تم لوگوں کی چالاکی پر۔" شاہ میرا اپنی پرانی ٹون میں واپس آچکا تھا۔ حریم کو اس کی آنکھوں میں اپنے لئے وہی نفرت اب نظر آنے لگی تھی جو شروع میں اُسے نظر آتی تھی۔

"تمہیں میرے ساتھ جو کرنا ہے کر لو مگر میں اپنے بھائی کا پتا تمہیں مر کر بھی نہیں دوں گی۔" حریم نے کہا۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو حریم۔۔۔ میں تمہارے ساتھ کچھ برا نہیں کروں گا۔ میں تو آج بھی ان دو تھپڑوں پر پکھتا رہا ہوں جو میں نے تمہیں مارے تھے۔" شاہ میر نے اچانک اُسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے کہا اور اُس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"میرے قریب مت آنا آج کے بعد" حریم نے خود کو اس سے الگ کرتے ہوئے کہا۔
 "تمہاری قریب نہیں آؤں گا تو پھر کس کے قریب آؤنگا مائی ڈیریسٹ وائف۔" شاہ میر نے پھر سے اپنے قدم اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اپنے بھائی کا قتل تم بھول گئے ہو۔" حریم نے طعنہ دیا۔
 "ششششش آواز نہیں آنی چاہیے مجھے اب تمہاری۔" شاہ میر نے اپنی شہادت کی انگلی اس کے ہونٹوں پر رکھتے ہوئے کہا۔

"جس کے دیدار کے لیے اپنی ماں کے کمرے میں تم ڈھانی گھنٹہ بیٹھے رہے اس کے پاس جاؤ۔" حریم کے دل کی بات زبان پر آ ہی گئی۔

"اوہ۔۔۔ اب سمجھا۔۔۔ اس غصے اور ناراضگی کی اصل وجہ" شاہ میر اُس کی لٹ کے ساتھ کھیلتا ہوا بولا۔

"میں تمہاری فطرت اچھے طریقے سے جان گئی ہوں شاہ میر۔ تمہارے سامنے جو بھی لڑکی ہوتی ہے تم اس سے متاثر ہو جاتے ہو۔ تم ایک حسن پرست انسان ہو۔ اسی لئے مجھ سے لاکھ نفرت کرنے کے باوجود بھی تم میرے قریب آنے سے خد کو روک نہ سکے۔ اور اب وہ کائنات۔۔ جس سے خاص طور پر حویلی میں صرف تمہارے لیے لایا گیا ہے۔ تاکہ تمہاری ماں میرا پتہ کاٹ کر اس کا رستہ ہموار کر سکے۔" حریم بولی۔

"تمہارے قریب آنے کی میرے پاس صرف ایک ہی وجہ تھی اور وہ یہ کہ تم میرے نکاح میں تھیں۔ اور میں کوئی بدکردار مرد نہیں جو کسی نامحرم کے پاس جاؤں۔" شاہ میر نے کہا۔

"تم کتنے باکردار ہو یہ بات میں اچھے طریقے سے جان گئی ہوں۔" حریم بولی۔

"میرا کائنات کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھنے پر تمہیں اتنی مرچیں لگ سکتی ہیں مجھے اندازہ نہیں تھا۔ یہ سب تو محبت میں ہوتا ہے۔ تم مجھ سے نفرت کرتی ہو نا پھر تو میں اتنا برا کیوں لگ رہا ہے میرا اس کے ساتھ بیٹھنا؟" شاہ میر بولا۔

"مجھے تمہارا اس کے ساتھ بیٹھنا بالکل بھی برا نہیں لگ رہا۔ میری بلا سے تم جس کے ساتھ بھی بیٹھو۔ مگر میرے ساتھ کوئی گیم مت کھیلو۔" حریم نے کہا۔

"ٹھیک ہے مان لیتا ہوں کہ میں تمہارے ساتھ گیم کھیل رہا تھا تو کیا تم میرے ساتھ نہیں کھیل رہیں تھیں گیم؟؟؟ پہلے اپنے گریبان میں جھانکو پھر مجھے موضوع الزام ٹھہراؤ۔" شاہ میر بولا۔

"وہ کہتے ہیں نا۔۔۔۔"

Doas Romans do....

تم عقل مند ہو۔۔۔ عقلمند کو اشارہ ہی کافی ہے۔"

حریم نے کہا۔

شاہ میر نے اسے دیکھ کر تالیاں بجانیں۔

"مان گیا تم کو۔" وہ بولا۔

"You can't regret."

حریم نے کہا اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

"ظفر کا پتہ تو تمہارے اگلے پچھلے بھی بتائیں گے حریم بی بی۔ تم یہ تو سمجھ گئی ہو کہ میں تمہارے ساتھ کھیل کھیل رہا تھا۔۔۔ مگر بیوقوف لڑکی تمہاری سمجھ میں اب تک یہ نہیں آیا کہ میں تمہارے ساتھ کھیل۔۔۔" کھیل چکا ہوں۔۔۔"

شاہ میر اب جنید کی تصویر کی طرف دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا

حریم کا غصے اور دکھ سے برا حال تھا۔ یعنی کہ اس کا شک صحیح نکلا۔ اس کی حالت ایسی تھی کہ اسے نیند ہی نہیں آئی۔ کافی دیر تک جاگتی رہی لیکن پھر نیند آئی گئی۔

اور ادھر شاہ میر پچھلا سارا ہفتہ اس کی محبت کے حصار میں رہا وہ حصار ٹوٹ چکا تھا۔ وہ یہی سوچ کر آیا تھا کہ اس بار بھی حریم اس پر ایسے ہی مہربان ہوگی۔ لیکن کہیں نہ کہیں ایک شوہر ہونے کی حیثیت سے اسے مایوسی ضرور ہوئی تھی۔ یہ سن کر کہ حریم بھی اس کے ساتھ گیم کھیل رہی تھی۔

دو دن ایسے ہی سوچوں میں گزر گئے دونوں طرف مایوسی تھی۔ دونوں ہی اپنی کیفیت کو سمجھنے سے قاصر تھے۔ دل کہہ رہا تھا جاؤ اس کے پاس۔ اور عقل کہہ رہی تھی کہ نہیں۔ دونوں ہی دل اور عقل کے بیچ میں پھنس کر رہ گئے تھے۔

www.urduNovelsMania.com

حریم اسے دو دن سے نظر نہیں آئی وہ جان بوجھ کر اس سے چھپ رہی تھی۔ بار بار رادھاری میں آتے جاتے اس کی نظریں لاشعوری طور پر حریم کو تلاش کر رہی تھیں۔ وہ بلاوجہ سارا دن لاؤنج میں بیٹھا رہتا تاکہ حریم کی ایک جھلک دیکھ سکے۔ کیونکہ حریم کچن میں ہوتی تھی اور

لاؤنچ میں فاصلہ نہیں تھا۔ لائونچ میں ہونے والی تمام گفتگو کچن میں آسانی سے سنی جاسکتی تھی۔

لیکن مسلسل دو دن شاہ میر کو مایوسی رہی۔

(جب مجھے اس سے محبت نہیں ہے جب میں اس سے نفرت کرتا ہوں تو میں کیوں اس کو تلاش کر رہا ہوں؟) وہ بار بار خود سے سوال کرتا جا رہا تھا مگر اسے جواب نہیں مل رہا تھا یا پھر وہ جواب سے نظریں چرا رہا تھا۔

وہ شام کو لان میں چلا آیا اور سگریٹ کے کش لے رہا تھا کہ مراد اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

"بلاوجہ اپنے دل میں غلط فہمی پال کر مجھ سے ناراض بیٹھا ہوا ہے۔ میرا کوئی غلط ارادہ نہیں تھا۔ اس کی جگہ کوئی بھی گرتا تو میں اسے تھا منے کیلئے بڑھتا۔ یہ بالکل ایک غیر ارادی فعل تھا۔ اور میں ہرگز ایسا نہیں کہ تیری عزت پر ہاتھ ڈالوں" مراد نے اس کی ناراضگی دور کرنے کے لیے کہا۔

"میں تجھ سے ناراض تھا مگر اب نہیں ہوں۔" شاہ میر نے کہا۔
 "پھر مجھے اپنے ساتھ کیوں نہیں لے کر جاتا کہیں بھی۔" مراد نے کہا۔

"تمہارا حویلی رہنا بہت ضروری ہے اس وقت۔ ظفر کسی بھی وقت یہاں پہنچ سکتا ہے۔ اگر وہ آئے تو مجھے فوراً مطلع کر دینا۔ مجھے یقین ہے وہ ضرور آئے گا۔" شاہ میر نے کہا تو مراد کو اُس کی بات سمجھ آ گئی۔

پھر دونوں کافی دیر تک باتیں کرتے رہے اور ماحول اچھا ہو گیا۔ دونوں کی دوستی ایک بار پھر سے بحال ہو گئی۔

"خالہ آپ کا بیٹا تو مجھے گھاس ہی نہیں ڈال رہا ہے۔" کائنات نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم اس کی توجہ حاصل کرنے کی کوشش کرو۔" سلطانہ بیگم نے کہا

"وہ میری طرف دیکھتا ہی نہیں ہے تین دن ہو گئے نہ جانے کن خیالوں میں کھویا ہوا ہے۔ جب بھی دیکھتی ہوں کبھی لان میں ٹہل رہا ہے۔ کبھی باہر نکل جاتا ہے تو کبھی اپنے کمرے میں گھسا بیٹھا ہوتا ہے۔ لاؤنج میں بیٹھا ہوتا ہے میں آتی ہوں تو اٹھ کر چلا جاتا ہے وہاں سے۔ یقین مانے مجھے اس قدر برا محسوس ہو رہا ہے مگر میں آپ کی وجہ سے چپ ہوں۔" کائنات نے شکوہ کیا تو سلطانہ بیگم پریشان ہو گئیں۔

"دیکھو کائنات شاہ میر ایک بہت ہی مختلف قسم کا انسان ہے۔ اس کی سوچ بھی بہت مختلف ہے۔ اس کے دل میں اپنے لیے جگہ بنانا اتنا آسان نہیں ہے۔ وہ خوبصورتی سے

متاثر ہونے والوں میں سے نہیں ہے کہ تمہیں دیکھ کر تم پر فدا ہو جائے گا۔ اس کی پسند کا معیار بہت اونچا ہے۔ تمہیں اپنے آپ کو اس کے معیار کے مطابق ڈھالنا ہوگا۔ "سلطانہ بیگم نے اسے سمجھایا۔

"خالہ لڑکے کو ایک پڑھی لکھی خوبصورت لڑکی چاہیے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ بھلا کیا معیار ہو سکتا ہے کسی کو پسند کرنے کا؟ میں تعلیم یافتہ ہوں حسین ہوں۔ میں بھلے سردار کی بیٹی نہیں ہوں۔ لیکن میرا بھی خاندان بہت اعلیٰ ہے۔ ہم لوگ بھی کھاتے پیتے عزت دار گھرانے سے ہیں۔" کائنات نے کہا۔

"اس طرح تو ہمارے خاندان کی ہر لڑکی تعلیم یافتہ بھی ہے اور خوبصورت بھی۔ لیکن آج تک شاہ میر کسی سے متاثر نہیں ہوا۔ شاہ میر کو متاثر کرنے کے لیے تمہیں بہت محنت کرنی ہوگی۔ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سوچ کر آئی ہو۔" سلطانہ بیگم نے کہا۔

"آپ صحیح کہہ رہی ہیں پہلے یہ کام مجھے واقعی بہت آسان لگ رہا تھا۔ مجھے لگ رہا تھا وہ مجھے دیکھے گا اور مجھے پسند کر لے گا۔ مگر اس نے تو میری طرف ٹھیک سے دیکھا بھی نہیں۔ نہ جانے کن خیالوں میں کھویا ہوا ہے۔" کائنات نے کہا۔

"ہاں مجھے بھی تین دن سے یہی لگ رہا ہے کہ وہ بہت گہری سوچ میں ہے لیکن مجھ سے کچھ کہہ بھی نہیں رہا ورنہ مجھ سے وہ کوئی بات نہیں چھپاتا ہے۔ جو بھی پریشانی ہوتی ہے اسے گھر

کیا باہر کی فوراً مجھ سے ڈسکس کرتا ہے۔ اب میں بھی یہ سوچ کر پریشان ہوں کہ آخر ایسی کیا بات ہے جو وہ مجھ سے نہیں کر رہا اور اندر ہی اندر سوچ میں غلطیاں ہے۔ "سلطانہ بیگم باقی شاہ میر کے رویے سے پریشان تھیں۔

انہوں نے بھی یہ بات نوٹ کی تھی کہ شاہ میر کھویا کھویا سا رہتا ہے آج کل۔ اب انہیں اس بات کی تہ میں پہنچنا تھا کہ آخر کیا وجہ ہے۔۔۔

"وہ جو شاہ میر کی بیوی ہے۔ میں نے اسے دیکھا ہے وہ بھی بہت خوبصورت ہے اور پڑھی لکھی بھی لگ رہی ہے۔" کائنات کو یاد آیا۔

"بیوی نہیں ونی ہے وہ ونی۔ وہ میرے بیٹے کی بیوی کہلانے کے لائق نہیں ہے۔ ہاں اس کی خوبصورتی سے تو میں خود بھی بہت پریشان ہوں۔ میرا دل کرتا ہے اس کا چہرہ بگاڑ دوں۔ شاہ میر نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے چہرے میں کھو جاتا ہے میں نے یہ بات نوٹ کی ہے۔ اور وہ لڑکی حد سے زیادہ تیز ہے۔ پڑھی لکھی تو ضرور ہوگی آخر سردار کی بیٹی ہے۔" سلطانہ بیگم نے کہا۔

انہیں بہت عرصے بعد کوئی ایسا ملا تھا جس سے وہ دل کی ہر بات کر سکتی تھیں۔ انہیں کائنات کی سنگت بہت بجا رہی تھی۔

"میرے پاس ایک آنیڈیا ہے۔ آپ ایسا کریں اس لڑکی کی طلاق کروادیں۔ وئی تو پھر بھی رہے گی۔ لیکن اس طرح سے وہ شاہ میر پر ہر قسم کا حق کھودے گی۔ اور اگر وہ شاہ میر کے نکاح سے منسلک گئی تو آپ کا بھی یہ خوف ختم ہو جائے گا کہ شاہ میر کہیں اس کے پاس نہ چلا جائے۔ ظاہر سی بات ہے پھر وہ اس کے لیے نامحرم ہو جائے گی۔ پھر کس بات کا ڈر ہو کہ آپ کو۔۔۔" کائنات نے مشورہ دیا تو سلطانہ بیگم حیران ہو گئیں۔

"کتنی گہری بات کی ہے تم نے میرا تو اس طرف دھیان ہی نہیں کیا۔ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو تم جب وہ شاہ میر کے نکاح میں نہیں رہے گی تو پھر یہ خوف ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ میں جلد ہی شاہ میر سے کہوں گی کہ اسے طلاق دے دے۔ نہیں بلکہ میں بھی اسے بلا کر کہتی ہوں۔ دیر نہیں کرنی چاہیے ہمیں اب۔ اس سے پہلے کہ وہ لڑکی اپنا سکہ جما دے۔" سلطانہ بیگم نے کہہ کر ایک دم سے شاہ میر کو فون کیا تو وہ ان کے کمرے میں حاضر ہو گیا۔

"شاہ میر میں چاہتی ہوں تم اس لڑکی کو طلاق دے دو۔ خون بہا میں تو وہ آہی گئی ہے۔ اب وہ یہاں سے کسی جانے والی نہیں۔ ساری عمر یہاں ہی نوکرانی بن کر رہے گی۔ میں ابھی اس سے بلواتی ہوں اور ابھی تم میرے سامنے اسے تین لفظ بول کر فارغ کر دو۔" وہ جیسے ہی آیا تو سلطانہ بیگم نے سختی سے حکم صادر کیا۔

شاہ میر حیرت سے اپنی ماں کو دیکھ رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ سلطانہ بیگم سنجیدہ ہیں۔ پھر اس نے ایک نظر کائنات پر ڈالی تو کائنات نے نظریں چرائیں۔ اگلے ہی پل وہ سمجھ گیا کہ یہ مشورہ ضرور کائنات کا ہے۔

"معذرت اماں جی مگر میں ایسا نہیں کر سکتا۔" شاہ میر نے کہا۔

اس تصور سے ہی اس کا دل ڈوب گیا تھا کہ حریم پر اس کا کوئی حق نہیں رہے گا۔ کیسے چھوڑ سکتا تھا وہ اس لڑکی کو جو دن بدن اس کے دل میں گھر کرتی جا رہی تھی۔ کیسے چھوڑ سکتا تھا وہ اس لڑکی کو جو اسے زندگی میں ملنے والی لڑکیوں میں سے سب سے الگ لگی تھی۔ کیسے چھوڑ سکتا تھا وہ اس بہادر لڑکی کو جس کے حسن سے زیادہ اس کے کردار نے اسے متاثر کیا تھا۔ وہ لڑکی جس سے نفرت کرنا چاہ رہا تھا مگر نہیں پا رہا تھا۔ جسے اپنے قریب پاک کرو تمام دنیا سے بیگانہ ہو جایا کرتا ہے۔

اس نے یہ تو سوچا تھا کہ وہ اس کے ساتھ کھیل کھیلے گا۔ اس نے یہ بھی سوچا تھا کہ وہ دونوں ساری زندگی اسی طرح سے لڑتے رہیں گے۔ اس نے یہ بھی سوچا تھا کہ وہ ساری زندگی اسی گھر میں رہے گی چاہے جیسے بھی حالات میں رہے۔ وہ سے نفرت کرے یا محبت لیکن وہ صرف اسی کی ہے۔

اس نے سب کچھ سوچا ہوا تھا لیکن اس بات کا تصور تک نہیں کیا تھا جو بات سلطانہ خاتون اس سے کہہ رہی تھیں اس وقت۔ اسی رشتے میں بندھے ہوئے اس نے بہت کچھ سوچا تھا مگر اس رشتے کو توڑنے کا اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔

"کیوں نہیں کر سکتے ایسا؟ جب تمہیں اس لڑکی میں کوئی دلچسپی ہی نہیں تو اسے نکاح میں رکھنے کا کیا فائدہ؟ میں اس کا نکاح حویلی کے کسی ملازم سے کرادوں گی۔۔۔ بلکہ ایسا کرتی ہوں میں اس کا نکاح مراد سے پڑھا دیتی ہوں۔ اس طرح سے وہ محفوظ بھی رہے گی اور۔۔۔"

"اس سے آگے میں نہیں سن سکتا اماں جی۔" وہ غصے سے کھڑا ہو گیا اور اس نے سلطانہ بیگم کی بات آدھے میں کاٹ دی۔

"آپ نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں اپنی بیوی مراد کو یا کسی اور کو دے دوں گا؟ ٹھیک ہے میں اس سے محبت نہیں کرتا میں اس سے نفرت کرتا ہوں لیکن اس کے باوجود میں بار بار آپ سے یہ کہتا آیا ہوں کہ وہ میری غیرت ہے۔ اور آپ مجھے کہہ رہی ہیں کہ میں اس سے مراد کے حوالے کر دو یا کسی اور ملازم کے؟؟؟" شاہ میر آپے سے باہر ہو گیا تو سلطانہ بیگم کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

"نہیں تم غلط سمجھ رہے ہو میں تو اس لیے کہ رہی تھی کہ تمہیں اس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔۔ اس کا بھی حق ہے کہ اس کا شوہر ہو اس کے بچے ہوں۔ اس کا بھی دل کرتا ہوگا اس کا خاندان ہو۔ بھلے وہ خون بہا میں آئی ہے مگر اس کے بھی جذبات ہوں گے۔ اسی لیے میں نے ایسا کہا تھا کہ وہ اپنا گھر بنا سکے۔ اور اسے اولاد ہو۔ اتنی ظالم تو نہیں ہوں میں شاہ میر۔ بس دکھوں کی ماری ہوں۔ میں نے تو یہ سب اس کے بھلے کے لیے کہا۔ کیونکہ تم سے تو کبھی بھی اس کا خاندان نہیں چل سکتا۔ تم تو کبھی بھی اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھو گے بھی نہیں۔ تو اس کا حق ہے کہ اس کا شوہر ہو اس کے بچے ہو اس کا ایک گھرانہ ہو۔ وہ بھلے ملازموں کی طرح ہے مگر اس کا بنیادی حق تو اسے ملے۔" سلطانہ بیگم گھبراتے ہوئے بات سنبھالنے کی کوشش کی۔ وہ میٹھی چھری بن گئی۔

سلطانہ بیگم نے کہا تو وہ بیٹھ گیا۔ وہ انہیں دکھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لیکن انہوں نے جو بات کی تھی اس بات نے شاہ میر کے تن بدن میں آگ لگا دی تھی۔ ایک غیرت مند انسان سے یہ کہنا کہ اپنی بیوی کسی اور کو دے دو کتنا اذیت ناک ہے شاید اس کا اندازہ سلطانہ بیگم کو نہیں تھا مگر آج ہو گیا تھا۔

وہ خود اس کے ساتھ جو بھی سلوک کرے۔۔۔ مگر وہ آتے جاتے کسی کی نظر تک حریم پر برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

وہ بیٹھ گیا تو صرف سلطانہ بیگم کی جان میں جان آئی ورنہ انہیں لگا کہ شاہ میر شہر چلا جائے گا وہ اتنے غصے میں لگ رہا تھا۔

اس کی جانے کے بعد کائنات نے سلطانہ بیگم سے کہا۔۔۔

"دیکھا آپ نے خالا؟ اس کا مطلب اگر میری شادی شاہ میر سے ہو بھی گئی تب بھی وہ اسے بیوی بنا کر رکھے گا ہمیشہ؟ میں ہر گز اپنے شوہر کو کو کسی اور عورت کے ساتھ نہیں دیکھ سکتی۔" کائنات پریشان ہوئی۔

"تم پریشان نہ ہو ہم کوئی نہ کوئی حل نکال لیں گے۔ مگر اب شاہ میر کے سامنے ہمیں بہت احتیاط کرنی پڑے گی۔ میں جانتی ہوں شاہ میر کو اس لڑکی میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ میرا بیٹا اس کے معاملے میں غمیرت کھاتا ہے۔ اور یہ فطری بات ہے۔ وہ تو گھر کی ملازموں کو بھی اتنی عزت دیتا ہے۔ نوری کی ہر فضول بات کو اہمیت دیتا ہے اور اس سے ہنسی مذاق چلتا رہتا ہے شاہ میر کا۔ مراد اس کا ملازم ہے لیکن اس کا بہترین دوست ہے۔ وہ امیر غریب میں کوئی فرق نہیں سمجھتا۔ صرف اس کی وجہ سے مجھے احتیاط کرنی پڑتی ہے سب کے ساتھ۔ کیونکہ میں اس کی نظروں میں بری نہیں بننا چاہتی۔ جو مقام وہ مجھے دیے بیٹھا ہے۔ میں وہ مقام اپنا اس کے دل میں ہمیشہ قائم رکھنا چاہتی ہوں۔" سلطانہ بیگم نے کہا۔

"خالم مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ آپ اپنے سکے بیٹوں سے زیادہ شاہ میر سے محبت کرتی ہیں۔" کائنات واقعی حیران ہو گئی تھی ان کی باتیں سن کر۔

"یہ تو مجھے نہیں معلوم، لیکن مجھے ایسا لگتا ہے کہ جس دن شاہ میر نے مجھے چھوڑ دیا اس دن میرا تخت الٹ جائے گا۔" انہوں نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں سمجھ سکتی ہوں جس انسان کے ساتھ آپ کا سب سے زیادہ وقت گزرتا ہے وہ آپ کے لیے دن بدن خاص ہوتا چلا جاتا ہے۔ جو شخص ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتا ہے وہ سگوں سے بڑھ کر ہو جاتا ہے۔" کائنات نے کہا۔

"مجھے اس لڑکی کا بندوبست کرنا ہو گا مجھے بس لڑکی سے بہت خوف آنے لگ گیا۔۔۔" انہوں نے ایک عزم سے کہا۔

پھر دو دن خاموشی سے گزر گئے۔ اس دن کے بعد حریم اسے نظر نہ آئی اور اب چوتھا دن تھا۔ اس کے شہر جانے کا وقت بھی اب ہونے والا تھا۔ ایک عجیب سی بے چینی تھی اس کے اندر اور اسے کسی طور قرار نہیں آ رہا تھا۔

وہ کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا مگر پہنچ نہیں پا رہا تھا۔

"کہاں جا رہے ہو شاہ میر اور ہمارے ساتھ چائے پیو۔ چائے تیار ہونے والی ہے۔" وہ شام کو جاگا اور باہر جانے لگا تو سلطانہ بیگم نے اسے پکارا اور اپنے ساتھ بٹھایا۔ ان کے کہنے پر وہ خاموشی سے آکر بیٹھ گیا۔ سلطانہ بیگم اور کائنات لاؤنچ میں ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔ سامنے ٹی وی پر خبریں چل رہی تھی۔

شاہ میر اس امید میں بیٹھ گیا کہ شاید حریم کا چہرہ نظر آ جائے۔ دل کو لاکھ سمجھانے کے باوجود بھی دل باز نہیں آ رہا تھا۔ یہ جذبہ چڑھتے سورج کی طرح تھا جس سے چھپنا مشکل تھا۔ اور شاہ میر سلطان کو کوئی جگہ میسر نہیں تھی اس سے چھپنے کے لیے۔

سامنے بیٹھی وہ لڑکی جس سے اس کی ماں نے اس کے لئے چنا تھا۔ وہ اسے بہت عام سی لگ رہی تھی۔ اس میں کوئی بھی ایسی بات نہ تھی کہ وہ متاثر ہوتا۔ مگر وہ اس لڑکی کی آنکھوں میں اپنے لئے کوئی جذبہ دیکھ رہا تھا۔ اور وہ اس جذبے سے نظریں چرا رہا تھا۔ اس کے برعکس حریم کی آنکھوں میں اس کے لئے نفرت تھی۔ لیکن وہ آنکھیں اس کے حافظے میں نقش تھیں۔ اس کی باتیں اس کے ذہن میں ہر لمحہ گونجتی تھیں۔ اس کی ایک ہفتے کی محبت نے اس کے دل میں بہت گہرا اثر چھوڑا تھا۔ لیکن اس محبت کا دورانیہ بہت قلیل نکلا۔ وہ تو یہ سوچ رہا تھا کہ وہ اس محبت سے لطف اندوز ہوگا بہت لمبے عرصے تک۔ غصہ نفرت ہر جذبے کے باوجود اسے وہ محبت مزہ دے رہی تھی۔

"کن سوچوں میں کھوئے ہوئے ہوشاہ میر؟" سلطانہ بیگم نے اسے کھویا ہوا دیکھا تو پوچھا۔
 "ہاں؟" وہ خیالوں میں چونکہ۔

"میں پوچھ رہی ہوں کہ خیالوں میں کھوئے ہوئے ہو آج کل میں نوٹ کر رہی ہوں تم کافی پریشان لگ رہے ہو کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ۔" سلطانہ بیگم نے کہا۔
 "نہیں کوئی پریشانی نہیں۔" وہ بولا۔

آج وہ ہمیشہ کی نسبت زیادہ سنجیدہ اور خاموش لگ رہا تھا۔
 سلطانہ بیگم نے ساجدہ کو آنکھوں سے اشارہ کیا۔
 وہ سمجھ گئی کہ اسے کیا کرنا۔

"چائے لے کر جو سلطانہ بیگم کے پاس وہ تمہیں بلا رہی ہیں۔" ساجدہ نے کہا تو کوچائے لائی۔

دیکھا کہ شاہ میر بھی وہاں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کا سر موبائل میں جھکا ہوا تھا لیکن اس نے حریم کا لمس اپنے پاس محسوس کیا تو سر اٹھا کر دیکھا۔ ایک لمحے کو دونوں کی نظریں چار ہوئیں۔
 حریم نے پٹخنے والے انداز میں رے میز پر رکھی تو چائے کے کپ میں جیسے سونامی آ گیا۔ چائے چھلک پڑی۔

یہ دیکھ کر سلطانہ بیگم کو غصہ آگیا۔ انہوں نے اسے بلایا ہی اس لیے تھا کہ اسے شاہ میر کے سامنے ذلیل کر سکیں۔

"کوئی تمیز نہیں ہے تمہیں لڑکی؟" سلطانہ بیگم نے غصے سے کہا تو شاہ میر نے پہلے سلطانہ بیگم کو دیکھا اور پھر حریم کو۔

"حریم نے جان بوجھ کر ایسا کیا تاکہ وہ سلطانہ بیگم کو اشتعال دلانا سکے۔

وہ چاہتی تھی کہ شاہ میر کے سامنے سلطانہ بیگم اس پر تشدد کریں۔ تاکہ ان کی اصلیت شاہ میر کے سامنے آئے۔ وہ پہلے ہی غصے سے بھری ہوئی بیٹھی تھی۔ وہ چاہتی تھی کوئی ہنگامہ ہو۔ اس کا سکون برباد ہوا ہے تو سب کا سکون برباد ہو۔ وہ مکمل طور پر باغی ہو چکی تھی۔

"آپ نے کہا چائے لے آؤ۔۔۔ میں چائے لے آئی۔۔۔ آپ کو پینی ہے تو پینیں ورنہ میں واپس لے جاتی ہوں۔" وہ بولی۔

"یہ تم کس طریقے سے بات کر رہی ہو مجھ سے؟ دیکھا شاہ میر تم نے کتنی بد تمیزی سے یہ لڑکی مجھ سے بات کر رہی ہے۔ تمہاری غیر موجودگی میں بھی یہ مجھ سے ایسے ہی بد تمیزی سے بات کرتی ہے۔" سلطانہ بیگم نے کہا۔

"یہ تو خود کو پتہ نہیں کیا سمجھ رہی ہے۔ اسے آپ کی عزت کرنی چاہئے مگر یہ تو۔۔۔"

کائنات سے رہا نہیں گیا تو بولی۔

"شاہ میر کی نرمی نے اسے شیر بنا دیا ہے۔ شاہ میر اگر تھوڑی سی سختی اس پر کرتے تو یہ قابو میں ہوتی۔ تمہاری وجہ سے میں بھی اسے کچھ نہیں کہتی تھی مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ ستھے سے اکھڑ جائے۔" سلطانہ بیگم نے کہا۔

شاہ میر تو کچھ بول ہی نہیں رہا تھا۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا جیسے حریم داخل ہوئی اور ابھی تک وہ اپنی دھڑکنوں پر قابو نہیں پاسکتا تھا۔

حریم غصے سے میز کو لات مرتی ہوئی وہاں سے جانے لگی تو سلطانہ بیگم ایک دم اس کی طرف لپکی۔

حریم جانتی تھی کہ سلطانہ بیگم زیادہ دیر تک اپنے غصے پر قابو نہیں رکھ سکتی۔ اس کا مقصد انہیں غصہ ہی تو دلانا تھا۔

"بڑے پر نکل آئے ہیں تیرے پر کاٹنا میں جانتی ہوں۔"

سلطانہ نے اسے دھکا دے کر زمین پر گرایا اور لاتوں کی برسات شروع کر دیں ہمیشہ کی طرح۔

حریم کوئی مزاحمت نہیں کر رہی تھی۔

"اماں یہ آپ کیا کے رہی ہیں؟" شاہ میر فوراً اکھڑا ہوا

"میں جو کر رہی ہو مجھے کرنے دو اور یہ سب مجھے بہت پہلے کرنا چاہیے تھا بلکہ مجھے نہیں تمہیں کرنا چاہیے تھا ورنہ یہ آج اتنی بد تمیز نہ ہوتی اسے اپنی اوقات یاد دلاؤں گی میں۔"

سلطانہ بیگم جلدی سے کچن میں گئیں۔ وہ اسی کوئے ڈنڈے نما چیز ان کے ہاتھ لگی۔ انہوں نے واپس آ کر حریم کو بہت بری طریقے سے اسی ڈنڈے سے مارنا شروع کر دیا۔

"اماں" شاہ میر فور آگے بڑھا اور حریم کے اوپر گر گیا اُسے بچانے کے لیے۔

"ہٹ جاؤ میرے سامنے سے شاہ میر کوئی ضرورت نہیں ہے اس لڑکی سے ہمدردی کرنے کی۔" سلطانہ بیگم نے شاہ میر سے کہا۔

شاہ میر نے سہارا دے کر حریم کو کھڑا کیا۔

"میں نے کہا چھوڑو اسے۔" وہ آگے بڑھیں اور پھر سے ہماری پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہوئیں۔

شاہ میر نے حریم کو خد سے لگا کر بچانا چاہا۔ حریم نے اپنا سر شاہ میر کے سینے میں چھپا لیا۔

سلطانہ بیگم یہ منظر دیکھ کر حیران ہو گئیں۔

"شاہ میر تم اس لڑکی کی ڈھال بن رہے ہو؟ جس کے بھائی میں تمہارے بھائی کو مارا ہے؟؟؟" سلطانہ بیگم نے کہا۔

"اماں جنید کا قتل ظفر نے کیا ہے حریم نے نہیں۔" شاہ میر نے تقریباً چیختے ہوئے کہا۔

"لیکن ہمارے ساتھ ظلم تو ہوا ہے نا۔۔۔" سلطانہ بیگم نے کہا۔

"لیکن پھر بھی میں کہوں گا حریم کا اس میں کوئی قصور نہیں۔۔۔" شاہ میر اپنے دل کی زبان بول رہا تھا۔

"تمہاری جگہ پر کوئی اور ہوتا تو مار مار کر اس لڑکی کی درگت بنا چکا ہوتا اب تک۔ پھر کیسے نہ ظفر سامنے آتا۔" سلطانہ نے کہا۔

"میں عورت پر ہاتھ اٹھانے کے حق میں بالکل بھی نہیں ہوں۔ میں اسے یہاں مارنے کے لیے نہیں لایا اماں جان۔ میں صرف اسی اس مقصد کے لیے لایا ہوں تاکہ میں ظفر تک پہنچ سکوں۔" شاہ میر بولا۔

"بنا سختی اور مار کے یہ کیسے بتائے گی ظفر کا پتہ تم خد سوچو۔" سلطانہ نے کہا۔

حریم ابھی تک شاہ میر کے سینے میں سر چھپائے ہوئے تھی۔

سلطانہ نے آگے بڑھ کر حریم کا ہاتھ کھینچا اور اسے شاہ میر سے الگ کیا۔

پھر سے اُس پر حملہ آور ہوئیں اور اس کے بال کھینچے۔

"اماں مجھے آپ سے ایسی اُمید نہیں تھی۔" شاہ میر نے دکھ سے کہا۔

سلطانہ بیگم نے حریم کے بال چھوڑ دیے۔ وہ غصے سے لمبی لمبی سانسیں لینے لگیں۔

شاہ میر نے حریم کو کاندھوں سے تھام لیا اور نوری کو آواز دی۔

"اسے اندر لیے جاؤ۔" اس نے حریم کو نوری کے حوالے کرتے ہوئے کہا اور خدا ایک زخمی نظر سلطانہ بیگم پر ڈالی اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"یہ کیا کر دیا آپ نے سردار بی بی میں نے آپ سے کہا بھی تھا خود پر قابو رکھیں۔ آج کل آپ کو کیا ہوتا جا رہا ہے؟" ساجدہ نے پریشان ہو کر کہا۔

"آج اُس لڑکی کی وجہ سے میرا بیٹا مجھ سے بدگمان ہوا ہے۔۔۔ میں چھوڑوں گی نہیں اسے۔" وہ غصے سے بول رہی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد انہوں نے دیکھا شاہ میر اپنا بیگ لیے باہر جا رہا ہے۔

"تم کہاں جا رہے ہو شاہ میر؟" سلطانہ بیگم نے دکھ سے کہا۔

"یہ حویلی چھوڑ کر جا رہا ہوں۔" وہ بولا اور باہر نکل گیا۔۔۔

باہر نکلا تو گاڑی کے سامنے مراد کھڑا تھا۔

"خیریت اتنی جلدی سے شہر واپس جا رہے ہو؟" مراد نے پوچھا۔

"کب سے یہ سلوک ہو رہا ہے حریم کے ساتھ اس حویلی میں مجھے سچ سچ بتاؤ۔" شاہ میر نے سرخ آنکھوں سے پوچھا تو مراد سارا معاملہ سمجھ گیا۔

"جب جب تم شہر جاتے ہو۔" مراد بولا۔

"اور مجھے بتانا بھی گوارہ نہیں کیا تم نے؟" شاہ میر نے کہا۔

"اگر میں بتاتا تو کیا تم میرا یقین کرتے؟ وہ تمہاری بیوی ہے۔۔۔ کیا تم میں اس کے جسم کے نشانات نہیں دیکھے ہونگے؟" مراد نے کہا تو شاہ میر کو وہ نشانات یاد آئے۔۔۔ جن کے متعلق اس نے حریم سے پوچھا تھا اور اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا تھا کہ وہ سلب ہو کر گئی تھی۔

وہ حسب معمول اسی نانٹ کلب میں بیٹھا ہوا تھا۔ رشید واش روم چلا گیا تو اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی۔ پھر سے مشروب پینے میں مشغول ہو گیا کہ ایک ویٹر اس کے پاس آیا اور ایک لفافہ اسے دیا۔

"یہ آپ کے لیے کوئی دے کر گیا ہے۔" ویٹر نے انگریزی میں کہا اور چلا گیا اس نے لفافہ کھولا۔ اس میں جو عبارت لکھی ہوئی تھی اسے پڑھ کر جیسے ظفر کے پیروں تلے سے زمین سرک گئی تھی۔

"شیر ہو تو اپنے کچھار سے باہر آؤ اور میرا مقابلہ کرو۔ تمہاری ایک بہت ہی قیمتی چیز میرے پاس ہے۔ جسے تمہارے باپ سردار شاہ نواز نے میرے نکاح میں دیا ہے۔ واپس لینی ہے تو میرے پاس آؤ۔۔۔ فقط شاہ میر۔"

وہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کون سی چیز کی بات کر رہا ہے شاہ میر۔ اتنا تو اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ شاہ میر کو اس کی لوکیشن پتہ چل گئی ہے۔ کیوں کہ کافی عرصے سے وہ اسی نائٹ کلب میں ایک مشکوک شخص کو دیکھ رہا تھا۔ اور اس سو فیصد یقین تھا کہ یہ شاہ میر کا کوئی جاسوس ہے۔

لیکن وہ سوچ میں پڑ گیا کہ شاہ میر کون سی قیمتی چیز کی بات کر رہا ہے؟ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ حریم کی بات کر رہا ہے۔ اس نے دو تین بار پھر وہی عبارت پڑھائی۔

"نکاح"... لفظ پر اس کی نظریں اب ٹھہری ہوئی تھیں۔

اچانک اس کے ذہن میں ایک جھمکا ہوا۔

"حریم۔"

اس سے آگے وہ کچھ سوچ ہی نہیں پار رہا تھا۔

رشید واپس آ کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

اس نے دیکھا ظفر کے چہرے کا رنگ بالکل اڑا ہوا ہے۔

"سائیں آپ ٹھیک تو ہیں؟" رشید نے پوچھا۔

"بابا سائیں کو کال ملا کر دو مجھے ان سے بات کرنی ہے۔" ظفر نے کہا۔

"آپ کو جو پوچھنا ہے مجھ سے پوچھیں۔ انہوں نے سختی سے منع کیا ہے کہ آپ کسی سے بھی فون پر بات نہیں کر سکتے۔" رشید بولا۔

"حریم کی یاد آ رہی تھی۔ اس سے بات کرنا چاہ رہا ہوں میں۔" ظفر کا انداز معنی خیز تھا۔ شاہ میر کا بھیجا ہوا پیغام ایک چال بھی ہو سکتا تھا اُسے واپس بلانے کے لیے۔ ابھی وہ اتنی جلدی کسی بھی بات کا یقین کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ خاص کر دشمن کے بھیجے ہوئے پیغام کا جب تک اس کی تصدیق خود نہ کر لے۔

"حریم بیبی بالکل ٹھیک ہیں۔ سردار صاحب بتا رہے تھے کہ جلد ہی ان کا ولید سائیں سے نکاح ہونے والا ہے۔" رشید نے خوش ہونے کی بھرپور ادکاری کرتے ہوئے کہا۔

ظفر سوچ میں پڑ گیا۔

"مجھے بہت برا محسوس ہو رہا ہے۔ میری آنکھوں کے سامنے اسے مارا گیا گھسیٹا گیا اس کے بال کھینچنے یہ منظر میرے لئے اتنا دکھ کا باعث ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ وہ میری بیوی ہے اور میں نے خود کبھی اس کے ساتھ اس قسم کا سلوک نہیں کیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ اماں اس کے ساتھ سختی کرتی ہیں لیکن اتنا برا سلوک کرتی ہوگی میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔"

شاہ میر بولا۔

"یہ تو کچھ بھی اس سے آگے جو ہوا وہ تو تم سن ہی نہیں سکتے" مراد بولا۔

"اس سے اور برا کیا ہو سکتا ہے اس کے ساتھ؟" شاہ میر بولا۔

"اتنا برا ہوا ہے۔ جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے ہو۔" مراد نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"بتاؤ مجھے۔" شاہ میر بولا۔

"تمہاری عزت کو تمہاری ماں گھسیٹتے ہوئے مردوں کے بیٹھک تک لے گئیں۔ اور سب

کے سامنے اس کے تن سے اس کی چادر جدا کی۔ اُسے زمین پر پھینک کر مارا۔۔۔ شاہ میر

اُن دو کوڑی کے مردوں کے بیچ جن کی نظریں تمہیں دیکھ کر خوف سے جھک جاتا کرتی

ہیں۔ جو مرد سارا دن تمہارے کام کرتے ہیں۔ جو آتے جاتے تمہیں سلام کرتے

ہیں۔۔۔ اُن مردوں کے بیچ تمہاری عزت کو گھسیٹا گیا۔ مارا گیا اُس کی چادر چھین لی۔ کیا

یہی ہے سردار شاہ میر سلطان کی حویلی میں ایک عورت کی عزت؟؟؟ عورت بھی وہ جو

سردار کے نکاح میں ہو۔۔۔ کیا تم اسے اس لیے اس حویلی میں لائے تھے کہ مردوں کے

سامنے ذلیل کر سکو؟؟؟ کیا گزری ہوگی اس مظلوم لڑکی کے دل میں اس وقت تمہیں اندازہ

ہے؟؟؟ کیا سوچ رہی ہوں گی وہ کس بات کی سزا مل رہی ہے اسے جبکہ اس نے کچھ کیا ہی

نہیں۔۔۔ نہ اس نے جنید کا قتل کیا ہے نہ کروایا ہے۔ اُسے صرف اس بات کی سزا دی

جا رہی ہے کیونکہ وہ ظفر کی بہن ہے؟ اگر میں اس وقت وہاں موجود نہ ہوتا تو تمہاری ماں

نے تو کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اس بیچاری کو ذلیل کرنے میں۔ پر تمہاری ماں نے یہ سب صرف اس لئے کیا کیونکہ تم نے کہا تھا کہ کسی نامحرم کی نظر نہیں پڑھنی چاہیے حریم پر۔ اسی بات کا بدلہ لینے کے لئے اتنے سارے نامحرم مردوں کے سامنے بنا چادر کے پھینک دیا تمہاری ماں نے اسے۔ بلکہ سب سے پہلے تو مجھے بھلا کر بھابھی کو میرے پاس اچھال دیا۔۔۔ بلکہ یوں کہوں کہ مجھے پیش کر رہی تھی تمہاری ماں تمہاری بیوی کو۔ لیکن میں نے تمہیں اس وقت یہ بات نہیں بتائی کیونکہ تم مجھ سے بھابھی کو لے کر پہلے ہی ناراض تھے۔ "مراد نے کہا تو شاہ میر کو اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"اماں۔۔۔۔۔ نے۔۔۔۔۔ ایسا۔۔۔۔۔ کیا؟؟؟؟" بہت مشکل سے شاہ میر نے یہ الفاظ ادا کیے تھے۔

شاہ میر کو لگا اس کے دماغ کی نسین پھٹ جائیں گی غصے سے۔ وہ ایک دم سے سلطانہ بیگم کے پاس جانے کے لیے مڑا تو نوری بھاگتی ہوئی آئی۔ "شاہ سائیں آپ کی بیوی بے ہوش ہو گئی ہے۔" نوری نے پھولتی ہوئی سانسوں کے ساتھ کہا تو شاہ میر اک دم اُس کے پاس بھاگا۔

اس نے دیکھا کہ رشید گہری نیند سو رہا ہے۔ بنا کوئی آواز پیدا کیے اس نے اپنا سارا سامان پیک کیا۔ اپنا پاسپورٹ اٹھایا اور نقدی اٹھائیں اور وہ اسے آہستہ سے دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

اس کی بس ہو گئی تھی وہ مزید اس قید میں نہیں رہ سکتا تھا اس لئے وہ واپس جا رہا تھا اب جو ہوگا دیکھا جائے گا۔۔۔ وہ یہی سوچ کر جا رہا۔

رشید جب نیند سے اٹھا تو اس کے اوسان خطا ہو گئے یہ دیکھ کر کہ نہ سفر فلیٹ میں موجود ہیں نہ اس کا سامان نہ اس کا پاسپورٹ۔

اس نے فوراً شاہنواز کو کال ملائی۔

"میں نے تم سے کہا تھا اس پر کڑی نظر رکھنا نکل گیا نا وہ تمہارے ہاتھوں سے۔۔۔" شاہ نواز دھاڑے۔

"مجھے لگتا ہے انہوں نے مجھے کوئی نیند کی گولی کھلا دی تھی کسی چیز میں ڈال کر ورنہ میں نیند میں بھی چوکنارہتا ہوں۔" رشید بولا۔

"اب وہ یہاں ایک اور شاہ میر کے ہاتھوں مارا جائیگا۔۔۔ رشید میر ایک ہی بیٹا ہے۔۔۔" اور تم اُس کی نگرانی نہ کر سکے۔" شاہ نواز نے غصے سے فون کاٹ دیا۔

"مبارک ہو آپ کی وائف پر یگینٹ ہیں۔" ڈاکٹر ثوبیہ نے حریم کا چیکپ کرنے کے بعد کہا۔

ڈاکٹر ثوبیہ علاقے کے سرکاری میں تعینات تھیں۔ اور شاہ میر انہیں حریم کا چیکپ کرنے کے لیے حویلی لیکے آیا تھا۔
حریم ہوش میں آچکی تھی۔

"بدکردار لڑکی، بتا کس کا گناہ لیکے آئی ہے ہمارے گھر میں؟" ڈاکٹر ثوبیہ کے جانے کے بعد فوراً سلطانہ بیگم اُس پر جھپٹ پڑیں۔

"اماں، پلیز بس کر دیں۔" شاہ میر نے انہیں روکا۔

"بس کر دوں؟؟؟ اتنی بڑی بات پر بس کر دوں؟؟؟ تم میں ذرا سے بھی غیرت ہے تو ابھی کے ابھی اسے قتل کر دو۔ کیا اب بھی اس بدکردار لڑکی کو۔۔۔۔"

"اماں وہ بدکردار نہیں ہے۔" شاہ میر نظریں چراتے ہوئے بولا تو سلطانہ کو سانپ سونگھ گیا۔

"شاہ میر۔۔۔۔ تم۔۔۔۔ تم اپنے بھائی کا خون بھول گئے؟؟؟؟ مجھے یقین نہیں آ رہا۔۔۔۔

تم۔۔۔۔ تم اس لڑکی کی محبت میں گرفتار ہو گئے؟؟؟ تم۔۔۔۔ ایسا کیسے کر سکتے ہو شاہ میر؟؟؟

میرا سارا کیا کرایا مٹی میں ملا دیا تم نے۔۔۔ مجھے برباد کر دیا تم نے۔۔۔ کیا اتنا ارضاں تھا

میرے جنید کا خون تمہارے لیے؟؟ کے ایک لڑکی کے حسن کو دیکھ کر تم اپنے بھائی کا خون بھول گئے؟"

سلطانہ بیگم صدمے سے بول رہی تھیں۔

حریم کو اس وقت اُن کی یہ حالت دیکھ کر بہت سکون مل رہا تھا۔

"میں کچھ نہیں بھولا اماں۔۔۔ کچھ بھی نہیں بھولا مجھے سب یاد ہے۔" شاہ میر بولا۔

"تو پھر یہ بچہ؟؟؟؟ کیا تمہیں چاہیے یہ بچہ؟ اس لڑکی سے تمہیں وارث چاہیے؟ نہیں ہرگز نہیں۔۔ میں ایسا ہونے نہیں دوں گی۔ بہت کر لی تم نے اپنی من مانی۔۔ میں کسی قیمت پر اس لڑکی کو اپنی بہو کے روپ میں تسلیم نہیں کر سکتی اور نہ ہی تو اس بچے کو اس حویلی میں پلنے دوں گی۔" سلطانہ بیگم غصے سے پاگل ہو گئی تھیں۔

"نوری حریم کو میرے کمرے میں جا کر سلا دو۔" شاہ میر نے نوری سے کہا۔

"ہرگز نہیں۔۔۔ اگر تم نے اس لڑکی کو قبول کر لیا تو پھر میں اس حویلی میں نہیں رہو گی میں یہ حویلی چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ آخر تم نے ثابت کر ہی دیا نہ کہ جنید تمہارا سوتیلہ بھائی تھا اگر اس کا سگا بھائی ہوتا تو یقیناً وہ ایسا نہ کرتا۔" سلطانہ بیگم نے اب رونا شروع کر دیا تھا۔

ان کا آخری جملہ شاہ میر کے ایک دم دل پر لگا تھا۔

حریم نے ایک فاتحانہ نظر سلطانہ بیگم پر ڈالی اور نوری کے ساتھ شاہ میر کے کمرے میں چلی گئی۔

"آپ کمرے میں چلیں اماں۔" شاہ میر سلطانہ بیگم کو شانوں سے تھام کر ان کے کمرے میں لے آیا۔

"نہیں ہوں میں تمہاری ماں مر گئی میں تمہارے لئے آج کے بعد مت کہنا مجھے اپنی اماں۔۔۔۔" سلطانہ بیگم نے اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔

"اماں دو منٹ آرام سے بیٹھ کر میری پوری بات سن لیں۔" شاہ میر نے کہا۔۔۔۔

"نہیں سنی ہے مجھے تمہاری کوئی بات۔ شاہ میر تم نے مجھے بہت مایوس کیا ہے۔" سلطانہ بیگم نے کہا۔

"مایوس تو آپ نے بھی مجھے بات کیا ہے اماں۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ میری عزت کی حفاظت کریں اور آپ میری عزت کو مردوں کے بیٹھک تک لیکر گئیں جو میرے سامنے اونچی آواز میں بات تک نہیں کرتے۔ کون کون نہیں تھا وہاں پر مجھے بتائیں۔ میرے ملازم، میرے ڈرائیور، میرے کسان، میرے منشی، میرے چوکیدار، میرے دور پرے کے غریب رشتہ دار۔۔۔ میری بیوی کو ان سب کے قدموں میں ڈال کر۔۔۔ اس کے تن سے اُس کی چادر کھینچ کر۔۔۔ بہت مایوس کیا ہے آپ نے مجھے۔۔۔"

میری بیوی کو میرے ہی دوست کے سامنے پیش کر کے ۔۔۔ بہت مایوس کیا ہے آپ نے ۔۔۔ "شاہ میر نے دکھ سے کہا تو سلطانہ بیگم کو سانپ سونگھ گیا۔

"جھوٹ بول رہی ہے وہ لڑکی میں نے ایسا کچھ نہیں کیا وہ تمہیں مجھ سے بدگمان کرنے کے لئے چال چل رہی ہے۔" سلطانہ بیگم نے کہا۔

"دکھ تو اس بات کا یہ کہ اس لڑکی نے مجھ سے ایک لفظ تک نہیں کہا اس سارے واقعے کے بارے میں ۔۔۔ سلام ہے اس لڑکی کے صبر کو جس نے اتنا ظلم برداشت کیا۔" شاہ میر بولا۔

"مجھے لگتا ہے مراد اس لڑکی کے عشق میں اندھا ہو گیا ہے اور اس نے تم سے یہ جھوٹ کہا ہے۔" سلطانہ بیگم سمجھ گئی کہ یہ سب مراد نے بتایا ہے۔ اسی لئے اٹا مراد پر الزام لگانا شروع کر دیا۔

"کہتی ہیں ناکہ میں نے سگا بیٹا ہونے کا ثبوت نہیں دیا۔۔۔ مجھے صرف ایک بات کا جواب دیں۔ اگر میری بیوی کی جگہ جنید کی بیوی ہوتی تو کیا آپ اسے بھی اسی طرح سے مردوں کے پاس لے کے جاتیں؟" شاہ میر بولا۔

"شاہ میر تم سمجھ نہیں رہی یہ سب چال چل رہے ہیں۔ مراد اور حریم آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ یہ ان دونوں کی پلاننگ ہے تمہیں مجھ سے الگ کرنے کے لیے۔" سلطانہ بیگم کب ہار ماننے والی تھیں۔

"میں حریم کو اپنے ساتھ شہر لے کر جا رہا ہوں۔" شاہ میر نے کہا۔

"اور بدلہ؟؟؟ کون لیگا میرے بیٹے کے خون کا بدلہ؟" سلطانہ بیگم نے کہا۔

"میں نے بساط پچھا دی ہے۔ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ ظفر کہا ہے۔ بس اب کتے کو ہڈی

پھینکنی ہے۔ خود بخود ہڈی کھانے کے لیے اب باہر نکل آئے گا۔" شاہ میر نے کہا تو

سلطانہ بیگم کو حیرت کا جھٹکا لگا۔

"کہاں ہے ظفر؟" سلطانہ بیگم نے پوچھا۔

"لاس اینجلس میں۔۔۔ جو بساط میں نے پچھائی ہے اس کے مطابق وہ اب تک وہاں سے

پاکستان کے لیے نکل چکا ہوگا۔" شاہ میر نے کہا۔

"تمہیں یقین ہے وہ آئیگا؟" سلطانہ بیگم نے کہا۔

"اگر اسے اپنی بہن سے محبت ہے تو آئے گا۔ خود چل کر آئے گا۔ اور اگر اُسے اپنی جان

پیاری ہے تو مجھے جل کر اس کے پاس جانا پڑیگا۔" شاہ میر نے کہا۔

"ٹھیک ہے ظفر کو قتل کرنے کے بعد تمہیں ہر حال میں حریم کو چھوڑنا ہوگا۔ پھر تمہارے بچہ تمہاری خاندانی بیوی کو دے دوں گی۔" سلطانہ بیگم نے کہا۔

شاہ میر نے اُن کی بات سن کر اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے کاٹنے لگا۔

"تم ہار گئی ہو حریم۔" حلیمہ نے گرم دودھ اُس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا تو وہ سمجھ نہیں پائی؟

"ایسا کیسے کہہ سکتی ہیں آپ؟ شاہ میری طرف داری کر رہا ہے اپنی ماں کے خلاف ہو گیا۔ اتنا سب کچھ ہو گیا شاہ میر کی ماں کی اصلیت اس کے سامنے آگئی۔ میری جیت آپ کو ہار لگ رہی ہے؟" حریم نے کہا۔

"یہ بچہ تمہاری ہار ہے۔" حلیمہ بولی۔

"میں سمجھی نہیں۔" حریم نے کہا۔

"شاہ میر تمہارے ساتھ کھیل کھیل نہیں رہا تھا۔۔۔ بلکہ کھیل چکا ہے۔۔۔ وہ تمہیں ہارا چکا ہے حریم۔ وہ جیسا چاہتا تھا ویسا ہی ہوا۔ وہ تم سے بچہ چاہتا تھا۔۔۔ تاکہ تمہارے بچے کو تم سے چھین لے۔ اور جب تک تم اُسے ظفر تک رسائی نہ دے دو وہ بچہ تمہیں نہیں دیگا۔۔۔" حلیمہ کے انکشاف پر حریم حیران ہو گئی۔۔۔

"شاہ میر بدلے کے لیے اتنا لمبا انتظار نہیں کر سکتا۔" حریم بولی۔

"یہاں پر لوگ بیس بیس سالوں تک بدلہ کیلئے انتظار کرتے ہیں۔۔۔ نو ماہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔" حلیمہ نے کہا۔

"ان نو ماہ میں بہت کچھ بدل سکتا ہے۔۔۔ ابھی میں ہار نہیں مانوں گی۔ اور جہاں تک بچے کی بات ہے۔۔۔ تو جو بھائی میری جان بچانے کے لیے سات سمندر پار کر کے یہاں پہنچ سکتا ہے تو میں بھی اس بھائی کے لئے اپنا بچہ قربان کر سکتی ہوں۔" حریم نے کہا۔

"اس کا مطلب تم جانتی ہو ظفر کہاں ہے؟" حلیمہ نے کہا۔

"مجھے سر درد کی گولی لا دو۔" حریم حلیمہ کا سوال گول کر گئی۔

شاہ میر کمرے میں آیا تو حریم لیٹی ہوئی تھی اور نوری اس کے سرہانے بیٹھی اس کا سر دبا رہی تھی۔

www.urdu novels mania.com

"نوری حریم کا اور اپنا سامان اٹھاؤ۔ ہم ابھی شہر جا رہے ہیں تمہیں حریم کے ساتھ رہنا ہے وہاں۔" شاہ میر نے نوری کو ہدایت دی۔

"کیا سچ میں شاہ سائیں میں شہر جاؤں گی؟" نوری خوشی سے بولی۔

"ہاں جلدی کرو ہمیں دیر ہو رہی ہے۔" شاہ میر نے کہا۔

حریم حیرت سے شاہ میر کو دیکھ رہی تھی اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ واقعی اسے اپنے ساتھ شہر لے کر جا رہا ہے۔

(شکر اس سلطانہ بیگم سے تو میری جان چھوٹ جائے گی۔) حریم نے سوچا۔
وہ کام کر کے کام کی عادی تو ہو گئی تھی مگر اب وہ آرام کرنا چاہتی تھی اور اسے بہانہ مل گیا۔ ورنہ اُسے لگ رہا تھا کہ شاہ میر اسے حویلی میں چھوڑ کر جائے گا اور پھر سلطانہ بیگم اس حالت میں بھی اس سے کام کروائیں گی۔

شاہ میر کی ویگوشہر کی طرف رواں دواں تھی۔ مراد ڈرائیونگ کر رہا تھا اور نوری اور حریم پیچھے بیٹھی ہوئیں تھیں۔

حریم کے ذہن حلیمہ کی باتیں گونج رہیں تھیں۔
(کیا واقعی وہ صرف اپنے بچے کے لئے مجھے شہر لے کر جا رہا ہے؟ یا پھر اس کے دل میں میرے لیے کوئی جگہ بن گئی ہے؟ یا مجھے وہ سلطانہ بیگم کے مظالم سے بچانے کے لئے لے کر جا رہا ہے؟) حریم سوچ رہی تھی اور کھڑکی سے باہر دیکھتی جا رہی تھی۔
شاہ میر نے تب سے لے کر اس سے کوئی بات نہیں کی تھی۔

(مجھے امید نہیں تھی کہ یہ شخص میری ڈھال بنے گا اگر کوئی مجھے مارے تو۔۔۔ لیکن کیسے یہ میری تکلیف پر ٹپ اٹھا اور اس نے مجھے بچایا۔ حالانکہ مجھے لگا تھا کہ سلطانہ بیگم کے سامنے وہ بول نہیں سکتا تھا۔ مگر وہ بولا اور میرے لئے بولا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ میرا اس میں کوئی قصور نہیں۔ جب یہ بات مانتا ہے کہ میرا اس میں کوئی قصور نہیں تو پھر وہ کیوں مجھے سزا دینا چاہ رہا ہے؟)

حرم اپنے اندر ایک جنگ لڑ رہی تھی۔

لیکن جو بھی تھا وہ اس وقت بہت پر سکون تھی۔ یہ سوچ کر کے سلطانہ کے ظلم سے اور حویلی کے کام کاج سے اسے آرام ملنے والا ہے اب۔ اور اس کی اگلی سیٹ پر بیٹھا شخص۔۔۔ وہ اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ یہ کیسا ہے۔ مہربان ہے یا دھوکہ باز۔ لیکن اسے یہ خوشی ضرور ہو رہی تھی کہ اب وہ اس کے ساتھ رہے گی۔ پتا نہیں شاہ میر حویلی واپس جائے گا بھی کہ نہیں۔ کیونکہ جس طرح کی تیاری کر کے وہ حویلی سے نکلا تھا اس سے لگ نہیں رہا تھا کہ وہ جلدی واپس آنے والا ہے۔

اگر وہ سلطانہ بیگم سے ملنے کے لیے نہیں بھی آنا چاہے تو اپنے والد سے ملنا ہی پڑتا ہے اسے۔

سوچتے سوچتے یہ طویل سفر بھی اختتام پذیر ہوا اور گاڑی اس گھر کے سامنے آ کر رکی۔

چوکیدار نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئی۔

یہ نئے طرز کا بہت ہی خوبصورت بنگلہ تھا۔ بہت زیادہ بڑا نہیں تھا۔

گاڑی سے اتری تو احساس ہوا کہ وہ تھکن سے چور ہے۔

اتنے عرصے بعد شہر آنے کا احساس اس کے لیے بہت خوش کن تھا۔

اس کے اندر جیسے ایک نئی توانائی آگئی تھی۔

پچھلے جتنے مہینے جس ٹروا میں وہ رہی بالآخر اس سے نکل آئی تھی۔

یہ خوشی صرف شہر آنے کی حویلی سے آزادی کی نہیں تھی۔ یہ خوشی اس بات کی بھی تھی کہ

اب اس کا بار بار شاہ میر سے سامنا ہوگا۔ اپنی مسکراہٹ دبانے کی بھرپور کوشش کر رہی

تھی۔ اگر شاہ میر نے دیکھ لیا تو یقیناً اس کا مذاق اڑائے گا۔

ادھر شاہ میر کی یہ حالت تھی کہ وہ حریم سے نظریں نہی ملا پا رہا تھا۔ جو کچھ مراد نے اُسے بتایا

اس کے بعد اس میں ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ حریم کا سامنا کر سکے۔

حریم کو لگ رہا تھا کہ وہ جان بوجھ کر اسے انکور کر رہا ہے۔

مگر اب اسے اس بات کی پرواہ نہیں تھی۔ اب سے اپنی پوزیشن کافی مضبوط لگ رہی تھی۔

ایک تو یہ کہ وہ سلطانہ بیگم کا پتہ کاٹ چکی تھی۔ ان کی اصلیت شاہ میر کی نظروں میں ظاہر

کر چکی تھی۔ اور اب وہ اسے وارث دینے والی تھی۔

وہ گھر کے اندر داخل ہوئے۔

"سائیں مجھے شہر گھمائیں گے نا؟" نوری نے پر جوش ہو کر پوچھا۔

"پہلے پہنچ تو جاؤ ٹھیک طریقے سے۔" شاہ میر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سائیں میں نے سنا ہے کہ یہاں سمندر ہے مجھے سمندر دیکھنا ہے۔" وہ پھر بولی۔

اس مرتبہ شاہ میر نے کوئی جواب نہیں دیا صرف مسکرا دیا اس کی بات پر۔

"اس کمرے میں لے جاؤ حریم کو۔" شاہ میر نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

کہا تو نوری نے سہارا دے کر حریم کو وہاں بٹھایا اور اس کا سامان بھی اسی کمرے میں رکھ

دیا۔

وہ آرامہ بیڈ میں لیٹ گئی اور سکون کا سانس لیا۔

(میرے رب تیرا شکر ہے تو نے میری مدد کی۔ اب آگے بھی میری مدد کرنا۔ شاہ میر

کے ارادے چاہے جو بھی ہو لیکن تیرا ارادہ سب پر بھاری ہے۔ بس تو ہم غریبوں پر رحم

کرنا اور ہمارے حالات اچھے کر دے۔)

بیڈ سے ٹیک لگاتے ہوئے حریم نے دل سے دعا کی۔

تھوڑی دیر بعد شاہ میر اندر داخل ہوا۔

"جا کر کچن میں دیکھو ضمیر نے کھانا تیار کر دیا ہے تو حریم کے لئے لے آؤ۔" شاہ میر نے کہا۔

نوری کچن میں چلی گئی۔

وہ آ کر حریم کے سامنے کھڑا ہوا۔

حریم نے ناراض کیسے چہرہ دوسری طرف پھیر دیا۔

شاہ میر اُس کے قریب آ کر بیٹھ گیا تو وہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

"آرام سے۔۔۔ کہاں جا رہی ہو؟ کھا نہیں جاؤنگا میں تمہیں بیٹھ جاؤ۔" شاہ میر نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"تم مجھے نہیں اپنے بچے کو یہاں لائے ہو۔ یہ سب مہربانیاں مجھ پر نہیں اپنی اولاد پر کر رہے ہو۔ مجھے یہ دھوکہ مت دو کہ یہ سب تم میرے لیے کر رہے ہو۔ بے وقوف نہیں ہوں۔"

www.urdu novels mania .com

حریم بولی اور اپنا ہاتھ چھڑانے لگی۔

شاہ میر نے اس کا ہاتھ نہیں چھوڑا بلکہ وہ کھڑا ہو گیا۔

"وہ تو میں جان ہی گیا ہوں کہ تم بیوقوف نہیں ہو۔ مگر مجھے صرف ایک سوال کا جواب دے دو۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"کونسا سوال؟ حریم بھی اس کی آنکھوں میں ہی دیکھ رہی تھی۔

"کیا وہ محبت واقعی ایک ڈراما تھا؟" شاہ میر نے پوچھا۔

"اگر یہی سوال میں تم سے کرو تو؟ پھر جو تمہارا جواب ہوگا وہی میرا جواب ہوگا۔" حریم نے کہا تو اگلے ہی پل شاہ میر نے اُسے اپنی مضبوط گرفت میں لے لیا۔

"حریم۔۔۔ میں خود کو تم سے محبت کرنے سے روک نہیں پایا۔ میں نے ہزار بار دل کی آواز کو دبانا چاہا۔ اپنے جذبات کا گلا گھونٹنا چاہا۔ ہر بار اس محبت سے انکار کیا مگر۔۔۔ حریم سردار شاہ میر سلطان آج تمہارے سامنے یہ اعتراف کرتا ہے کہ وہ تم سے پہلی نظر کی محبت کا شکار ہوا تھا۔ اور تب سے لے کر اب تک وہ مکمل طور پر تمہاری محبت میں ڈوب چکا ہے۔" شاہ میر شدت جذبات سے بولے جا رہا تھا۔

حریم اُس کی آنکھوں میں دیکھ رہیں تھی جہاں اُسے سچائی نظر آ رہی تھی۔

"یہی میرا جواب ہے اور اگر یہی تمہارا جواب نہ ہوا تو میرا دل بہت برے طریقے سے ٹوٹ جائے گا۔ تمہاری محبت نے مجھے تم سے محبت کرنے پر مجبور کر دیا اور میں ہار گیا۔ اُس ہفتے جتنی محبت تو نے مجھ پر نچھاور لیں اس محبت نے مجھے تمہارا دیوانہ بنا دیا۔ میں یہاں واپس آ کر ہر پل ہر لمحے تمہارے بارے میں سوچتا رہا۔ ہر پل اس بات سے انکار کرتا رہا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ مگر آج۔۔۔ میں آ کر نہیں کروں گا۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ مجھے اس لڑکی سے محبت ہو جائے گی جس سے میں نفرت کرتا تھا صرف اس

وجہ سے کہ اس کا بھائی میرے بھائی کا قاتل ہے۔ مگر حریم میں بھی انسان ہوں۔ اس محبت کی وجہ یہ بھی تھی کہ تم میری بیوی ہو۔ اور اسی رشتے کی وجہ سے میں تمہاری طرف صرف کھچا چلا آتا تھا۔ اب مجھے مت ٹھکرانا۔ "شاہ میر نے کہا تو حریم کچھ بول ہی نہیں پائی۔

"حریم میں تمہارے جواب کا منتظر ہوں۔" شاہ میر نے پھر کہا تو حریم روتے ہوئے اُس سے لپٹ گئی۔

"میں نے کہا تھا جو تمہارا جواب ہو گا وہی میرا جواب ہے۔" وہ روتے ہوئے بول رہی تھی۔

شاہ میر اس وقت سب بھول جانا چاہتا تھا۔۔۔ صرف ان خوبصورت لمحات سے لطف اندوز ہونا چاہتا تھا اور بس۔ کتنا بھاگ رہا تھا وہ اس لڑکی سے لیکن وہ اس کا مقدر بن ہی گئی۔۔۔

حویلی میں جیسے موت کا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ سلطانہ بیگم کی حالت ایسی تھی جیسے کوئی خطبی دیوانہ ہو۔ وہ لیٹی ہوئی تھیں اور ان کے سر پر دوپٹہ بندھا ہوا تھا۔ جیسے کہ عموما گاؤں کی

عورتیں سر درد کی وجہ سے باندھ دیتی ہیں۔ ان کے سر ہانے بیٹھی ساجدہ ان کا سر دبا رہی تھی۔ کائنات بھی ان کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔

"لے گی نہ وہ لڑکی شاہ میر کو بالآخر۔ کیسے برداشت کر سکتی ہوں میں کہ ظفر کی بہن شہر میں جا کر میرے بیٹے کے ساتھ عیش کرے۔ اگر مجھے پتا ہوتا کہ وہ لڑکی اتنی شاطر ہے تو میں اسے کبھی بھی خون بہا میں نہ مانگتی۔ میں نے خود ہی اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری ہے اس لڑکی کو اس حویلی میں لا کر۔" سلطانہ صدمے سے بولی جا رہی تھی۔

"خالہ آپ کا بی پی ہائی ہے زیادہ ذہن پر زور مت ڈالیں۔ آپ کہیں تو میں شاہ میر کو فون کرتی ہوں کے آپ کی طبیعت صحیح نہیں ہے۔" کائنات نے کہا۔

"ہاں کرو اسے فون۔ کہو کہ مر رہی ہوں میں۔ تاکہ وہ اس لڑکی کو وہاں پر چھوڑ کر آجائے میرے پاس۔ میں اسے دکھانا چاہتی ہوں کہ شاہ میر کے دل میں میرا کیا مقام ہے۔ وہ کیا سمجھتی ہے کہ وہ شاہ میر کو مجھ سے چھین لے گی؟ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا ہے۔ اس نے ابھی میری طاقت دیکھی ہی نہیں ہے۔" سلطانہ بیگم نے کہا تو کائنات نے انہیں کے فون سے شاہ میر کو فون ملایا۔

"آؤ تمہیں تمہارا گھر دکھاتا ہوں۔" اگلے دن شاہ میر نے حریم سے کہا۔ اور اسے شانوں سے تھام کر گھر دکھانے لگا۔

"بہت خوبصورت گھر ہے۔" گھر دیکھنے کے بعد حریم بولی۔

شاہ میر نے اسے ٹی وی لاؤنج میں موجود صوفے پر بٹھایا۔ اور ٹی وی آن کیا۔

حریم کو عجیب سا سکون محسوس ہو رہا تھا اتنے عرصے کے بعد۔ نہ اس سے یہ پریشانی تھی کہ اسے کام کرنا ہے۔ نہ سلطانہ بیگم اس کے سر پر سوار تھی۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ شاہ میر اس کے پاس تھا۔ اس کے ساتھ تھا۔

(میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ مجھے تم سے محبت ہو جائے گی۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی۔ محبت نہیں بلکہ مجھے تم سے عشق ہو گیا ہے۔ مگر مجھے حلیمہ کی باتیں پریشان کر رہی ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ میں ایک بار پھر سے دھوکا کھا رہی ہوں؟ مگر اس بار مجھے لگتا ہے کہ یہ سچ بول رہا ہے۔)

حریم نے شاہ میر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو ریوٹ سے ٹی وی کے چینل بدل رہا تھا۔ "کوئی مووی دیکھو گی؟" شاہ میر نے پوچھا۔

"نہیں میرا کچھ بھی دیکھنے کا دل نہیں کر رہا۔ تمہیں جو دیکھنا ہے دیکھو۔" حریم نے کہا۔

"میں تو بس تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں اجازت دے دو سارا دن دیکھتا رہوں تمہیں۔" شاہ میر نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور بولا۔

"اچھا پھر اگر میرا دل کرے تمہیں دیکھنے کو تو؟" حریم بولی۔

"تو دیکھ لو کس نے منع کیا ہے۔ بندہ حاضر ہے۔" شاہ میر بولا۔

"کیا تم میری خاطر اداس نہیں کو معاف نہیں کر سکتے؟" نہ چاہتے ہوئے بھی حریم نے پوچھا۔

اس نے دیکھا کہ اس کے سوال پر شاہ میر کے چہرے کا رنگ بالکل تبدیل ہو گیا ہے۔

"میں تمہاری محبت میں کچھ بھی کر سکتا ہوں حریم اپنی ماں کو ناراض کر کے تمہیں یہاں لایا ہوں۔ لیکن مجھ سے ظفر کو معاف کرنے والی بات آئندہ نہ کرنا۔ وہ مرے گا اور میرے ہاتھوں مرے گا۔ اور تم بہتر ہے کہ اپنا ذہن اس بات کیلئے تیار کر لو۔" شاہ میر نے سخت تاثرات کے ساتھ کہا تو حریم کا دل ڈوب گیا۔

"پھر میں اپنے بھائی کے قاتل کے ساتھ کیسے زندگی گزاروں گی؟" حریم نے کہا۔

"جیسے میں گزارنے پر مجبور ہو گیا ہوں اپنے بھائی کے قاتل کی بہن کے ساتھ زندگی گزارنے میں۔ میں محبت کے ہاتھوں مجبور ہو گیا ہوں۔ میں چاہ کر بھی تمہیں نہیں چھوڑ سکتا۔ تم مجھے زندگی میں ملنے والی سب سے الگ لڑکی ہو۔ جو میری بیوی پہلے بنی اور محبوبہ بعد میں۔ تمہاری

ہر اداہر بات۔۔۔ تمہارا غصہ تمہارا پیار۔۔۔ تمہارا حسن اور تمہاری بہادری۔۔۔ کیا کچھ نہیں پسند ہے مجھے تمہاری۔ تم وہ پہلی انسان ہوں جس کی وجہ سے میں نے اماں کو ناراض کیا ہے۔ ورنہ آج تک ان کا کوئی ایسا حکم نہیں ہے جو میں نے مانا نہیں ہو۔ "شاہ میر نے کہا تو حریم سوچ میں پڑ گئی۔

(کیا واقعی یہ شخص میرے بھائی کو مار دے گا؟۔۔۔ لیکن میرے بھائی نے بھی تو اس کے بھائی کو مارا ہے۔ ضرور اسے بھی اپنا بھائی ایسے ہی عزیز ہوگا جیسے مجھے میرا بھائی۔ اور اس کے باوجود یہ میرے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہے محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر تو پھر میں کیوں نہیں۔۔۔ نہیں نہیں میں اداسائیں کے متعلق ایسا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ میں نے اتنی بڑی قربانی دی اداسائیں کی جان بچانے کے لیے لیکن اب مجھے لگ رہا ہے کہ میری ساری قربانی رائیگاں گئی۔ اگر یہ لوگ خون بہا لے کر خاموش ہو جاتے تب میری قربانی رنگ لاتی۔)

حریم سوچ رہی تھی۔

"حریم میں بھی زہر کا یہ گھونٹ پی گیا۔۔۔ محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر۔۔۔ اور تمہیں اپنا لیا۔۔۔ اب زہر کا ایک گھونٹ تمہیں بھی ہر حال میں پینا ہے۔۔۔ کیونکہ ظفر تک یہ خبر

پہنچ گئی ہے کہ تم میرے پاس ہو۔" شاہ میر نے کہا تو حریم کا دل کسی بے لگام گھوڑے کی مانند دوڑنے لگا۔

(یعنی کہ وہی ہوا جس کا ڈرتھا۔ لیکن یہ بات اداسائیں سے زیادہ دیر تک چھپی ہوئی نہیں رہ سکتی تھی۔)

حریم کو اپنی حالت غیر ہوتی محسوس ہو رہی تھی اب۔

"کیا ہوا۔" شاہ میر نے اس کے اڑے ہوئے رنگ کی طرف دیکھا تو پوچھا۔

"میرا سر چکرا رہا ہے۔" حریم نے اپنے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"چلو تم آرام کرو۔ میں تمہیں کمرے تک لے کر جاتا ہوں" شاہ میر نے سہارا دے کر اسے اٹھایا اور کمرے میں لے کے آیا۔

"تم اپنے ذہن پر زیادہ زور مت دو اس وقت۔۔۔" شاہ میر نے کہا اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ اسی فحال حریم کے سامنے اس قسم کی باتیں نہیں کرنی چاہیے اس کی کنڈیشن کو مد نظر رکھتے ہوئے۔

شاہ میر نے نوری کو آواز دی اور حریم کے لئے چائے بنانے کو کہا۔ اور خود اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"ایسا کرتے ہیں کل شاپنگ پر جلتے ہیں۔ تمہیں ضرورت ہوگی بہت ساری چیزوں کی۔" شاہ میر نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہوئے کہا۔ وہ بس موضوع چیلنج کرنا چاہ رہا تھا کہ حریم کی حالت نارمل ہو سکے۔

"ہاں میں باہر نکلنا چاہتی ہوں۔ کب سے حویلی میں قید تھی۔" حریم نے کہا۔

شاہ میر کے ساتھ شاپنگ کرنے کا تصور اس کے لئے بہت خوش کن تھا۔

ایک طرف زندگی حسین ہو گئی تھی تو دوسری طرف پریشانی تھی۔

(یا خدا یا کوئی ایسا معاملہ کر دے کہ ہم سب خوشی سے رہیں)۔ حریم نے دل سے دعا کی۔

اتنے میں شاہ میر کا فون بجا فون سنتے ہی وہ چونک کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا؟ اچھا میں ابھی نکل رہا ہوں۔" شاہ میر بولا اور فون کاٹ دیا۔

"کیا ہوا شاہ میر خیر تو ہے کس کا فون تھا؟" حریم نے پوچھا۔

"اماں کی طبیعت صحیح نہیں ہے مجھے جلدی جانا ہوگا حویلی۔" شاہ میر نے پریشانی سے کہا۔

"لیکن آپ مجھے اس حالت میں اکیلے کیسے چھوڑ کر سکتے ہیں میں بھی آپ کے ساتھ چلوں

گی۔" حریم نے کہا۔

"تم ابھی اتنا لمبا سفر کر کے آئی ہوں بار بار تمہارا سفر کرنا اس حالت میں صحیح نہیں ہے۔ میں دو تین دن میں واپس آ جاؤں گا اور میں گاڑی میں جا بھی نہیں رہا۔ فلائیٹ لے لوں گا۔" شاہ میر بولا۔

"لیکن میں؟" حریم نے کہا۔

"تمہارے ساتھ مراد اور نوری ہیں تمہارا خیال رکھنے کے لئے اور مجھے ان دونوں پر بھروسہ ہے۔ ان دونوں کے علاوہ مجھے کسی پر بھروسہ نہیں۔ حریم تم یہاں آرام سے رہو سکون کے ساتھ۔ آج کے بعد یہی تمہارا گھر ہے اور تم یہیں رہو گی میں تمہیں اب حویلی لے کر کبھی نہیں جاؤں گا۔ تمہیں یہاں کسی قسم کا کوئی مسئلہ نہیں ہو گا یہ شہر ہے طبیعت خراب بھی ہوئی تو تم مراد کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس جا سکتی ہو مراد تمہیں لے کے جائے گا۔" شاہ میر نے اُس کا گال چھوتے ہوئے کہا۔

"لیکن شاہ میر میں نے اتنے دن تمہارے بغیر گزارے ہیں اب میں تمہارے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتی۔" حریم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر شدت جذبات سے کہا تو شاہ میر بیٹھ گیا۔

"حریم میں سب کچھ صحیح کرنا چاہتا ہوں۔ میرا اپنا دل نہیں کر رہا تمہیں چھوڑ کر جانے کو۔ مگر میری مجبوری ہے میری ماں میرا انتظار کر رہی ہے۔ ایک سال سے وہ جس تکلیف سے گزر رہی ہیں تمہیں اندازہ نہیں ہے۔ لیکن میں تمہیں حویلی لے کر نہیں جانا چاہتا۔ جو سلوک

وہاں پر تمہارے ساتھ ہوا ہے میں تمہارے سامنے بہت شرمندہ ہوں اسے لے کر۔ مجھے مراد نے سب کچھ بتا دیا ہے کہ اماں تمہیں مردوں کے بیٹھک تک کس حالات میں لے کر گئی تھیں۔ اس بات کو لے کر میں خود اپنے آپ سے اتنا شرمندہ ہوں کہ تم سے نظریں نہی ملا پا رہا تھا۔ وہ جیسی بھی ہے میری ماں ہیں۔ اور مجھے ان کے پاس جانا ہے۔ "شاہ میر نے کہا۔

"ان کی اصلیت سامنے آنے کے بعد بھی؟" حریم نے پوچھا۔

"اگر تمہیں پتا چل جائے کہ تمہاری میں دنیا کی سب سے بری عورت ہے تو کیا تم ان سے نفرت کرنا شروع کر دو گی؟؟؟ ہرگز نہیں۔۔۔ تو میں بھی نہیں کر سکتا ساری حقیقت جان لینے کے بعد بھی نہیں کر سکتا ان سے نفرت۔" شاہ میر نے کہا۔

"میرے لیے اتنا کافی ہے کہ تم مجھ سے محبت کرو" حریم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اتنی پیاری لگو گی تو تمہیں چھوڑ کر جانا میرے لئے بہت مشکل ہو جائے گا۔" شاہ میر نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"وعدہ کرو جلدی واپس آؤ گے۔" حریم نے اس کے سینے میں سر رکھتے ہوئے کہا۔

"وعدہ۔۔۔" اُس نے حریم کو اپنے حصار میں لیتے ہوئے کہا پھر رخصت لیکر چلا گیا۔

"حریم کا خاص خیال رکھنا۔ تمہاری ذمہ داری پر چھوڑ کر جا رہا ہوں اسے۔" باہر آ کر اس نے مراد سے کہا۔

"کہنے کی ضرورت نہیں تھی ویسے۔" مراد بولا۔

"اُسے چھوڑتے ہوئے میرا دل ڈوب رہا ہے۔ ایسا لگ رہا ہے کہ میں اسے دوبارہ نہیں دیکھ پاؤں گا۔ یا پھر شاید یہ میرا وہم ہے۔" شاہ میر بولا۔

"لگتا ہے بہت محبت ہو گئی ہے ان سے۔" مراد نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"We find love in the hopeless place..."

ہمیں محبت وہاں ملی جہاں سے ملنے کی امید نہ تھی۔"

شاہ میر بولا۔

"اللہ نظر بد سے بچائے تمہاری محبت کو۔" مراد نے دعا دی۔

"میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا کہ میں کس قدر اس لڑکی کی محبت میں ڈوب چکا ہوں۔ مجھے

ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ ساری دنیا اسی لڑکی سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہو رہی ہے۔ جتنے

دکھ اُسے میرے گھر میں ملے ہیں میں ان سب کا دوا کرنا چاہتا ہوں۔ اور میں نے خدا سے

وعدہ کیا ہے کہ میں کبھی بھی کسی مظلوم سے کسی اور کا بدلہ نہیں لوں گا۔ جو ظالم ہیں اسی سے

بدلہ لوں گا۔ بس یہی سوچ کر پریشان ہوں کہ روز محشر جب خدا مجھ سے سوال کرے گا کہ حریم

کو کون سے گناہوں کی سزا مل رہی تھی تمہارے گھر میں تو میں کیا جواب دوں گا۔۔۔ "شاہ میر کی آنکھ بھر آئی۔

"تمہیں اسے چھوڑ کر نہیں جانا چاہیے اسی حالت میں۔" مراد نے کہا۔
 "میری ماں کو میری ضرورت ہے۔" شاہ میر بولا

"تمہاری ماں کے پاس بہت سارے لوگ ہیں تمہاری بیوی کو اس وقت تمہاری زیادہ ضرورت ہے۔" مراد نے کہا۔

"جانتا ہوں۔۔۔ لیکن میری ماں کے پاس شاہ میر نہیں تو سمجھو کچھ بھی نہیں۔" شاہ میر بولا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔

گاڑی گیٹ سے باہر نکلی تو نہ جانے کیوں اس کا دل ڈوب سا گیا۔۔۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ کچھ برا ہونے والا ہے۔۔۔ مگر کیا وہ یہ نہیں جانتا تھا۔۔۔

www.urdu novels mania.com

"ظفر کو اس ایجنس سے نکلے ہوئے چار دن ہو گئے ہیں۔ اور وہ ابھی تک یہاں نہیں پہنچا۔" شاہنواز نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے اپنے دونوں بھتیجیوں سے کہا ولید اور ریان۔
 ولید کی عمر اٹھائیس سال تھی اور ریان کی چھبیس سال۔

"اب آپ کو کیا پریشانی ہے اب تو آپ نے خون بہا میں حریم کو دے دیا ہے اب تو آپ کا بیٹا آزاد ہے آپ جسے بچانا چاہتے تھے آپ نے اسے بچالیا۔" ولید نے جتانے والے انداز میں کہا۔

"ولید تمہیں مجھ سے شکوہ ہے لیکن تم میری جگہ ہوتے تو تم بھی یہی کرتے۔" شاہنواز نے کہا۔

"میں اپنی بہن بیٹی ہر گز نہ دیتا۔" ولید نے ناراضگی میں چہرہ دوسری طرف پھیرتے ہوئے کہا۔

"تم مجھے بار بار یہ کیوں جتانے ہو ولید؟ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے اپنی بیٹی شاہ میر کے نکاح میں دے دی ہے نکاح کا مطلب سمجھتے ہو نہ تم؟ ایک جائز رشتے میں باندھا ہے اسے شاہ میر کے ساتھ اور اب شاہ میر اس کا مالک ہے۔ اور وہ اس کے جوڑ کا ہے۔ اپنے علاقے کا نیا سردار ہے۔ پڑھا لکھا باشعور لڑکا ہے۔ وہ ہر لحاظ سے حریم کے لائق تھا۔" شاہنواز نے کہا۔

"دشمن چاہے کتنا ہی پڑھا لکھا باشعور اور سردار کیوں نہ ہو۔۔۔ دشمن دشمن ہوتا ہے چاچا سائیں۔۔۔ اور جو سلوک اس کے ساتھ ہو رہا ہے اس گھر میں اس کا کیا؟" ولید نے یاد دلایا۔

"تم سب اس بات کو بھول جاؤ یہ سمجھ لو کہ اس کا یہی نصیب تھا۔" شاہنواز نے زخمی آواز میں کہا۔

"نہیں چاچا سائیں حریم کا یہ نصیب نہیں تھا۔۔۔ بالکل بھی حریم کا یہ نصیب نہیں تھا۔ آپ نے ایسا نصیب لکھا ہے اس کا۔ پھولوں کی سیج سے اٹھا کر کانٹوں کے بستر پر ڈال دیا ہے آپ نے اسے۔ لیکن میں بھی قسم کھا کے کہتا ہوں جب تک اسے آزاد نہیں کرواؤں گا شاہ میر کی قید سے تب تک سکون سے نہیں بیٹھوں گا۔" ولید غصے سے کھڑا ہوا۔

"ولید تم ایسا کچھ بھی نہیں کرو گے۔" شاہنواز نے وارننگ والے انداز میں کہا۔

"آپ نے جو کرنا تھا کر لیا چچا سائیں اب میں جو کروں گا مجھے کرنے دیں۔" ولید نے کہا۔

"میری اطلاعات کے مطابق ماشاء اللہ سے میری حریم ماں بننے والی ہے اور شاہ میر اُسے شہر لے کر آیا ہے۔" شاہنواز نے جتانے والے انداز میں کہا تو ولید کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔

"میں نہیں مانتا شاہ میر اسے ٹھنڈی چھاؤں میں رکھے گا۔ اور کہاں سے ملی ہے خبر آپ کو غلط بھی ہو سکتی ہے۔" ولید نے کہا۔

"شاہ میر کا گاؤں کوئی اتنا دور نہیں ہے کہ مجھے وہاں کی خبر نہ مل سکے۔ میرے بھی ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ میرے لئے شاہ میر کی خبریں رکھنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔" شاہنواز نے کہا۔

ولید اب کسی گہری سوچ میں چلا گیا تھا۔۔۔

شاہ میر کے جانے کے بعد حریم کافی گھنٹے تک بورہوتی رہی یہاں تک کہ شام اتر آئی اور مسجدوں سے مغرب کی اذان ہی بلند ہونے لگیں۔ وہ نماز قائم کرنے کے بعد ٹی وی لاؤنج میں چلی آئی اور ٹی وی آن کیا۔ نوری بھی وہاں پر آلتی پالتی مار کر نیچے بیٹھ گئی ٹی وی دیکھنے کے لئے۔

یہ سب آسائشیں حریم کے لیے نئی نہیں تھیں وہ بچپن سے انہیں آسائشوں میں پلی بڑھی تھی۔ لیکن اتنا عرصہ حویلی میں غلامی دینے کے بعد آج اسے ان آسائشوں کی قدر ہو رہی تھی۔

(میرے رب تو نے بچپن سے مجھے اتنے سکھ دیے ہیں۔ لیکن کبھی میں نے تیرا شکر ادا نہیں کیا۔ مجھے کبھی احساس ہی نہیں ہوا کہ تم نے مجھے کتنی آسائشیں دے رکھی تھیں۔ ان

نعمتوں کا احساس مجھے حویلی میں غلامی کے دوران ہوا۔ سچ کہتی تھی دادی۔۔۔ "بندہ بھی شکر ہے۔" اُس نے سوچا۔

"میری توجان چھوٹ گئی حویلی کے کاموں سے اور آپ کی بھی۔ یہاں آکر میری ہڈیوں کو بھی آرام مل گیا ہے۔" نوری نے خوش ہوتے ہوئے کہا تو حریم مسکرا دی۔

اسے یاد آیا کہ شاہ میر نے کہا تھا اسے نوری کی معصومیت اچھی لگتی ہے۔ یہ بات سوچ کر ایک پل کو اسے نوری سے جیلسی فیل ہوئی۔

اُسے بار بار شاہ میر کی کسی ہوئی باتیں پریشان کر رہی تھیں۔

ایک طرف بھائی تھا اور دوسری طرف شوہر۔ اگر بھائی عزیز تھا تو اب شوہر بھی اتنا ہی عزیز ہو گیا تھا۔ دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا اس کے لیے بہت مشکل ہو گیا تھا۔

ایسے میں مراد واپس آ گیا گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔

"چل گئی نہ چال اپنی سلطانہ بیگم۔" مراد جیسے ہی اندر داخل ہوا حریم نے اسے دیکھ کر کہا۔

"آپ فکر مت کریں آپ کی پوزیشن اب بہت مضبوط ہے۔ اب وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔" مراد نے وہاں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کہیں شاہ میر اس بچے کو مجھ سے چھین تو نہیں لیگا؟" حریم نے کہا۔

"آپ کو لگتا ہے وہ ایسا کرے گا؟" مراد نے کہا۔

"میں۔۔۔ سمجھ نہیں پا رہی۔۔۔ یاں محبت واقعی اندھی ہوتی ہے جو مجھے نظر نہیں آ رہا کچھ اب۔۔۔" حریم بولی۔

(یہاں تو لگتا ہے عشق کی آگ برابر لگی ہوئی ہے۔) مراد نے اپنی ٹھوڑی کھجاتے ہوئے سوچا۔

"رات کے کھانے میں کیا بناؤں بیگم صاحبہ؟" ضمیر نے آکر پوچھا۔
"جو بھی بنا لو۔" حریم بولی۔

"صاحب کہہ کر گئے ہیں کہ آپ سے پوچھ لوں۔ آپ کی پسند کا ہی بنے گا۔" ضمیر نے کہا۔
"بریانی بنا دو راسخے کے ساتھ۔ اور کچھ کھانے کو دل نہیں کر رہا۔۔۔ جی متلارہا ہے" حریم نے کہا تو ضمیر کچن میں چلا گیا۔

"آپ کو ڈاکٹر کے پاس جانا ہے؟ شاہ میر نے کہا آپ کو لے جاؤں روٹین چیک اپ کے لئے۔" مراد کو یاد آیا۔
www.urdu novels mania.com

"ہاں۔۔۔ جب تک کھانا تیار ہوتا ہے تب تک ڈاکٹر سے ہو آتے ہیں ویسے تو میں خود بھی ڈاکٹر ہوں۔۔۔ مگر بچے کے ہارٹ بیٹ کے لیے الٹراساؤنڈ کروانا ہے۔" حریم نے کہا۔

"چلیں پھر چلتے ہیں" مراد کہتا ہوا کھڑا ہوا۔

"نوری میری شال لے آؤ اندر سے۔" حریم نے نوری سے کہا۔
 جیسے ہی اُن کی گاڑی باہر نکلی ایک سیاہ رنگ کی کار گیٹ سے تھوڑا دور کھڑی تھی۔
 "وہ نکل رہے ہیں گھر سے باہر" کار کے ڈرائیور نے کسی سے فون میں کہا۔
 "شاہ میر ساتھ ہے؟" آگے سے پوچھا گیا تھا۔
 "ایک شخص ڈرائیونگ کر رہا ہے اب مجھے نہیں معلوم کون ہے۔" وہ بندہ بولا۔
 "اوکے۔۔۔ پچھا کرو اُن کا۔" آگے سے ہدایت دی گئی تھی۔۔۔

"ان کی گاڑی ہاسپٹل کے باہر آ کر کھڑی ہوئی ہے۔ اب مجھے کیا کرنا ہے؟" سیاہ کار والے شخص نے پوچھا۔
 "ابھی تمہیں کچھ نہیں کرنا ابھی تمہیں دو تین دن ان کی حرکات و سکنات پر کڑی نظر رکھنی ہے اور مجھے ان کے پل پل کی خبر دینی ہے۔" اُس کار والے جاسوس کو ہدایت دی گئی تھی۔

اگلے ہی پل اسے ایک تصویر موصول ہوئی۔
 "یہ شاہ میر کی تصویر ہے اچھی طرح سے پہچان لو۔" فون میں کہا گیا تھا۔
 "اس کو مارنا ہے؟" کار والے شخص نے پوچھا۔

"نہیں یہ نیک کام میں اپنے ہاتھوں سے کروں گا۔ تم بس مجھے اُن کے پل پل کی خبر دو۔" آگے سے جواب آیا تھا۔

"تمہاری ماں تمہیں جہم دیتے ہوئے مری نہیں تھی شاہ میر۔۔۔ بلکہ وہ اپنے آشنا کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔ پھر تمہارے بابا نے پورے خاندان میں یہ مشہور کر دیا کہ وہ زچگی کے درد میں مر گئی ہے۔ تمہاری سگی ماں تو میں چھوڑ کر چلی گئی اور میں نے تمہیں پالا۔" سلطانہ بیگم آج پھر سے گڑھے مردے اکھاڑ رہی تھیں شاہ میر کے سامنے یہ آج کی بات نہیں تھی بچپن سے یہی کہانی وہ شاہ میر کو سناتی آرہی تھیں اور شاہ میر آنکھ بند کر کے ان کا یقین کر لیتا تھا کہ واقعی اس کی ماں اپنے آشنا کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔

"میں تمہاری باپ کی خاندانی منگیتر تھی بچپن کی۔ پہلے تمہاری ماں نے اپنی محبت کے جال میں تمہارے بابا کو پھنسا یا دولت کی خاطر۔۔۔ اس کے عشق میں اندھا ہو کر تمہارا باپ مجھ سے شادی سے انکار کر کے حویلی چھوڑ کر شہر چلا گیا تمہاری ماں کے پاس۔ پھر ایک دن وہ تمہیں لے کر آیا۔۔۔ تمہاری دادی نے ایک سال تک تمہاری پرورش کی اور وہ رضائے الہی سے انتقال کر گئیں۔ پھر تمہارے بابا نے مجھ سے شادی کی۔ اور تمہیں میری گود میں ڈال دیا۔ میں نے پورے دل سے تمہیں اپنایا کیوں کہ تمہاری بابا تم سے بہت محبت

کرتے تھے۔ تمہاری ماں نے پلٹ کر تمہاری خبر نہیں لی اور میں جس نے تمہیں اپنے سگے بیٹوں سے زیادہ اہمیت دی تم ایک ونی میں آئی ہوئی لڑکی کی خاطر مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔" سلطانہ بیگم اپنا داؤ چل رہی تھیں۔

"سب جانتا ہوں اماں مجھے آپ کی قربانیوں کی قدر ہے۔ اور یہ آپ کی سوچ ہے کہ میں آپ کو چھوڑ کر گیا ہوں دیکھیں میں تو دوڑا دوڑا چلا آیا آپ کی طبیعت خرابی کا سن کر۔ لیکن اماں میں بھی انسان ہوں سینے میں دل رکھتا ہوں۔ مجھے حریم سے محبت ہو گئی ہے اور میں بالکل بے بس ہوں اس معاملے میں۔" شاہ میر بولا۔

"اگر تم میرے اتنے ہی فرمانبردار ہو تو کائنات سے شادی کر لو۔ کائنات حویلی میں تمہاری بیوی بن کر رہے گی اور حریم کو تم جہاں چاہے رکھوں مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔" سلطانہ بیگم نے کہا۔ اس وقت اُن دونوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا کمرے میں۔

"اماں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔ ایسا کروں گا تو حریم کو دکھ ہوگا اور میں مزید اسے دکھ دینا نہیں چاہتا۔ میں ایک لڑکی کی زندگی برباد کرنے کا گناہ اپنے سر پر لے کر قبر میں نہیں جانا چاہتا۔ مجھ سے سب سے بڑی غلطی ہو گئی کہ میں نے آپ کی بات مان کر اس ونی میں مانگا۔ اگر اس کا ساتھ میری قسمت میں لکھا تھا تو ایسے ہی مجھے مل جاتی وہ۔" شاہ میر نے کہا۔

(یہ غلطی تو مجھ سے ہو گئی اُسے خون بہا میں مانگ کر۔) سلطانہ بیگم نے دل کہا۔
 "تم اسے مراد کے ساتھ تنہا گھر میں چھوڑ کر آئے ہو مجھے مراد پر بالکل بھی بھروسہ نہیں
 ہے۔ تم مانو یا نہ مانو لیکن مراد کو حریم میں غیر معمولی دلچسپی ہے۔ دیکھا نہیں تھا کہ کیسے اس
 دن حریم کو تھام لیا مراد نے جب وہ بے ہوش ہوئی تھی۔ یہی عشق ہوتا ہے جو سر چڑھ کر
 بولتا ہے اور کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ میں نے ہمیشہ مراد کو اس کی طرف داری کرتے دیکھا
 ہے۔ تم مراد پر اندھا اعتماد نہیں کر سکتے اس معاملے میں کیوں کہ مراد جوان خون ہے اور
 تمہاری بیوی خوبصورت ہے۔" سلطانہ بیگم اُس کا برین واش کر رہی تھیں۔ مراد سے تو
 انہیں خدا واسطے کا بیر ہو گیا تھا اس دن کے بعد جب اس نے حریم کو بچایا اور وہ ساری
 باتیں شاہ میر کو بتائیں تو وہ اس کے پیچھے ہی پڑ گئی تھیں۔
 ان کی یہ بات سن کر شاہ میر تھوڑا سوچ میں پڑ گیا۔

www.urdu novels mania.com

حریم سونے کے لیے لیٹی تو اچانک ہی اسے یاد آیا کہ یہاں آتے وقت ایک خط حلیہ نے
 اسے دیا تھا کہ اسے شہر جا کر پڑھ لے۔
 (اوہ خدایا۔۔۔ میں تو وہ وہیں پر بھول آئی۔ اگر حلیہ کا وہ خط شاہ میر کے ہاتھ لگ گیا تو بڑی
 گر بڑھو جائے گی۔)

حریم پریشانی سے اٹھ بیٹھی۔

نوری نیچے فوم لگا کر سو رہی تھی۔

وہ اب اندھیرے کمرے میں بیٹھی تھی۔

(نہیں رہنے دیا ایک دن بھی سلطانہ بیگم نے شاہ میر کو میرے پاس۔۔۔ اب پتا نہیں کیا
پٹیاں پڑھا رہی ہوں گی یہ عورت اسے۔)

نہ جانے کتنی دیر تک وہ سوچتی رہی اور سوچتے سوچتے نیند کی دیوی اس پر مہربان ہو گئی۔

"حریم

میں یہ خط تمہیں اس لیے لکھ رہی ہوں آج کے بعد میری شاید ہی تم سے ملاقات ہو پائے۔
نہ تم واپس حویلی آ سکتی ہو اب اور نہ میں تمہارے پاس شہر۔ اس خط میں اس حویلی کا اور
شاہ میر کی زندگی کا سب سے بڑا راز تم سے بیان کرنا چاہتی ہوں۔ جو شاید شاہ میر خود بھی
نہیں جانتا۔۔۔"

"سلطان میر ایک لاابالی سانو جوان تھا۔ اور سردار سکندر میر کا اکلوتا وارث تھا۔ اور تعلیم
کے سلسلے میں شہر میں رہائش پذیر تھا۔ وہ تھا تو سردار کا بیٹا لیکن بہت سادہ سی زندگی گزار رہا

تھا۔ وہ سرداری والے ماحول سے عاجز تھا۔ اسے پابندیاں پسند نہیں تھیں۔ اپنے والد کے لاکھ کہنے کے باوجود بھی وہ اپنے ساتھ گارڈز نہیں رکھتا۔

وہ ہواؤں میں اڑنے والا ایک زندگی سے بھرپور نوجوان تھا۔ اس کے دوست غریب لڑکے تھے جو کہ اس کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتے تھے۔

وہ سادہ سا لباس پہنتا تھا۔۔۔ سادہ سا کھانا کھاتا تھا۔ سادہ سے لوگوں میں اٹھتا بیٹھتا تھا۔

اس کے والد سکندر میر اور اس کی والدہ نجمہ خاتون اُسے لاکھ سمجھاتے تھے کہ وہ ایک سردار کا بیٹا ہے اور سرداروں کی طرح رہے مگر وہ اپنی مرضی کا مالک تھا اور اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا چاہتا تھا اور وہ گاؤں کے ماحول سے دور ہی بھاگتا تھا۔

پھر ایک دن اس کی نظر سعدیہ پر پڑی تو پلٹنا بھول گئی۔

سعدیہ ایک بے سہارا لڑکی تھی۔ جو اس کے گھر کے قریب ایک کالج میں زیر تعلیم تھی اور روزانہ اس کے گھر کے سامنے سے گزرتی تھی۔

سلطان میر شاید اُس سے پہلی نظر کی محبت کا شکار ہوا تھا۔ ایک دن اس نے سعدیہ کا راستہ

روک کر سیدھا اس سے کہا کہ وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ لیکن سعدیہ نہ مانی

سلطان میر نے ہمت نہیں ہاری اور بالآخر سعدیہ کے دل میں اس کے لیے محبت پیدا ہو

گئی۔

سلطان میر نے جب اپنے والدین سے سعدیہ کا ذکر کیا تو انہوں نے سخت غصے کا اظہار کرتے ہوئے انکار کر دیا۔ یہ کہہ کر کے اسکی شادی اسکی خاندانی منگیتر شگفتہ سے ہوگی۔ مجبور ہو کر سلطان میر سعدیہ کے گھر والوں کے پاس گیا۔ اور اس کا ہاتھ مانگا۔ سعدیہ اپنے بچا کے گھر رہتی تھی۔ اور وہ لوگ پہلے ہی اس سے بیزار تھے۔ اس کے گھر والوں کو بہانہ مل گیا اور اسی وقت سعدیہ پر ہزار الزامات لگاتے ہوئے اسے گھر سے نکال دیا۔

سعدیہ کے والدین حیات نہیں تھے اور وہ اپنے بچاؤں کے رحم و کرم پر تھی سلطان میر وہاں سے سیدھا مسجد لے آیا اور نکاح کر لیا۔ سلطان میر نے اس نکاح کے متعلق اپنے والدین کو آگاہ کیا تو نے کہا کہ اس لڑکی کو اگر حویلی لائے تو ہم حویلی چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ مجبوراً سلطان میر کو سعدیہ کو شہر میں ہی رکھنا پڑا۔ شادی کے دوسرے ماہ ہی سعدیہ امید سے ہو گئی۔

سلطان میر سعدیہ کی محبت میں اس قدر غرق ہو چکا تھا کہ اس نے پلٹ کر اپنے گھر والوں سے رابطہ ہی نہیں کیا۔

سلطان میر اور سعدیہ کا پہلا بیٹا پیدا ہوا تو سلطان میر نے حویلی فون کر کے اپنے والدین کو یہ خوشخبری سنائی۔

سلطان میر کے والدین نے کہا کہ وہ سعدیہ کو طلاق دے دے اور حویلی کے وارث کو گھر لے آئے۔

ہر والدین کی طرح سلطان میر کے والدین بھی بیٹا پیدا ہونے کی خوشی سے سرشار ہو گئے اور جلد از جلد بیٹے کو اپنی حویلی لانا چاہتے تھے۔

سعدیہ کو طلاق دینے والی بات سلطان میر کو ناگوار گزری اور اس نے اپنے والدین سے کہا کہ وہ کبھی حویلی واپس نہیں آئے گا۔

اپنے اکلوتے بیٹے کی یہ بات سن کر سکندر میر طیش میں آ گئے اور سعدیہ کو اغوا کروالیا۔ اور ایک خط لکھا سعدیہ کی طرف سے کہ وہ سلطان میر کے ساتھ مزید رہنا نہیں چاہتی اسے آزادی چاہیے۔

مایوس ہو کر سلطان میر اپنے اکلوتے بیٹے کو لے کر حویلی واپس آ گیا۔

ایک سال تک سلطان میر کے بیٹے کو اس کی دادی نجمہ نے ناز سے پالا۔ اور تمام علاقے میں یہ اعلان کروا دیا کہ سلطان میر نے ایک لڑکی سے خفیہ نکاح کیا تھا جو بچے کو جنم دینے کے بعد مر گئی۔

ایک سال بعد سلطان میر کی شادی شگفتہ عرف سلطانہ بیگم سے ہو گئی۔

جب سلطانہ بیگم نے دیکھا کہ حویلی کا اکلوتا وارث یعنی کے شاہ میر سلطان اپنے دادا دادی اور اپنے باپ کا انتہائی لاڈلا ہے تو سلطانہ بیگم نے بھی شاہ میر کو بہت محبت دی۔

اُدھر سعدیہ کو اغوا کرنے کے بعد مسلسل سعدیہ سے فون کروا کر سلطان میر سے طلاق کی ڈیمانڈ کروائی جا رہی تھی زبردستی۔

مجبوراً سلطان نے سعدیہ کو طلاق دے دی۔

سکندر میر نے سعدیہ کو آزاد کروا دیا اور اُسے شاہ میر سے دور رہنے کا کہا۔

کچھ سال بعد سکندر میر اور نجمہ خاتون کار کے ایک حادثے میں جان بحق ہو گئے تو سلطانہ بیگم نے حویلی پر مکمل کنٹرول کر لیا۔

سلطان میر سعدیہ کی بیوفائی سے اس قدر دل برداشتہ ہو گئے تھے کہ انہوں نے کسی چیز میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔

www.urdu novels mania.com

اس بات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سلطانہ بیگم نے ساری حویلی اور حویلی کے ملازموں پر قبضہ کر لیا۔

جب شاہ میر پانچ سال کا ہوا تو سعدیہ کسی طرح سے حویلی پہنچ گئی۔

سلطان میر اور سلطانہ بیگم منت سماجت کرنے لگی کہ شاہ میر اُسے واپس دے دیں۔ اور سلطان میر سے یہ بھی کہا کہ اس کے والد نے اسے اغوا کر لیا تھا۔ اپنے والدین کے متعلق ایسی بات سن کر سلطان میر کو غصہ آگیا۔ اور انہوں نے دھکے دے کر سعدیہ کو نکال دیا۔

"بدچلن عورت۔ میرے میرے ہوئے باپ پر الزام لگاتی ہے؟ ابھی کفن بھی میلا نہیں ہوا میرے ماں باپ کا اور تم اُن پر ایسے الزام لگا رہی ہو؟" سلطان میر اپنے والدین کے متعلق ایسی بات سن کر آپے سے باہر ہو گیا۔ اور سعدیہ کو مارنا شروع کیا۔

"چھوڑ دیں اسے سائیں۔" صدا کی چالاک عورت سلطانہ نے یہاں بھی چال چلی۔ "مجھے یہاں رہنے دو۔۔۔ میں اپنے بیٹے کو دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں ساری زندگی یہاں نوکرانی بن کر گزار دوں گی۔ میرا دنیا میں کوئی نہیں میرے بیٹے کے علاوہ۔۔۔ میرے چچاؤں نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔ میرے پاس اب شہر میں کوئی ٹھکانہ نہیں۔" سعدیہ سلطانہ بیگم کے پیروں میں پڑ کر بولنے لگی۔

سلطان میر تو سعدیہ کو ٹھوکر مار کر چلے گئے۔ لیکن سلطانہ بیگم نے اُسے اٹھایا۔

"تو حویلی میں رہ۔۔۔ یہاں نوکرانی بن کر۔۔۔ تجھے پیسے نہیں ملیں گے۔ بس دو وقت کی روٹی اور چھت ملے گی۔ اور بات سن۔ کیسی کوپتہ نہیں چلنا چاہیے کے تو شاہ میر کی ماں ہے۔ اور اگر تو نے کسی کو بتایا تو اسی دن میں تیرے بیٹے کو جان سے مار دوں گی۔" سلطانہ بیگم کی دھمکی سے ڈر گئی سعدیہ۔۔۔ اُس نے وعدہ کر لیا اپنے بیٹے کی جان بچانے کے لیے۔ سعدیہ نے صرف اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے حویلی میں نوکرانی کی زندگی قبول کی تاکہ وہ شاہ میر کو دن رات دیکھ سکے۔ مگر اسے شاہ میر کے سامنے آنے کی اجازت نہیں دی تھی سلطانہ بیگم نے۔۔۔ بس دور سے دیکھنے کی اجازت تھی۔۔۔

اور حریم شاہ میر کی سگی ماں کوئی اور نہیں بلکہ میں ہی ہوں۔۔۔ حلیمہ سعدیہ۔۔۔ وہ حلیمہ سعدیہ جو حویلی کے وارث سردار شاہ میر سلطان کی سگی ماں ہونے کے باوجود پچھلے پچیس سال سے اپنے سردار بیٹے کی حویلی میں غلامی کی زندگی گزار رہی ہے۔۔۔

www.urdu novels mania.com

حریم۔۔۔

مجھے لگا تھا میرا ساتھ دینے والا یہاں کوئی نہیں۔۔۔ لیکن جب تم آئیں تو مجھے لگا تم ہی ہو جو اس ظالم عورت سے میرا بدلہ لے سکتی ہو۔۔۔

میں نے تم سے کہا تھا کہ سلطانہ بیگم ایسی چال چلے گی کہ وہ تمہیں شاہ میر کی نظروں میں گرا دیگی۔۔۔ تمہاری طلاق کروا دیگی۔۔۔ پھر تمہارا بچا تم سے چھین کر کائنات سے شاہ میر کی شادی کروا کر بچا کائنات کی جھولی میں ڈال دے گی۔

حریم وہ عورت جب تک زندہ ہے تب تک یہی کرے گی۔

پچھلے اٹھائیس سال سے وہ شاہ میر کو یہ کہانی سناتی آرہی ہے کہ اُس کی ماں بدکردار تھی جو اپنے آشنا کے ساتھ بھاگ گئی۔۔۔

اور شاہ میر اُس کی بات کا یقین کیے ہوئے ہے یہ جانے بغیر کہ اس کی ماں پر کتنا ظلم کیا حویلی والوں نے۔

سلطانہ بیگم نے مجھے اتنا مارا کہ میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی۔۔۔ وہ مجھے مارتی جاتی اور کہتی جاتی کہ۔۔۔

"میرے منگیتر کو پھانسی ہے؟؟؟ اس حویلی کے خواب دیکھتی ہے؟ شاہ میر کی ماں ہونے کا دعویٰ کرتی ہے؟"

ایسی باتیں کہتی جاتی اور مجھے مارتی جاتی۔۔۔

میں اتنے سالوں سے اس عورت کے ظلم سہہ رہی ہوں صرف شاہ میر کو ایک جھلک دیکھنے کے لیے۔۔۔

حریم اب میں تمہیں بتاتی ہوں۔۔۔ سلطانہ بیگم اب شاہ میر کے دل میں تمہارے اور مراد کے لیے شک پیدا کر دے گی۔۔۔ پھر ایسا منظر تخلیق کرے گی کے شاہ میر تمہیں اور مراد کو ساتھ دیکھ لیگا۔۔۔ اور تمہیں طلاق دے دیگا۔۔۔ کائنات سے شادی کر لیگا۔۔۔ اور تمہارا بچا تم سے چھین لیا جائیگا۔۔۔

حریم۔۔۔ تم جانتی ہو شاہ میر تم پر ظلم کیوں نہ کر سکا ورنہ میں ہونے کے باوجود؟؟؟ کیوں کے اس کی رگوں میں سلطانہ کا نہیں بلکہ سعدیہ کا خون ہے۔۔۔ کیوں کے وہ سلطانہ کی طرح ظالم نہیں میری طرح نرم دل ہے۔

سلطانہ بیگم نے اتنے سال محنت کی شاہ میر کو ظالم بنانے میں مگر وہ ناکام رہی۔۔۔ کیوں کے شاہ میر کی فطرت مجھ پر گئی ہے۔۔۔ وہ چاہ کر بھی تم پر یاں کسی اور اور ظلم نا کر سکا۔۔۔

اب سلطانہ بیگم ظفر کو شاہ میر کے ہاتھوں قتل کروانا چاہتی ہے اور عبید یعنی اپنے سگے بیٹے کو چھپا کر رکھا ہوا ہے۔۔۔ وہ شاہ میر سے اپنا کام نکلوا کر پھر اُسے دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال دیگی اور عبید کو اُس کی جگہ سردار بنا دیگی۔

اگر تمہیں میری بات کا یقین نہ آئے تو جاؤ سلطان میر کے پاس۔۔۔ اور پوچھو اُس سے کے شاہ میر کی ماں کون ہے اور کہاں ہے۔۔۔

فقط۔۔۔ حلیمہ سعدیہ

وہ خط پڑھ کر اب حیرت سے اُس خط کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

کیا نہیں تھا اُس کے اندر۔۔۔ بے یقینی۔۔۔ حیرت۔۔۔ غصہ۔۔۔ سوال۔۔۔

شاہ میر نے وہ خط واپس سائنڈ ٹیبل پر رکھا اور بوجھل قدموں سے اٹھا۔۔۔

اب اس کا رخ کچن کی طرف تھا۔۔۔ جہاں اُس کی سگی ماں تھی۔۔۔

اُن کے لیے جو کل نہ پڑھ سکے۔

شاہ میر لاؤنج میں بیٹھا ہوا تھا۔

اس نے گھر کے تمام ملازموں، اور وہاں رہنے والے تمام رشتے داروں، جو بھی وہاں تھے سب کو طلب کیا۔

سب خیریت سے شاہ میر کے گرد گھیر اڈالے کھڑے ہیں تھی اور وہ صوفے پر بیٹھا ہوا تھا دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے ہوئے۔

"شاہ میر بیٹا آخر ایسا کیا ہو گیا جو تم نے سب حویلی والوں کو یہاں اکٹھا کیا ہے؟"

سلطانہ بیگم نے پریشانی سے پوچھا وہ بھی اچھی خاصی پریشان ہو گئی تھیں کیونکہ شاہ میر کی آنکھیں سرخ تھیں اور لگ رہا تھا کہ وہ بہت غصے میں ہے اب وہ کیا کہنے جا رہا ہے کوئی نہیں جانتا تھا۔

کافی دیر تک خاموشی رہی پھر اس خاموشی کو شاہ میر کی گھمبیر آواز نے چیرتے ہوئے سوال کیا۔

"آپ میں سے یہاں حلیمہ سعدیہ کون ہیں؟"

شاہ میر کے سوال پر سب کی گردنیں حلیمہ کی طرف مڑ گئیں تو سمجھ گیا کہ ان سب خواتین میں کھڑی ہوئی حلیمہ کون سی ہے۔

اور سلطانہ بیگم کا دل اس سوال پر ڈوب گیا تھا۔

حلیمہ اپنی آنکھوں میں حیرت سموئے شاہ میر کی طرف دیکھ رہی تھی جو کھڑا ہو چکا تھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے بہت آرام سے اس کی طرف چلتا آ رہا تھا۔

جیسے جیسے شاہ میر چلتا ہوا حلیمہ کے پاس آ رہا تھا اس کے بوٹوں کی آواز وہاں حویلی میں گونجنے لگی کیونکہ اس قدر سب اس کو سننے کے لیے خاموش کھڑے تھے۔

پن ڈراپ سائلینٹ کا منظر تھا۔

شاہ میر بالکل حلیمہ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

حلیہ سمجھ رہی تھی کہ شاید اس خط میں جو حقیقت لکھی تھی وہ حریم نے پڑھ کر شاہ میر کو بتائی ہے۔

تھوڑی دیر حلیہ کو دیکھنے کے بعد شاہ میر ان کے گلے لگ گیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تو وہاں موجود ہر نفوذ حیران ہو گیا۔

سب کے ذہن میں صرف یہ سوال تھا کہ شاہ میر کیوں اس عورت سے لپٹ کر رو رہا ہے وہ بھی بچوں کی طرح۔

اور سلطانہ بیگم کو لگا کے حویلی کی ساری کی ساری پھت اس کے سر پر آن گری ہے۔
"پچیس سال۔۔۔۔"

شاہ میر حلیہ سے الگ ہوا اور اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"سن لو سب۔۔۔ یہ عورت میری سگی ماں ہے۔۔۔ جس کو جیتے جی اس حویلی کے مکینوں نے مار دیا تھا۔۔۔ دیکھ لو سب بھی میری سگی ماں ہے۔۔۔ جس کے بارے میں مشہور کر

دیا گیا تھا کہ یہ اپنے آشنا کے ساتھ بھاگ گئی ہے مجھے چھوڑ کر۔۔۔ یہ عورت۔۔۔ جس کا

کردار پچھلے اٹھائیس سالوں سے اچھا لا جا رہا ہے اس حویلی میں۔۔۔ یہ عورت پچھلے پچیس

سالوں سے اس حویلی میں صرف اس لئے غلامی دے رہی ہے تاکہ وہ اپنے بیٹے کو ایک

جھلک دیکھ سکے دن میں۔۔۔ 25 سال اس عورت نے غلامی میں گزار دیئے صرف مجھے

دیکھنے کے لیے۔۔۔ مجھے اپنے آس پاس محسوس کرنے کے لیے۔۔۔ یہ عورت جس کا مجھ پر سب سے زیادہ حق تھا۔۔۔ وہ مجھے دیکھنے کے لیے۔۔۔ ناصرف اٹھانے کے لئے نہ صرف پیار کرنے کے لئے صرف دیکھنے کے لئے پچیس سالہ غلامی دیتی ہے۔۔۔ کیوں؟؟؟؟

"کیوں" کا لفظ شاہ میر نے سلطانہ بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ رو رہا تھا۔۔۔ اُس کی آنکھیں سرخ اور نم تھیں۔

سلطانہ بیگم کا تودل ہی دہل گیا۔۔۔ شاہ میر کی باتیں اور اس کی آنکھیں دیکھ کر۔

"آپ کے پاس نہیں ہے شاید اس" کیوں" کا جواب۔ لیکن میرے پاس ہے... اس کیوں کا صرف ایک ہی جواب ہے کہ اس حویلی کے لوگ ظالم اور جابر ہیں۔"

آخری جملہ شاہ میر نے باقاعدہ چینتے ہوئے غصے سے کہا تھا اور پوری حویلی میں اس کی آواز کسی شیر کی مانند گونج رہی تھی جیسے وہ کہہ دھاڑ رہا ہو۔

"ظالم ہیں۔۔۔ ظالم ہیں۔۔۔ ظالم ہیں۔۔۔ سب کے سب یہاں ظالم تھے۔۔۔ ظالم ہیں۔۔۔ اور ظالم رہیں گے۔۔۔"

شاہ میر پوری قوت سے چلاتے ہوئے بول رہا تھا۔ آپ نے شہادت کی انگلی سلطانہ بیگم کی طرف "پوک" کرتے ہوئے۔

"اور میں سردار شاہ میر سلطان ان ظالم لوگوں کے بیچ میں مزید نہیں رہ سکتا۔۔۔" شاہ میر کہتا ہوا سلطانہ بیگم کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

وہ اپنی وحشی آنکھیں سلطانہ بیگم کی آنکھوں میں جمائے ہوئے کھڑا تھا۔

"دنیا کی سب سے بڑی نعمت" بے خبری "ہے اماں۔" شاہ میر سلطانہ بیگم کی آنکھوں میں دیکھ کر دکھ سے بولا۔

"کاش کہ مجھے یہ سب پتہ نہ چلتا۔۔۔ میں جیسے جی رہا تھا ویسے جی رہا ہوتا۔۔۔ کاش کہ میرا بھرم قائم رہتا جو آپ پر تھا۔۔۔ کاش میں ساری زندگی لاعلم رہتا اس حقیقت سے تو آج اس تکلیف سے میں نہ گزرتا جس سے میں اس وقت گزر رہا ہوں۔ میرے دادا دادی اور میرے باپ نے جو کچھ بھی کیا مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔۔۔ میرے دل میں سب سے بڑا رتبہ آپ کا تھا اماں جواب نہیں رہا۔۔۔ آج میں نے ایک ماں پائی ہے تو دوسری کھودی ہمیشہ کے لئے۔۔۔ جا رہا ہوں میں۔"

شاہ میر سلطانہ بیگم کے قدموں کو چھونے کے لیے جھکا۔

اس علاقے میں یہی رسم تھی کہ جاتے وقت چھوٹے بڑوں کے قدموں میں جھک کر رخصت طلب کرتے تھے۔

شاہ میر ویسے ہی جھکا تھا سلطانہ بیگم کے سامنے۔

"بد تمیزی آج بھی نہیں کروں گا۔۔۔ میرا دل دکھ سے لبریز ہے۔۔۔ آج میں نے اپنی اماں کھودی ہے۔۔۔ آپ نے میری ماں کو جیتے جی مار دیا تھا۔۔۔ آج میں بھی بدلہ لے رہا ہوں۔۔۔ آج میں بھی اپنی۔۔۔ اماں کو جیتے جی مار رہا ہوں۔ آپ نے ہی مجھے "بدلہ" لینے کا ہنر سکھایا ہے۔

اللہ حافظ۔"

شاہ میر سلطانہ بیگم کے سامنے سے ہٹا اور حلیمہ کو کندھوں سے پکڑ کر ساتھ لے جانے لگا۔

حلیمہ روئے جا رہی تھیں مسلسل اس سے کچھ بولا نہیں جا رہا تھا۔
جاتے جاتے ہوئے ایک بار پھر سے پلٹ اور سب کی سر طرف دیکھا اور بولا۔
"آخری بات۔۔۔ میری ماں بدکردار نہیں ہے۔"
شاہ میر نے کہا اور حلیمہ کو لیکر وہاں سے چلا گیا۔

سلطانہ بیگم کو جی سے سخت ہوا گیا تھا۔۔۔

کافی دیر تک وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس دروازے کو دیکھتی رہیں جس سے شاہ میر گیا تھا۔

اور اگلے ہی پل سلطانہ بیگم زمین بوس ہو کر گر پڑیں تو حویلی کے تمام افراد ان کی طرف لپکے۔۔۔

مراد کو شاہ میر کی کال آئی کہ اُسے ایئر پورٹ سے پک کر لے۔

مراد نے گاڑی نکالی۔ اور چوکیدار کو کافی ہدایت دیتا ہوا ایئر پورٹ کے لیے روانہ ہوا۔ شاہ میر کو ہوائی سفر پسند نہیں تھا اس لیے وہ بائے روڈ ہی سفر کرتا تھا۔ لیکن کبھی جو بہت جلدی ہو تب ہی جہاز کا سفر کرنا پڑ جاتا تھا اُسے۔

"وہ ایک بندہ جو تھا وہ ابھی ابھی نکلا ہے۔ میرے حساب سے گھر میں اب چوکیدار ملازم اور خواتین کے سوا کوئی نہیں۔" اُس جاسوس نے فون میں کہا۔

"ٹھیک ہے، یہی وقت مناسب ہے میں آ رہا ہوں۔" آگے سے کہا گیا تھا۔

پیزا بوائے گیٹ اپ میں داخل ہونے والے اُس شخص نے اپنے ساتھی کے ساتھ مل کر نے چوکیدار کے کو بیہوش کیا پھر وہ دونوں تیزی سے گھر کے اندر داخل ہوئے۔ ضمیر کچن میں رات کے کھانے کی تیاری کر رہا تھا۔

کچن ایسی لوکیشن پر تھا کہ اسے خبر ہی نہیں ہوئی کہ کوئی گھر کے اندر داخل ہوا ہے۔

لاؤنج میں موجود نوری نے ان دونوں کو دیکھ کر ایک زوردار چیخ ماری تو ضمیر بھاگتا ہوا لائونج تک آیا۔

"اپنی جگہ سے ہلنا نہیں۔" ان میں سے ایک شخص نے پستول دکھا کر ان دونوں کو وہیں پر روک لیا۔

وہ دونوں جانتے تھے ان کے پاس وقت بہت کم ہے۔

اتنے میں نوری کی چیخ سن کر حریم کمرے سے باہر آئی تو سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے پیروں تلے سے زمین جیسے سرک گئی۔

اس کے سامنے دو نقاب پوش تھے۔ جن میں سے ایک نوری اور ضمیر پر پستول تانی ہوئی تھی اور دوسرا ایک دم سے حریم کے پاس آیا اور اس کے منہ پر کپڑا رکھا جس سے وہ بے ہوش ہو گئی۔

یہ سب اتنا اچانک ہوا کہ حریم کو اندازہ ہی نہیں ہوا کہ اس کے سامنے آنے والا شخص کیا کرنے والا ہے۔

"صاحب دو گھنٹے اور ایم بی بی کو اغوا کر کے لے گئے ہیں۔" شاہ میر گاڑی میں بیٹھا تو اسے ضمیر کی کال آئی۔

شاہ میر کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آخر اس کے ساتھ یہ مسئلہ کیوں ہوتے جا رہے ہیں یکے بعد دیگر۔

مراد نے بہت تیزی سے گاڑی بتائیں وہ بھی بہت پریشان ہو گیا تھا۔
ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا شاہ میر اپنی کنپٹیوں کو مسلتا جا رہا تھا۔

بہت مشکل سے اس نے اپنی آنکھیں کھولیں۔

پہلے تو اسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ کہاں ہے۔

اگلے ہی پل اسے کچھ دیر پہلے ہونے والا واقعہ یاد آیا تو وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس نے دیکھا وہ ایک کمرے میں قید ہے جس میں صرف ایک بیڈ رکھا ہوا ہے۔

وہ ایک دم سے دروازے کے پاس آئی۔ دیکھا تو دروازہ لاک ہے باہر سے

"کوئی ہے؟ کھولو۔۔۔ دروازہ کھولو۔۔۔" حریم مسلسل دروازہ پیٹتی جا رہی تھی اور

پوری قوت سے چلا رہی تھی۔

نجانے کتنی دیر تک وہ دروازہ بجاتی رہی لیکن آگے سے کوئی جواب نہیں آیا۔

بالآخر وہ تھک ہار کر واپس بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔

اب وہ اپنے بالوں کو اپنی مٹھی میں جکڑے سوچ رہی تھی۔

"سلطانہ بیگم آخر تم نے اپنی اصلیت دکھا ہی دی۔۔۔ لیکن تم اپنی اس چال میں کامیاب نہیں ہوگی۔۔۔ شاہ میر اگر مجھ سے واقعی محبت کرتا ہے جس کا وہ دعویدار ہے۔۔۔ تو وہ ضرور آئیگا مجھے بچانے۔۔۔" حریم خد کلامی کر رہی تھی۔

"یہ اماں نے کیا ہے سب۔۔۔" شاہ میر کسی غیر مرئی نکتے کو دیکھ کر بول رہا تھا۔ بہت سنجیدہ۔۔۔ بے حد پریشان۔۔۔ بہت غصے میں۔۔۔ وہ ایک ہی لمحے میں نجانے کتنی کیفیات سے گزر رہا تھا۔ "ظفر بھی ہو سکتا ہے۔" مراد نے کہا۔ وہ سب لاؤنچ میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"اماں نے پہلے مجھے طبیعت خرابی کا کہہ کر حویلی بلایا۔۔۔ پھر یہ سب کیا۔۔۔ حالانکہ ان کی طبیعت بالکل ٹھیک تھی۔ اگر خراب ہوتی تو میں شک نہ کرتا۔ اور جو کچھ میری ماں کے ساتھ کیا حویلی والوں نے۔۔۔ اب وہی سب میری بیوی کے ساتھ کرنا چاہ رہے ہیں۔" شاہ میر کا سارا شک سلطانہ بیگم پر ہی تھا۔

"شاہ میر۔۔۔ تم سارا کا سارا شک سردار بی بی پر ڈال کر بہت بڑی غلطی کر رہے ہو۔ اگر یہ سب ظفر نے کیا تو؟" مراد نے کہا۔

"مجھے ظفر کی پرواہ نہیں ہے مراد۔۔۔ حریم اُس کی بہن ہے۔۔۔ اگر ظفر نے یہ سب کیا ہے تو مجھے کم از کم یہ تصلی تو ہوتی کے وہ حریم کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ظفر کے پاس تو وہ محفوظ ہی رہے گی۔۔۔ لیکن اماں۔۔۔ مجھے صرف یہ فکر ہے کہ اگر اماں نے یہ سب کروایا ہے تو حریم۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔ مراد میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔۔۔ میں اُس کے بنا نہیں رہ سکتا۔۔۔ میں تصور بھی بھی کے سکتا اُس کے بغیر زندگی کا"

شاہ میر کھڑا ہوا اور کسی کو فون ملانے لگا۔

"کس کو فون کر رہے ہو؟" مراد نے پوچھا۔

"میرا کزن ہے ایک۔۔۔ سیکریٹ سروسز میں ہے۔ اُسے بلارہا ہوں۔" شاہ میر کے کہہ کے نمبر ڈائل کیا۔

سارا معاملہ اپنے کزن عدنان بلوچ کو سمجھایا اور خفیہ رکھنے کو کہا۔ اب عدنان بلوچ متحرک ہو چکا تھا حریم کی تلاش میں۔۔۔

"وہ اُن کا منیگٹر ولید بھی ہو سکتا ہے" مراد نے کافی دیر سوچنے کے بعد کہا۔

"وہ ولید بھی ہوا تب بھی حریم محفوظ ہوگی۔۔۔ مجھے صرف اماں کی طرف سے خوف ہے" شاہ میر نے پھر سے صوفے اور بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ سلطانہ کے سوا کوئی نہیں۔۔۔ وہ پھر سے میری کہانی دوہرا رہی ہے۔" حلیمہ سخت تاثرات کے ساتھ بولی۔۔۔

حریم کو اُس کمرے میں بیٹھے تین گھنٹے بیت گئے تھے۔ وہ اس انتظار میں تھی کہ کوئی آئے تو پتہ چلے کہ یہ کس کی کارستانی ہے۔ وہ جانتی تھی اب چیخنے چلانے یاں دروازہ پیٹنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جو بھی ہو گا خد ہی آجائیگا سامنے۔۔۔ مگر وہ آکیوں نہیں رہا تھا؟؟؟ انتظار طویل سے طویل تر ہوتا جا رہا تھا۔

اُس کا سر درد کرنے لگا۔ جونشا اور بو اُسے سونگھائی گئی تھی اُس کی وجہ سے اُس کا سر بھاری ہوا جا رہا تھا۔ ایسے میں اُسے چائے چاہیے تھی جو اس نشے کو توڑنے میں مدد دیتی ہے۔

وہ ڈاکٹر تھی۔۔۔ جانتی تھی کہ اینسٹھیزیا سے ہوش میں آنے کے بعد چائے دینا بہت ضرور ہوتا ہے۔ تاکہ چائے میں موجود نیوکوٹین نشے کو ختم کر سکے۔

وہ یہ بھی جانتی تھی کہ یہ نشا اُس کے بچے کے لیے کتنا خطرناک تھا۔ اب اگر اُس کا بچہ بچ گیا تو یہ ایک معجزہ ہو گا۔ اور اس نشے کا ذرا سا زیادہ ہو جانا انسانی جان کے لیے کتنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

"اب تک شاہ میر کو خبر ہو گئی ہو گئی۔ کتنا پریشان ہو گا وہ۔ کیا اب بھی وہ سلطانہ بیگم کا ساتھ دیگا؟ کیا اب بھی وہ آنکھیں نہیں کھولے گا؟ وہ کب سمجھے گا کہ یہ عورت سب کو برباد کر دیگی۔ کیوں اُسے دوست اور دشمن کی پہچان نہیں ہے۔۔۔"

حریم سوچے جا رہی تھی کہ دروازہ کھلا۔

اندر داخل ہونے والے شخص کو دیکھ کر حریم کا اوپر کا سانس ایک پل کو اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

"نوری کیا اُس نے حریم پر پستل تانی تھی؟ یاں اُسے کچھ کہا؟ یاں حریم نے پہنچا اُسے؟"

شاہ میر نوری سے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں سائیں اس نے پستل مجھ پر اور ضمیر پر تانی تھی۔ اس نے بس حریم بی بی کے منہ میں ایک کپڑا رکھا جس سے وہ بیہوش ہو گئی۔ اور پھر وہی شخص جلدی سے حریم بی بی کو اٹھا کر لے گیا۔ دوسرے شخص نے ہم پر پستول تانی ہوئی تھی جب تک وہ حریم بی بی کو باہر نہ لیکے گیا۔"

"حریم نے انہیں نہیں پہچانا؟" شاہ میر نے پوچھا۔

"نہیں وہ نقاب میں تھے۔ اور پہچاننے کا موقع ہی نہیں تھا سب کچھ اتنا اچانک ہوا کہ کچھ سمجھ ہی نہیں آیا۔" ضمیر بولا۔

"مراد۔۔۔ اس ایکشن سے لگ رہا کہ اماں کی آدمی نہیں تھے۔ جس طرح سنبھال کر وہ حریم کو لے کر گیا ہے وہ ظفر کے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتا۔ پستول والے شخص کو اس نے حریم کو ہاتھ لگانے نہیں دیا۔ اور خود اسے اٹھا کر لے گیا۔ اور حریم پر انہوں نے پستل بھی نہیں تانی اور اُسے خوفزدہ بھی نہیں کیا۔ یہ ظفر ہی ہے۔" شاہ میر نے کہا کہ اگلے ہی پل اُسے انجان نمبر سے پیغام موصول ہوا۔

"حریم کو طلاق دے دو ورنہ تمہارا بچہ دنیا میں آنے سے پہلے ہی تم سے بچھڑ جائیگا۔" پیغام پڑھتے وقت شاہ میر جیسے اس دنیا میں تھا ہی نہیں۔ جو کچھ ہو رہا تھا اُس کے لیے یقین کرنا مشکل تھا۔

www.urdu novels mania.com

"ظفر۔۔۔"

شاہ میر کہتا ہوا اٹھا۔

"کہاں جا رہے ہو؟" مراد نے پوچھا۔

"چلو میرے ساتھ ابھی شہناز کی حویلی۔۔۔" شاہ میر نے کہا۔

"لیکن شاہ میر تم ابھی اتنا لمبا سفر کر کے آئے ہو۔" مراد بولا۔

"وہ میرا بچہ مار دے گا۔۔۔ ظفر میرا بچہ مار دیگا۔۔۔ اور مجھے ظفر کو مارنا ہے میرے پاس وقت نہیں ہے۔" شاہ میر نے کہا۔

"مجھے لگا تھا وہ یہاں آئیگا۔ مگر اُس نے تو بزدلی دکھائی۔ وہ حریم کو ہی لے گیا۔ یہ ظفر کے سوا کوئی نہیں۔ اماں کا آدمی ہوتا تو حریم کو مارنے کی بات کرتا۔۔۔ میرے بچے کو نہیں۔" شاہ میر اک دم کمرے میں گیا اور وہاں سے پسٹل اٹھالایا۔

"چلو مراد۔۔۔" اُس نے مراد سے کہا۔

یہ طویل سفر تھا اور شاہ میر کو یقین تھا کہ ظفر اُسے واپس حویلی لے کر گیا ہے۔ وہ تانے بانے بن رہا تھا۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ حریم میرے ساتھ رہنا ہی نہیں چاہتی ہو۔ اور وہ خود اپنی مرضی سے اپنے بھائی کے ساتھ گئی ہے۔ اور وہ اغواہ اصراف ایک ڈرامہ ہو نوری اور ضمیر کے سامنے۔" وہ گاڑی کی کھڑکی سے باہر کے مناظر دیکھتا ہوا سوچتا جا رہا تھا۔

وہ مناظر جو ہر دوسرے سیکنڈ تبدیل ہوتے جا رہے تھے گاڑی اسقدر سپیڈ سے چل رہی تھی۔

"میں اپنے بھائی کے قاتل کے ساتھ کیسے زندگی گزاروں گی؟"

(کیا تم میری خاطر ظفر کو معاف نہیں کر سکتے؟)

(تمہاری "موت" چاہتی ہوں میں۔۔۔ موت)

(لیکن اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ تم کسی بھی نیکی کے حقدار نہیں ہو۔)"

(میری نظر میں گر گئے تم کل ہی۔۔۔ مجھے اب تمہاری کوئی ہمدردی نہیں چاہیے)

(تو سردار شاہ میر سلطان، اس ونی میں آئی ہوئی لڑکی کے حسن کے آگے ہار گیا)

(قسمت کا کھیل ہے سارا۔۔۔ اور تم اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتے۔۔۔۔۔ قسمت نے شوہر بنا دیا۔۔۔ زبردستی کا شوہر۔۔۔)

حریم کی کسی ہوئی تمام باتیں اُس کے ذہن میں گونجنے لگیں۔

اُس کا چہرہ بار بار اُس کی آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا۔

(سردار شاہ میر سلطان کے نکاح میں آئی ہوئی اس کی شرعی بیوی ہوں میں۔۔۔ اور سردار شاہ میر چاہے جتنا اس حقیقت کو دنیا کے سامنے جھٹلا لے مگر اللہ کے سامنے نہیں جھٹلا سکتا۔ اگر غلام بنا کر رکھنا ہے تو مجھے طلاق دو۔ پھر غلام بناؤ۔ پھر بیوی نہیں باندی بولو۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔)"

شاہ میر نے بے چینی سے پہلو بدلہ۔

(سردار کی بیٹی نہیں ہوں مگر سردار کی بیوی تو ہوں نا)"...

شاہ میر کو وہ آنکھیں یاد آئیں۔۔۔ کیسے وہ شروع میں بے اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولتی تھی۔ بے خوف ہو کر۔۔۔

(تمہیں بالکل ڈر نہیں لگ رہا مجھ سے؟)

"ضرور لگتا۔۔۔ اگر تم مجھے تھپڑ مارنے کے بعد اپنا ہاتھ زخمی نہ کر لیتے تو۔۔۔ تو ڈر لگتا کہ تم مار مار کر میری جان ہی لے لو گے۔ مگر جو انسان ایک لڑکی کو تھپڑ مارنے کے بعد اپنا ہاتھ زخمی کر لیتا ہے۔۔۔ یقیناً دوسرا تھپڑ مارنے کی ہمت اس میں نہیں ہے۔"

اُس کا دل ڈوب رہا تھا۔۔۔ ڈوبتے سورج کے ساتھ ساتھ۔۔۔

(جو بھی ہے میرے بھائی میں ایک مرد کو مار کر مردانگی دکھائی ہے۔ تمہاری طرح کسی عورت کو سزا نہیں دی۔ بھری پنچایت ہے تم نے مجھے مانگا۔ اس کی جگہ اگر تم میرے بھائی کو قتل کر دے تو شاید میری نظروں میں اتنا نہ کر دے جتنا میری بولی لگانے پر گرے ہو۔ تب میں سوچتی کے ہاں ٹھیک ہے اس شخص نے اپنے بھائی کے خون کے بدلے میرے بھائی کا خون کر کے صرف حساب برابر کیا ہے۔ جب ادا سائیں تمہارے ہاتھ نہیں لگے تو تم نے مجھے مانگ لیا۔ تاکہ ایک بے قصور اور مظلوم سے بدلہ لے سکے۔)"

یہ سفر سردار شاہ امیر سلطان کو اپنی زندگی کا سب سے طویل سفر محسوس ہو رہا۔

سب سے مشکل سفر۔۔۔

سب سے اذیت ناک سفر۔۔۔

"شاہ میر تم دشمنوں کے علاقے میں جا کر بہت بڑی غلطی کر رہے ہو۔۔۔ مارے جاؤ گے۔۔۔" مراد نے کہا۔

میں مارا جاؤں گا پہلے کسی فسانے میں۔۔۔

پھر اس کے بعد حقیقت میں مارا جاؤں گا۔۔۔

میں ورغلا یا ہوا لڑ رہا ہوں اپنے خلاف۔۔۔

میں اپنے شوقِ شہادت میں مارا جاؤں گا۔۔۔۔

میرا یہ خون مرے دشمنوں کے سر ہوگا۔۔۔

میں دوستوں کی حراست میں مارا جاؤں گا۔۔۔

میں چپ رہا تو مجھے مار دے گا میرا ضمیر۔۔۔

گو اہی دی تو عدالت میں مارا جاؤں گا۔۔۔۔

مرا کوئی میرے ہاتھوں مرا تو پھر بھی میں ہی مرا۔۔۔

طرح طرح کی وضاحت میں مارا جاؤں گا۔۔۔

اٹھایا جاؤنگا مارا ہوا قیامت کا۔۔۔

پھر ایک اور قیامت میں مارا جاؤں گا۔۔۔

نہیں مروں گا کسی جنگ میں یہ سوچ لیا۔۔۔

میں اب کی بار محبت میں مارا جاؤں گا۔۔۔

شاہ میر اپنے دل میں یہ شعر دہرا رہا تھا جو اسے بہت پسند تھا۔۔۔

"میں آپ کی بار محبت میں مارا جاؤں گا۔۔۔" شاہ میر نے مراد سے کہا۔۔۔

سلطانہ بیگم پچھلے کئی گھنٹوں سے بے ہوش تھی۔

انہیں ہسپتال لے جایا گیا تھا۔۔۔

کائنات اور ساجدہ ہسپتال کے کارڈور میں باہر بیٹھی ہوئی تھیں۔

انہوں نے ابھی آدھے سفر ہی طے کیا تھا کہ شاہ میر کا موبائل بچا سلطانہ بیگم کے فون سے
کال آرہی تھی۔

"شاہ میر، خالائتمہارے جاتے ہیں بے ہوش ہو کر گر پڑی تھیں۔ ہم انہیں ہوسپتال لے کر
آئی ہے مگر۔۔۔" کائنات کی آواز موبائل اسپیکر میں ابھری۔

"مگر؟؟" شاہ میر نے ایک دم کہا۔

"مگر ڈاکٹر نے کہا ہے کہ بی بی شوٹ کرنے کی وجہ سے ان کو فاج کا اٹیک ہوا ہے اور آدھا حصہ پیرالائز ہو گیا ہے ان کا وہ اپنا چل پھر سکتی ہیں نہ بول سکتی ہیں۔" کائنات نے بتایا۔
 "اوہ میرے خدا۔۔۔" شاہ میر نے آنکھیں میچ لیں۔

"کیا ہوا شاہ میر؟" مراد نے پریشانی سے پوچھا۔

"سب میری وجہ سے ہوا ہے۔۔۔ مجھے ان کی صحت کا خیال رکھنا چاہیے تھا مگر۔۔۔ میں جانتا تھا وہ ہائی بلڈ پریشر کی مریضہ ہیں۔۔۔ اتنا کچھ بول کر آ گیا انہیں میں۔۔۔ جانتا بھی تھا کہ میری جدائی نہیں سہہ سکتیں وہ۔" شاہ میر اپنی کنپٹیوں کو مسلتا ہوا بولتا جا رہا تھا۔
 "ہوا ہے بتاؤ تو سہی؟" مراد نے پھر پوچھا۔

"اماں کا بی بی شوٹ ہونے کی وجہ سے اُن کو فاج کا اٹیک ہوا ہے اور آدھا حصہ پیرالائز ہو گیا اُن کا۔" شاہ میر نے بتایا۔

www.urdu novels mania.com

"یہ تو بہت برا ہوا۔" مراد بولا۔

"سب میری وجہ سے ہوا ہے" شاہ میر پھر بولا۔

"تم کیوں ہے بات کے لئے خود کو بلیم کرتے ہو شاہ میر؟ جنید کی موت کا ذمے داری بھی خدا کو سمجھتے ہو۔ بجا بھی کی حالت کا ذمے داری بھی خود کو سمجھتے ہو۔۔۔ مت سوچو ایسا۔"
 مراد نے کہا۔

"میں اپنے بھائی کی حفاظت نہ کر سکا۔۔۔ مجھے پتا ہی نہیں چلا اور وہ پاکستان میں کیا کیا نہیں کرتا پھر رہا تھا۔۔۔ وہ کسی کو قتل کرنے کا سوچ سکتا ہے یہ میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔۔۔ ظفر اسے نہیں بلکہ وہ ظفر کو مارنے آیا تھا۔۔۔ اور ظفر نے خود کو بچانے کے لئے گولی چلا دی۔۔۔ یہ ایک سیلف ڈیفنس کے سوا کچھ نہ تھا جسے میں قتل سمجھ رہا تھا۔" شاہ میر نے کہا۔

"ہاں بھائی نے مجھے بتایا تھا یہی سب۔" بے خیالی میں مراد کے منہ سے یہ فقرہ پھیل گیا۔

"تمہیں بتایا؟؟ حریم نے؟؟ شاہ میر حیران ہوا۔

"تمہیں کس نے بتایا؟" مراد نے فوراً بات گول کرتے ہوئے کہا۔

"وہ لڑکی ملی تھی مجھے سونیا۔۔۔ اسی نے بتایا مجھے۔ وہ وہاں پر موجود تھی اس وقت۔۔۔ ظفر نے اس لڑکی کو شادی کا پیغام بھیجا تو۔۔۔ جنید آپے سے باہر ہو گیا اور دونوں میں ہاتھ پائی شروع ہو گئی۔۔۔ جنید نے ظفر کے سر پر پستل کر گولی چلائی چاہی۔۔۔ لیکن اس سے پہلے ظفر نے چلا دی۔۔۔ سیلف ڈیفنس میں۔" شاہ میر نے نیا انکشاف کیا۔

"تم نے یہ بات مجھ سے چھپائی شاہ میر؟" مراد کو دکھ ہوا۔

"بہت مشکل تھا میرے لیے یہ قبول کرنا کہ میرا بھائی کسی کا قتل کرنے جا رہا تھا۔۔۔ اور اس بات کا ذکر میں کسی سے نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔" شاہ میر نے کہا۔

"اور یہ جاننے کے باوجود کہ ظفر نے سیلف ڈیفنس میں قتل کیا تم ابھی اس کی جان کے دشمن بنے ہوئے ہو؟" مراد بولا۔

"تم نہیں سمجھ سکتے۔۔۔ میرے بھائی کا قتل ہوا ہے۔۔۔ میں نے کھانا دیا ہے اس کی جوان میت کو۔۔۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جنید سے صرف خوفزدہ کرنا چاہ رہا تھا اور اس نے۔۔۔ میں نے امریکا جا کر بہت بڑی غلطی کی اور پیچھے میرے بھائی غلط کاموں میں لگ گیا۔۔۔ میں ساتھ ہوتا تو وہ کبھی ایسا نہ کرتا میں اسے پل پل زندگی کے معاملات سمجھاتا رہتا تھا۔" شاہ میر نے کہا۔

"اپنے ذہن پر زیادہ زور مت دو شاہ میر تو اس وقت پہلے ہی بہت پریشان ہو۔" مراد نے کہا۔

"میں چاہ کر بھی اس عورت سے نفرت نہیں کر پا رہا ہوں مراد۔۔۔ میں نے تم سے کہا تھا نہ کہ سلطانہ بیگم کے پاس اگر شاہ میر نہیں تو کچھ بھی نہیں۔" وہ وٹ سکرین کو دیکھ کر عجیب سے انداز میں بول رہا تھا۔

"اتناسب کچھ ہونے کے باوجود بھی تمہاری پریشانی ان کے لئے ویسے بنتی نہیں ہے شاہ میر۔۔۔ جو دوسروں کے ساتھ برا کرتا ہے اس کے ساتھ برا ہوتا ہے یہ قدرت کا قانون

ہے۔ سردربین جو تمہاری ماں کے ساتھ کیا۔۔۔ یہ سب تو ہونا ہی تھا ان کے ساتھ۔۔۔
"مراد نے کہا۔

"پھر بھی میں سے محبت کرتا ہوں مراد میں خود کو ان سے محبت کرنے سے روک نہیں
سکتا۔"

کہتے ہوئے اُس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

باتوں ہی باتوں میں یہ طویل سفر بھی اختتام پذیر ہو چکا تھا سردار شاہ نواز کی حویلی اب انہیں
دور سے نظر آ رہی تھی۔

کائنات اب مسلسل عبید کو فون ملائے جا رہی تھی مگر وہ نہ جانے کہاں مصروف تھا جو اس
کی کال رسیو نہیں کر رہا تھا۔
ڈاکٹر نے کہا کہ انہیں ہسپتال میں رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس لئے وہ لوگ سلطانہ بیگم
کو واپس حویلی لے کر آئے تھے۔

"دونوں بیٹے ان کے غائب ہے اب میں تیمارداری کروں گی؟" کائنات نے بے زاری
سے کہا تو سلطانہ بیگم نے کنکھیں سے اُسے دیکھا۔
بولنے کے قابل تو وہ رہی ہیں نہیں تھیں۔

اب صرف خاموش تماشائی بن کر دیکھنا ہی تھا انہیں ساری زندگی۔

انہوں نے کچھ بولنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی عجیب سی آوازیں نکل رہی تھیں ان کے منہ سے۔

"میں بھی بہت تھک گئی ہوں۔ مجھ سے بھی نہیں ہوگی ان کی تیمارداری۔۔۔ کسی اور ملازمہ سے کہتی ہوں کہ ساری رات ان کے ساتھ جاگتی رہے مجھے تو بڑی نیند آرہی ہے کب سے اسپتال میں خوار ہو رہی تھی میں۔۔۔" ساجدہ نے بھی بیزاری دکھاتے ہوئے کہا تو سلطانہ بیگم کی آنکھ نم ہو گئی۔

"اویسے سچ کہتے ہیں۔۔۔ برے کا انجام برا ہوتا ہے سلطانہ بیگم۔۔۔ اللہ بچائے ایسی حالت سے تو موت بہتر ہے۔ نہ کھانے پینے کے قابل نہیں رہی نہ چلنے پھرنے کے۔ کسی کے ساتھ کوئی نیکی کی ہوتی تو آج شاید آپ کے کام ہی آ جاتی۔" ساجدہ نے کہا۔

سلطانہ حیرت سے ساجدہ کو دیکھ رہی تھی کہ کیسے گرگٹ کی طرح اُس نے رنگ بدل دیا۔ یہی وہ عورت تھی جو اتنے سالوں سے اسے مشورے دیتی آرہی تھی اور آج یہی اس کے خلاف بول رہی تھی صرف اس لئے کہ سلطانہ بیگم بولنے کے قابل نہیں رہی۔

"ان کی حالت دیکھ کر میں نے تو بہت بڑا سبق سیکھا ہے کہ کبھی کسی مظلوم پر ظلم نہیں کرنا چاہیے ورنہ آخر میں یہی انجام ہوتا ہے۔" کائنات نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔

اتنے میں کائنات کا فون بج ہے اس کی ماں کا فون تھا۔

"بیٹا اپنی خالہ کا خاص خیال رکھنا ان کے پاس رہنا۔" شائستہ نے پریشانی سے کائنات کو ہدایت دی۔

"امی اپنی اولاد تو بھاگ گئی۔۔ ان کو اس حالت میں چھوڑ کر فون ہی نہیں اٹھا رہا عبید اور میں بیٹھ کر تیمارداری کرتی رہوں؟ مجھ سے نہیں ہو گئی ان کی خدمت میں واپس آرہی ہوں۔" کائنات نے ماں کو صاف جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بیٹا ایسے نہیں کہتے بہن ہے میری تمہاری خالہ ہیں۔" شائستہ نے کہا۔

"امی جو دوسروں پر ظلم کرتا ہے نا اس کا یہی انجام ہوتا ہے۔ ان کو سوچنا چاہیے تھا شاہ میر کی سگی ماں پر ظلم کرتے ہوئے اس کی بیوی پر ظلم کرتے ہوئے۔ کہ کسی دن خدا ان کی بھی پکڑ کریگا۔" کائنات نے کہہ کر فون کاٹ دیا۔

"میں تو جا رہی ہوں ہو سونے اپنا سامان پیک کروں گی اور صبح نکل جاؤں گی یہاں سے۔" کائنات بولی۔

اتنے میں دروازہ کھلا اور ایک نرس اندر داخل ہوئی ایک ملازمہ کے ساتھ۔

"اس نرس کو شاہ میر سائیں نے بھیجا ہے سردار بھی کی خدمت کے لیے یہ چوبیس گھنٹے ان کا خیال رکھے گی۔"

نرس کے ساتھ آنے والی ملازمہ نے کہا تو سلطان بیگم کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ انہیں اپنی ہی کسی ہوئی بات یاد آئی۔

(جس دن شاہ میر نے مجھے چھوڑ دیا اس دن میرا تخت الٹ جائے گا۔)

"دیکھ لیں سگا بیٹا فون نہیں اٹھا رہا اور سوتیلے بیٹے نرس بھیج دیں خدمت کے لیے۔ تھوڑا سا اپنے بھی شاہ میر کی خوشی کا خیال رکھا ہوا ہے سردار بیبی تو یہ سب نہ ہوتا۔ اس کی ماں کے ساتھ جو کیا سو کیا آپ نے کم از کم اس کی بیوی کو تو قبول کر لیتیں۔ یہ تو سوچا ہوتا کہ وہ آپ کے بیٹے کی محبت ہے۔ مائیں تو بیٹوں کی محبت پر جان قربان کر دیتی ہیں۔ لیکن آپ تو سوتیلی ماں تھی نا۔۔۔ ساری زندگی استعمال نہیں کرتی رہی شاہ میر سائیں کو آپ۔"

ساجدہ کی زبان آج بہت تیزی سے چل رہی تھی۔۔۔ ایسا لگ رہا تھا کہ سالوں کا غبار تھا اُس کے اندر سلطانہ بیگم کے خلاف جسے آج وہ آج اگل رہی تھی اپنے اندر سے زہریلے الفاظ کی صورت میں۔

وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے گاؤں کی طرف جا رہا تھا۔

اپنے آنے کی گھر میں اس نے کسی کو اطلاع نہیں دی تھی۔

مسلل ایک ہفتہ خوار ہونے کے بعد بالآخر وہ پاکستان پہنچ گیا تھا۔

اب اُسے سیدھا اپنے باپ کے پاس جانا تھا اور صرف ایک سوال کرنا تھا۔۔۔ کہ۔۔۔
اُس کی بہن کہاں ہے؟؟؟

اس نقاب پوش شخص کو دیکھ کر حریم کو چکر سے آنے لگے تھے۔
ایک سیکنڈ میں نہ جانے کتنے خیال اس کے ذہن میں آرہے تھے۔
سب سے پہلے تو اسے اپنی عزت کا تھا۔۔۔ نجانے کون تھا یہ شخص۔۔۔ جسے پہچاننے سے
وہ قاصر تھی۔

وہ اُس سے کیا چاہتا تھا اور کمرے میں کیوں آیا تھا۔۔۔
حریم کا سر چکرانے لگا۔

وہ شخص لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اس کے قریب آ رہا تھا۔
"مجھے ہاتھ لگانے کی غلطی مت کرنا۔۔۔ تم جو بھی ہو اتنا تو جانتے ہو کہ میں شاہ میر کی بیوی
ہوں۔۔۔ اگر تم سلطانہ بیگم کے آدمی ہو۔۔۔ تو یقیناً شاہ میر کی دہشت سے واقف ہو
گے۔ اگر تم نے میرے ساتھ کچھ بھی غلط حرکت کی تو انجام کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔

وہ جو بھی تھا اس نے ابھی تک پیزا بوائے والے کپڑے ہی پہنے ہوئے تھے۔ چہرہ مکمل طور پر بڑے سے رومال سے نقاب میں چھپایا ہوا تھا۔ اس کے بال بھی نمایاں نہیں تھے صرف اس کی آنکھیں نمایاں تھیں۔

"میں کہہ رہی ہوں میرے قریب مت آنا ورنہ بہت برا ہوگا۔" حریم پیچھے ہوتی جا رہی تھی۔ "بڑا ناز ہے تمہیں اپنے شاہ میر پر۔۔۔" نقاب کے اندر سے اُس شخص کی دبی ہوئی آواز ابھری تھی۔

حریم اب لمبی لمبی سانسیں لے رہی تھی پریشانی کی وجہ سے وہ پیچھے ہوتے ہوتے دیوار سے لگ گئی۔

اُس نقاب پوش پے دونوں ہاتھ دیوار پر جما کے حریم کے فرار کا راستہ بند کر دیا تھا۔ حریم بے حد خوبصورت اور کراس کی آنکھوں میں دیکھنے لگیں لیکن پہچاننے سے قاصر تھی۔۔۔۔

"شاہ میر بھی میرے گا میرے ہاتھوں اور اس کا بچہ بھی۔۔۔" اُس شخص نے حریم کی آنکھوں میں دیکھ کے کہا۔

"کون ہو تم؟" حریم نے اپنی جھیل سے آنکھوں میں حیرت سموئے سوال کیا۔

اُس شخص نے اپنا ہاتھ دیوار سے لگ کیا اور اپنے چہرے کے قریب لایا۔۔ اب وہ آہستہ آہستہ سے اپنا نقاب اتار رہا تھا جا رہا تھا۔
 "تم؟؟؟" حریم کی جیسے چیخ نکل گئی تھی۔

گاڑی سے ایک دم اتر کر فوراً مراد نے اپنی رائفل لوڈ کی۔
 شاہ میر نے بھی اپنی پسٹل سنبھالی اور دونوں حویلی کے اندر داخل ہوئے۔
 "کون ہیں آپ اور اندر کیسے جا رہے ہیں؟" چوکیدار اُن کے پیچھے بھاگا۔
 "اپنی بھواس بند کرو۔" مراد نے اُسے رائفل دکھاتے ہوئے کہا تو وہ خوفزدہ ہو گیا۔
 وہ دونوں حویلی کے اندر داخل ہوئے جہاں پر بہت سی خواتین مرد بیٹھے ہوئے تھے۔
 وہ سب شاید ابھی ابھی رات کا کھانا کھا کر فارغ ہوئے تھے۔
 ان دونوں کو اندر داخل ہوتا ہوا دیکھ کر سب ایک پل کو ساخت ہو گئے۔
 تقریباً سبھی لوگوں نے شاہ میر کو پہچان لیا تھا۔
 "شاہ میر؟؟؟ تم یہاں؟" شاہنواز نے حیرت سے پوچھا۔
 "میری بیوی مجھے واپس کے دو۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" شاہ میر نے شاہنواز کی سر پر بندوق تانتے ہوئے کہا۔

"شاہ میراُن کی سفید داڑھی کا تو لحاظ کرو۔" آمنہ بیگم نے چیختے ہوئے کہا۔
 "دشمن کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔" شاہ میر بولا۔

"شرافت سے بتاؤ میری بیوی اور تمہارا بیٹا کہاں ہے؟ کہاں چھپا کے رکھا ہے ظفر نے
 حریم کو؟ ورنہ تمہارے بیٹے نے تو ایک قتل کیا تھا میں یہاں بہت سی لاشیں گرا کر جاؤں گا
 آج۔" شاہ میر نے دھمکی دی۔

"تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ حریم تمہارے پاس نہیں ہے؟؟؟" آمنہ بیگم نے حیرت سے
 پوچھا۔

"آپ کا بیٹا ظفر لے گیا ہے میری بیوی کو اغوا کر کے۔" شاہ میر نے پوری قوت سے
 چلاتے ہوئے کہا۔

"ولید۔۔۔ تم؟؟؟ تم ایسا کیسے کر سکتے ہو میرے ساتھ ولید؟؟؟ مجھے تم سے یہ امید نہیں
 تھی۔" حریم نے تقریباً چیختے ہوئے غصے سے کہا۔

"مجھے بھی تم سے یہ امید نہیں تھی کہ تم مجھے بھلا کر شاہ میر کو اپنے دل میں جگہ دو گی۔۔۔"
 ولید بولا۔

"وہ شوہر ہے میرا۔" حریم نے کہا۔

"اور میں؟؟؟ بچپن سے تمہارے ساتھ کے خواب دیکھتا رہا ہوں۔ کتنا انتظار کیا تھا میں نے تمہاری ڈگری مکمل ہونے کا۔ کتنا خوش تھا کہ مجھے اپنی بچپن کی محبت مل جائیگی۔ لیکن۔۔۔ تم نے شاہ میر کو اپنا لیا۔" ولید نے کہا۔

"میں نے تمہارے ساتھ جینے مرنے کی کوئی قسمیں نہیں کھائیں تھیں۔ وہ ایک بچپن کی نسبت تھی جو ہمارے بڑوں نے طے کی تھی اور میری نظر میں اب اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ میری نظر میں اس نکاح کی اہمیت ہے جو میرا شاہ میر سے ہوا ہے۔ اور مجھے تم سے اتنی گری ہوئی حرکت کی توقع ہر گز نہیں تھی۔" حریم نے کہا۔

"مجھے بھی توقع نہیں تھی چچا سائیں سے کہ وہ ایسا کریں گے۔ ساری برادری میں کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا انہوں نے مجھے۔۔۔ یقین کرو میں حویلی سے باہر ہی نہیں نکلتا ہوں اس وجہ سے۔ جدھر بھی جاتا ہوں سب مجھے عجیب نظروں سے دیکھنے ہیں۔ ہر کسی کی زبان پر یہی فسانہ ہے کہ ولید کی منگیتر کو شاہ میر خون بہا میں لے گیا۔ یہ الفاظ مجھے گالی کی مانند لگتے ہیں۔ دوستوں یاروں میں اٹھنے بیٹھنے جیسا نہیں رہا میں۔ اتنی بے عزتی ہوئی ہے میری پورے علاقے میں۔۔۔ پہلے میں سر اٹھا کر اپنے علاقے میں گھومتا تھا اب گھر سے باہر نکلا محال ہو گیا ہے میرا اس وجہ سے۔ تم لوگوں کو شاید اندازہ نہیں ہے کہ میری کتنی بے عزتی ہوئی پورے علاقے میں۔ کیا سوچا تھا تم لوگوں نے کہ میں چپ ہو کر کے بیٹھ

جاؤنگا اپنی اس عظیم بے عزتی پر؟؟؟ میں بے غیرت ہوں جو چپ جاؤں گا؟؟؟" ولید نے کہا۔

"تو مجھے اغوا کر کے کون سی غیرت والا کام کر دیا ہے تم نے؟؟؟ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ اب شاہ میر تمہارا کیا حشر کرے گا۔" حریم نے کہا۔

"اور شاہ میر کو اندازہ نہیں ہے کہ میں اس کے ساتھ کیا کرنے والا ہوں۔۔۔ میں تو اس دن سے اس کی جان کا دشمن بنا ہوا ہوں جس دن بھری پنچایت کے سامنے اس نے کہا تھا کہ اسے ظفر کی بہن چاہیے۔۔۔ یہ زندگی میں پڑنے والی پہلی گالی تھی جو شاہ میر نے مجھے دی۔ تم اندازہ نہیں کر سکتی ہو وہاں پر کتنے سارے لوگ تھے۔ میرے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی اس کی بات سن کر میں تو اسی وقت اُسے جان سے مارنے والا تھا مگر مجھے سب نے روک دیا۔ مگر اب وہ زندہ نہیں بچے گا" ولید نے کہا تو حریم حیرت سے اُسے دیکھنے لگی۔

"تم مارو گے شاہ میر کو؟؟؟ میرے شاہ میر کو؟؟؟" حریم نے کہا۔

"ہاں۔۔۔ میں ماروں گا شاہ میر کو۔۔۔ تمہارے شاہ میر کو۔۔۔" ولید نے اسی انداز میں

جواب دیا۔

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گے ولید۔۔۔" حریم نے کہا لیکن وہ خوفزدہ ضرور ہو گئی تھی اس کی بات سن کر۔

جس طرح سے اس کی آنکھوں میں خون نظر آ رہا تھا۔۔۔ اسے حریم کو یہی لگ رہا تھا کہ وہ ایسا کرنے کا پورا ارادہ کر چکا ہے۔

"سب سے پہلی بات کے تم ایسا نہیں کرو گے۔۔۔ اور اگر تم نے شاہ میر کو نقصان پہنچایا بھی تب میں تم سے شادی کسی قیمت پر نہیں کرنے والی۔" حریم نے کہا۔

"تم بھلے مجھ سے شادی نہ کرو۔۔۔ لیکن میں شاہ میر سے اپنی بے عزتی کا بدلہ ہر حال میں لے کر رہوں گا۔ میرے پاس لڑکیوں کی کمی نہیں ہے حریم۔ لیکن میں زمانے کو صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنی منگیت شاہ میر سے واپس لے لی ہے۔ تمہیں واپس لا کر میں زمانے میں سر اٹھا کر چل سکتا ہوں۔" ولید بولا

"اتنا بڑا گناہ... اتنا گھٹیا کام.... تم نے صرف اس لیے کیا ہے تاکہ تم زمانے میں سر اٹھا کر چل سکو ولید؟؟؟ میری زندگی میرے احساس میرے جذبات کا کوئی خیال نہیں ہے تمہیں؟ یہ جاننے کے باوجود کہ میں شاہ میر کے بچے کی مابننے والی ہوں؟؟؟ میرے ہی سامنے تو میرے شوہر کو مارنے کی بات کر رہے ہو۔۔۔ اور مجھ پہ سے امید کر رہے ہو کہ اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد بھی میں تمہارے ساتھ رہنا پسند کروں گی؟؟؟"

حریم نے کہا۔

وہ کھڑے کھڑے تھک چکی تھی اس سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا وہ آہستہ سے چلتی ہوئی بیڈ پر بیٹھ گئی اس کا سر چکر رہا تھا۔

"جب سے مجھے پتا چلا کہ تم شاہ میر کے بچے کی ماں بننے والی ہوں تب سے میرے اندر آگ لگ گئی۔ اس سے پہلے کے یہ بچہ دنیا میں آئے اور تمہارے پاؤں کی زنجیر بن جائے میں تمہیں شاہ میر سے آزاد کروا کر رہوں گا۔" ولید سامنے کھڑا ہو کر بولا

"تم ایک معصوم کی جان لینا چاہتے ہو؟ جس نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا۔ جو ابھی اس دنیا میں آیا ہی نہیں۔" حریم نے افسوس سے کہا۔

پہلے حریم خوفزدہ نہیں ہوتی تھی لیکن جب سے ظفر نے قتل کیا تھا تب سے اس کے دل میں یہ خوف بیٹھ گیا کہ کبھی بھی، کوئی بھی، کسی کو بھی مار سکتا ہے۔۔۔ چاہے خود کو بچانے کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔۔۔

اور وہی خوف آج اسے ولید سے آ رہا تھا کہ واقعی میں شاہ میر کو مار دے گا۔

اور یہی خوف اسے شاہ میر سے تھا کہ وہ ظفر کو مار دے گا۔

اتنی دیر میں ولید کا ساتھی کھانا لیکر آ گیا۔ کھانا شاہ میر میں تھا۔ اُس نے سامنے رکھا اور وہاں سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پلیٹ لیکے آیا۔

"کھانا کھا لو۔" ولید نے کھانا پلیٹ میں نکال کر حریم کے سامنے رکھا۔

اُس کی تو بھوک اڑی ہوئی تھی لیکن اس ننھی سی جان کے لیے اُس نے کھانا شروع کیا جو اُس کی کوک میں پل رہا تھا۔

ولید بھی اُس کے ساتھ بیٹھ کر کھانے لگا۔

"تم اس شخص سے کیسے محبت کر سکتی ہو جو تمہارے بھائی کا جانی دشمن بنا ہوا ہے۔۔۔۔"

ولید نے نوالہ منہ میں لے جاتے ہوئے کہا۔

"میں اللہ سے بہتری کی امید رکھتی ہوں ولید ہمیشہ ہی اور ہمیشہ ہی اللہ نے میری مدد کی ہے۔ اُسی اللہ نے شاہ میر کے دل میں میرے لئے محبت ڈالی ہے۔ اور وہی اللہ میرے بھائی کے لیے شاہ میر کے دل میں نرمی ڈال دیگا۔ وہی رب مجھے حویلی والوں کے ظلم سے بچا کر یہاں لایا ہے۔ اور آگے بھی وہی میری مدد کرے گا۔ میں دعا کرتی ہوں کہ خدا تمہیں بھی ہدایت دے کیوں کہ میری دعائیں دیر سے ہی سہی لیکن قبول ہوتی ہیں۔" حریم نے کہہ کر نوالہ لیا۔

"پتہ ہے مجھے پہلے شاہ میر کی یہ بات عجیب لگتی تھی کہ اس نے مجھے خون بہا میں مانگا۔۔۔۔"

لیکن آج جو تم نے حرکت کی ہے اس کے سامنے مجھے شاہ میر بہتر لگ رہا۔۔۔۔ جو بھی تھا شاہ میر عزت کے ساتھ مجھ سے نکاح کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔۔۔۔ لیکن اتنی گری ہوئی

حرکت کی ہے تم نے مجھے اغوا کر کے یہ جانتے ہوئے بھی میں اب کسی کی بیوی ہوں۔۔۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ میں تمہاری اپنی عزت ہوں۔ تمہارے چچا کی بیٹی ہوں۔۔۔ یہ جو غیرت کی گردان تم میرے آگے دوہرا رہے ہونا؟ اگر تم میں ذرا سی بھی غیرت ہوتی تو اتنی گرمی ہوئی حرکت نہ کرتے۔ شاہ میر کو مارنا تھا تو اسے مار دیتے مجھے کیوں اغواء کیا؟" حریم نے کہا۔

"شاہ میر کا عشق سرچھڑ کر بول رہا ہے۔۔۔ ایسا کیا جادو کیا ہے اُس نے تم پر؟" ولید بولا۔
 "اُس نے مجھے عزت دی ہے۔۔۔ جو تم نہیں دے سکے۔" حریم نے کہا۔
 "ایسا کیسے کہہ سکتی ہوں حریم تم۔۔۔ کیا میں تمہاری عزت نہیں کرتا تھا؟؟؟" ولید نے کہا۔

"تھا اور ہے میں فرق ہے۔۔۔ پہلے یہ سوچ کر تم میری عزت کرتے تھے کہ میں تمہاری منگیتر ہوں اور تمہاری بیوی بنوگی اور تمہاری چچا کی بیٹی ہوں۔ لیکن آج تم مجھے صرف اور صرف شاہ میر کی بیوی سمجھ رہے ہو۔ اپنی انا کی تسکین کے لیے یہ سب کیا ہے تم نے۔ آج بھی تم میرا نہیں اپنا سوچ رہے ہو۔ شاہ میر تمہارے ہاتھوں مرے یا نہیں یہ میں نہیں جانتی لیکن تم اب شاہ میر کے ہاتھوں مرنے والے ہوئے میں جان گئی ہوں۔" حریم نے کہا۔۔۔

"چلو دیکھتے ہیں۔۔۔ اس بازی میں کس کی موت لکھی ہوئی ہے۔۔۔ میری، ظفر کی یاں شاہ میر کی۔۔۔"

ولید ہاتھ جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا اور کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

"شاہ میر ہمارا یقین کرو ہمیں ظفر کے متعلق کوئی علم نہیں ہے" آمنہ بیگم نے روتے ہوئے کہا۔

"کیسے یقین کروں آپ سب کا؟" شاہ میر گرنے کے انداز میں صوفے پر بیٹھ گیا اور اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

پھر کافی دیر کے لیے سب خاموش ہو کر وہاں پر بیٹھ گئے اور سوچنے لگے۔ البتہ مراد راضی سنبھالے شاہ میر کے پیچھے صوفے میں کھڑا تھا۔

"لڑکے تم راضی ایک طرف رکھو اور آرام سے بیٹھ جاؤ۔ یہ ہمارا داماد ہے ہماری بیٹی کا شوہر ہے ہم اسے نقصان نہیں پہنچائیں گے بے فکر رہو۔" حریم کی پھوپھو نے مراد سے کہا تو اس نے شاہ میر کی طرف دیکھا جیسے اجازت لے رہا ہو شاہ میر نے آنکھوں کے اشارے سے بیٹھ جانے کے لیے کہا تو وہ بیٹھ گیا۔

"حریم کو کسی نے اغوا کیا ہے۔۔۔ میری بچی نجانے کہاں ہے۔۔۔" شاہ نواز نے کہا۔

"آپ کے ظفر کے پاس ہے اور کہیں نہیں۔" شاہ میراب آرام سے بول رہا تھا۔ وہ بہت تھک چکا تھا۔ اور مسلسل جاگ رہا تھا کل سے۔ اوپر سے اتنا لمبا سفر۔۔ اور پریشانی۔۔۔ قریب تھا کہ وہ گر پڑتا۔ لیکن وہ بہت مضبوط اعصاب کا ملک تھا۔

"ظفر کو اگر اپنی بہن یعنی ہوتی تو وہ ڈنکے کی چوٹ پر لیکر جاتا تھا مری گھر سے۔۔۔ وہ کیوں اپنی بہن کو اس طرح سے لے جائیگا؟" حریم کی پھوپھو نفیسہ نے کہا۔

"کیوں کے وہ بزدل ہے۔۔۔ ڈرتا تھا شاید کے کہیں میں اُسے مار نہ دوں۔" شاہ میر نے کہا۔

"شاہ میر مجھے بس اتنا پتہ ہے کہ وہ لاس اینجلس سے نکلا ہے۔ باقی وہ اب تک یہاں نہیں پہنچا۔ اور میں کچھ نہیں جانتا۔" شاہ نواز نے کہا حریم کے اغوا کا سن کر ان کی حالت غیر ہو گئی تھی۔ اُن سے بولا نہیں جا رہا تھا وہ لمبی لمبی سانسیں لینے لگے۔

"چچا سنبھالیں خود کو۔ مل جائیگی حریم۔" ریان نے اُن کو شانوں سے تھام کر کہا۔

"کیسے سنبھالوں خدا کو؟ اپنی بچی میں نے خدا آگ میں جھونک دی ہے۔" شاہ نواز نے شاہ میر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"شاہ میر تم میری بچی کو مارتے رہے۔ تھپڑ سے تم نے اُس کا استقبال کیا۔۔۔ اور اس کی ویڈیو بنا بنا کر بھیجتے رہے۔ تمہاری ماں اُسے جانوروں کی طرح مارتی رہی اور ہمیں ویڈیو

بھیجتی رہی۔۔۔ مجھے بتاؤ یہ کہاں کی انسانیت ہے؟ تمہارے بھائی کو حریم نے تو نہیں مارا تھا۔۔۔ کیوں اُس کے ساتھ یہ سب کیا تم لوگوں نے؟ "آمنہ بیگم روتے ہوئے شکوہ کر رہی تھیں۔

"پلیز میں اس وقت بہت پریشان ہوں اپنی بیوی اور بچے کے لیے۔ آپ پلیز ابھی ایسی کوئی بات نا کریں۔ میرا دماغ پہلے ہی ماؤف ہو چکا ہے۔" شاہ نے کہا۔

"تم میری بچی کی حفاظت نہ کر سکے۔۔۔" آمنہ بیگم نے پھر کہا۔

"آمنہ چپ کر جاؤ۔ دیکھ نہیں رہی وہ پہلے ہی پریشان ہے۔" شاہ نواز نے کہا۔

"کیسے چپ کر جاؤں؟؟؟ میری بچی اغوا ہوئی ہے۔ اس کی ذمے داری تھی حریم کی حفاظت۔ نہ جانے کس حال میں ہوگی۔" آمنہ بیگم نے کہا۔

"جس حال میں ایک بہن کو اپنے بھائی کے پاس ہونا چاہیے۔۔۔ اسی حال میں ہوگی وہ۔ اور آپ کا بیٹا مجھے میرے بچے کو مارنے کی دھمکی دے رہا ہے پیغام بھیج کر "شاہ میر نے جتایا۔

"ظفر حریم کے بچے کو نقصان پھنچانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہ کوئی اور ہے شاہ میر۔۔۔ اور تم ظفر سمجھ کر آرام سے بیٹھے ہو "شاہ نواز نے کہا۔

"کوئی اور نہیں ہے۔۔۔ اور میں اپنی بیوی لیے بغیر یہاں سے نہیں جانے والا۔" شاہ میر نے کہا۔

"ریان، شاہ میر اور اس کے ساتھی کے لیے کھانا لے کر آؤ۔" شاہ نواز نے کہا۔
 "مجھے آپ کے کھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے برائے مہربانی میری بیوی مجھے واپس کر دیں۔ اور جو طلاق کی دھمکی دی ہے بیٹے نے کی ہے اس کا تو خیال اپنے ذہن سے نکال دیں۔" شاہ میر اپنی کنپٹیوں کو اپنی انگلی سے مسلتا ہوا بولا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے جس نے بھی تمہیں پیغام بھیجا ہے وہ یقیناً ظفر نہیں ہے وہ حریم کے متعلق ایسی بات نہیں کر سکتا ہے۔ وہ اس کی بہن ہے۔ ظفر نا تو اس کے بچے کو نقصان پہنچے گا اور نہ ہی اس کا گھر تباہ کرنے کا سوچ سکتا ہے۔" شاہ نواز نے کہا۔

"تمہاری ماں کا کام ہو گا یہ جو میری بچی کو جانوروں کی طرح مارتی ہے۔" آمنہ بیگم نے کہا۔
 www.urdu novels mania.com

شاہ میر نے بیزاری سے آمنہ بیگم کی طرف دیکھا وہ چپ ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں اور شاہ میر ان کی باتوں سے بہت پریشان ہو رہا تھا۔

"آمنہ تم چپ ہو جاؤ ہم سب بہت پریشان ہیں۔" شاہ نواز نے کہا۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی اتنے میں کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔

سب نے گردن گھما کر آنے والے کو دیکھا تو ایک جھٹکے سے سب کھڑے ہوئے۔
 "ظفر۔۔۔" آمنہ بیگم فوراً اُس کی طرف لپکیں تو اُس کے ہاتھ کے اشارے سے انہیں
 وہیں رک جانے جو کہا۔

اس کے تیور اتنے خطرناک تھے کہ آمنہ بیگم ایک پل کو خوفزدہ ہو گئیں اور وہیں پران کے
 قدم جم گئے۔

ظفر نے ایک نظروہاں پر موجود تمام افراد پر دوڑائی اور اس کی نظریں شاہ میر پر آ کر ٹھہر
 گئیں۔ وہ اسے پہچان گیا تھا کیونکہ اس نے اس کی کافی کی تصویریں دیکھ رکھی تھیں۔
 شاہ میر آہستہ سے کھڑا ہوا اور اپنی جیب میں موجود پسٹل کی طرف اپنا ہاتھ لے جانے لگا
 آمنہ بیگم کی نظراب شاہ میر پر تھی جو آہستہ سے پسٹل نکال رہا تھا۔
 اُن کا دل ڈوب گیا۔

"حریم کہاں ہے؟" ظفر نے شاہ نواز کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ تو سب کو جیسے
 سانپ سونگھ گیا۔

"میں پوچھ رہا ہوں کہاں ہے میری بہن؟؟؟" ظفر اتنے زور سے چلایا کہ پوری حویلی میں
 اس کی آواز گونجنے لگی۔

اور یہ سن کے شاہ میر کے پیروں تلے سے زمین سرک گئی تھی۔۔۔

"حرم تمہارے پاس نہیں؟" شاہ میر ظفر سے مخاطب ہوا۔

"میرے پاس کہاں سے آئی وہ؟؟؟ اس شخص نے۔۔۔ اس شخص نے۔۔۔ آگ میں جھونک دیا میری بہن کو۔۔۔"

ظفر شاہنواز کی جانب لپکا اور ان کا گریبان پکڑ لیا۔

"ظفر اپنے باپ کا گریبان پکڑے رہے ہو تمہیں کوئی تمیز ہے یا نہیں؟" آمنہ بیگم نے اسے دور دھکیلتے ہوئے کہا۔

"انہیں تمیز تھی؟؟؟ کوئی اپنی بیٹی دیتا ہے خون بہا میں؟؟؟ مجھے بچانے کے لیے آپ نے میری بہن کو قربان کر دی؟؟؟ اندازہ ہے آپ کو کے کیسا سلوک کیا جاتا ہے ایسی لڑکیوں کے ساتھ؟ اس سے تو اچھا تھا یہ شخص مجھے مار ہی دیتا۔" ظفر نے شاہ میر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

پھر وہ شاہ میر کے سامنے آ کر کھڑا ہوا۔

"میں تمہارے سامنے ہوں شاہ میر۔۔۔ بنا ہتھیار کے۔۔۔ مجھے مار دو۔۔۔ اور میری بہن کو آزاد کر دو اس غلامی کی زندگی سے۔" ظفر نے شاہ میر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارا مجرم ہوں۔ مجھے مار دو۔۔۔ میری بہن کو آزاد کر دو۔" ظفر بولا

شاہ میر کی آنکھوں میں ظفر کو دیکھ کر خون اتر آیا تھا لیکن ابھی اسے صرف یہی پریشانی تھی کہ اگر حریم ظفر کے پاس نہیں ہے تو کہاں ہے۔۔۔

"حریم اغواء ہو گئی ہے۔ پہلے مجھے اسے ڈھونڈنا ہے۔ تم سے بعد میں نمٹ لونگا۔۔۔ چلو مراد۔۔۔" شاہ میر کہتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔

مراد اُس کے پیچھے ہولیا۔

"حریم؟؟؟ اغواء؟؟؟" ظفر بولا۔

"رکوشاہ میر۔۔۔" ظفر نے پیچھے سے پُکارا تو وہ رک گیا۔

ظفر چلتا ہوا اُس کے قریب آیا۔

"اس کی حفاظت تمہاری ذمہ داری تھی نکاح کے بعد۔۔۔ یہ حفاظت کی ہے تم نے اس کی؟" ظفر غصے میں تھا مگر کمزور لے کر ہوئے تھا۔

"مجھے تو ابھی بھی شک ہے تم پر۔" شاہ میر نے کہا۔

"مجھے اگر حریم کو لے کے جانا ہوتا تو مجھے اغوا والے ڈرامے کی ضرورت نہیں تھی شاہ میر۔

وہ میری بہن ہے اور میں تمہارے سامنے اسے لے کر جاسکتا تھا۔" ظفر بلا۔

"پھر یقیناً تمہارے کزن ولید کا کام ہے۔" مراد نے کہا۔

"ولید پچھلے ایک ہفتے سے حویلی سے غائب ہے۔ کہہ کر گیا تھا کہ بہت ضروری کام سے جا رہا ہوں اور اس کا نمبر بھی ایک ہفتے سے بند ہے۔ مجھے بھی لگ رہا ہے کہ یہ ولید کا کام ہے کیونکہ اس نے ایسی بہت ساری باتیں مجھے بولی تھیں۔" ریان نے کہا۔

شاہ میر نے ریان کی طرف دیکھا۔

"کچھ اندازہ ہے تمہیں کہ وہ کہاں ہوگا؟" شاہ میر نے پوچھا۔

"نہیں مجھے نہیں پتہ۔۔۔ مگر وہ تم سے بدلہ لینے کی باتیں کر رہا تھا۔۔۔ بلکہ تمہیں جان سے مار دینا چاہتا تھا۔۔۔" ریان نے کہا۔

اتنے میں شاہ میر کا فون بجا اس کے کزن کی کال تھی جو سیکرٹ سروسز میں تھا عدنان بلوچ۔

"شاہ میر۔۔۔ ان لوگوں کی لوکیشن معلوم ہو گئی ہے۔۔۔ ان کی فون کا لڑکا ریکارڈ مل گیا ہے۔" فون میں عدنان کی آواز ابھری

"پتہ چل گیا اغواہ کاروں کا۔" شاہ میر نے کہا

"میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں مجھے میری بہن صحیح سلامت چاہیے۔۔۔ بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔۔۔ اس وقت حریم کا صحیح سلامت واپس آنا ضروری ہے۔" ظفر نے کہا۔

"میں بھی چلوں؟ ریان نے کہا۔

"کوئی ضرورت نہیں۔" شاہ میر بولا۔

ریان کو یہی فکر تھی کہ شاہ میر حریم کی بازیابی کے بعد کہیں ظفر کو جان سے نہ مار دے۔ اور اگر یہ ولید کا کام ہے تو آج وہ نہیں بچنے والا۔۔۔

وہ تھک ہار کر سو گئی۔

بہت گہری نیند سوئی وہ۔۔۔

تقریباً رات کے تیسرے پہر ایک عجیب سے شور سے اس کی آنکھ کھلی۔۔۔

اگلے ہی پل اسے احساس ہوا کہ یہ گولی چلنے کی آواز تھی۔۔۔

گولی کی آواز سن کر اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔۔۔

"شاہ میر۔۔۔"

حریم کے منہ سے بس اتنا ہی نکلا۔۔۔

وہ ایک جھٹکے سے بیڈ سے اٹھی بھاگنے کے انداز میں وہ دروازے کی جانب لپکی اس وقت وہ یہ بھول چکی تھی کہ اب اسے احتیاط برتنی چاہیے کیونکہ اب وہ اکیلی نہیں اس کے ساتھ اک ننھی جان بھی تھی۔

پلک جھپکنے سے پہلے وہ کمرے کے باہر تھی اور باہر کا منظر اسے خوفزدہ کر گیا۔ ولید شاہ میر پرپسٹل تانی کھڑا تھا۔ اور اُس کے پیچھے ظفر اور مراد کھڑے تھے۔

ولید نے شاہ میر کو دیکھتے ہی گولی چلائی تھی لیکن نشانہ چوک گیا تھا اور اس وجہ سے شاہ میر بچ گیا۔ شاہ میر کا سر اتنا گھوما ہوا تھا کہ وہ اپنی گاڑی سے پسٹل اٹھانا بھول گیا۔ اور نے ظفر کے پاس پسٹل تھا صرف مراد کے پاس رائفل تھی۔

مگر مراد چونکا کھڑا تھا لیکن گولی نہیں چلائی کیونکہ ولید کچھ بھی کر سکتا تھا اس لئے مراد اپنی رائفل سبھا لے کھڑا تھا۔۔۔ لیکن فائرنگ کرنے کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔

"کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہلے گا۔۔۔ ورنہ میں اسے یہیں پر ڈھیر کر دوں گا۔" ولید نے سکتے سے کہا۔

"ولید۔۔۔ خدا کا واسطہ ہے شاہ میر کو مت مارنا۔۔۔ تم جو چاہتے ہو میں ویسا کرنے کے لیے تیار ہوں۔۔۔ میں چھوڑ دوں گی شاہ میر کو۔۔۔ تم سے شادی بھی کے لوں گی۔۔۔ جیسا تم چاہتے ہو ویسا کروں گی۔۔۔ مگر میرے شاہ میر کو چھوڑ دو ولید۔"

حریم نے آگے بڑھ کر اپنا دوپٹہ ولید کے قدموں میں رکھتے ہوئے کہا۔

شاہ میر نے حیرت سے حریم کو دیکھا۔۔۔ وہ اُس کی جان بچانے کے لیے ایک بار پھر سے اپنی زندگی کو قربان کرنے کے لیے تیار تھی۔۔۔۔

پہلے اس نے ظفر کی جان بچانے کے لئے اپنی زندگی کی قربانی دے دی تھی۔

اور اب وہ شاہ میر کی جان بچانے کے لیے خود کو قربان کرنے جا رہی تھی۔

اس لڑکی نے ہر پل ہر لمحہ شاہ میر کو حیران کیا تھا۔۔۔

کیا یہ لڑکیاں اپنے محرموں کے لیے اتنا کچھ کر سکتی ہے شاہ میر نے سوچا نہیں تھا۔

کیا اس لڑکی کے لئے اپنی زندگی کی کوئی اہمیت نہیں ہے کیا اس کے لئے صرف اس کے

محرم رشتے اس کا باپ، اس کا بھائی اور اس کا شوہر ہی اہم ہیں؟

کیا اتنی عظیم لڑکی ایسے حالات کی حق دار ہے جس سے وہ گزر رہی تھی اتنے عرصے

www.urdu novels mania.com

سے؟؟؟

اپنے بھائی کی جان بچانے کے لیے وہ دشمنوں کے گھر چلی گئی۔۔۔

اور اب اپنے شوہر کی جان بچانے کے لئے اپنی محبت کو چھوڑ کر۔۔۔۔۔ اپنے بچے کو

چھوڑ کر۔۔۔۔۔ اپنے سب سے ناپسندیدہ شخص کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے تیار ہو گئی

ہے صرف اس لیے کہ اس کا شوہر بچ جائے۔۔۔

شاہ میر حیران تھا۔۔۔ بہت حیران۔۔۔ کیا وہ شاہ میر سے اتنی محبت کرتی تھی کہ اسے کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی۔۔۔ نہیں اپنی زندگی کی۔۔۔ نہ اپنے بچے کی۔۔۔

اس علاقے کی رسم تھی کہ جب کوئی عورت دوپٹہ پیروں میں رکھ دے تو سامنے والا جان دینے اور لینے کے لیے راضی ہو جاتا ہے۔ مگر آگے ولید تھا۔۔۔ جس میں غیرت نہیں تھی۔

"ولید۔۔۔ حرامزادے۔۔۔ میری بہن کی چادر کا پاس نہیں رکھ سکتے تم اور اُس سے شادی کی بات کر رہے ہو؟" ظفر ولید پر حملے کے لیے آگے بڑھا۔

تو ایک بار پھر سے ولید نے فائر کیا ہوا میں۔۔۔

ان کو دیکھتے ہی حریم کی بے ساختہ چیخ نکلی۔

"اداسائیں۔۔۔ پلیز اسے ابھی کچھ نہ کہیں۔۔۔ یہ مار دیگا میرے شاہ میر کو۔" حریم نے روتے ہوئے ظفر کے سامنے ہاتھ جوڑے تو ظفر اُس کی بات پر حیران ہوگا۔۔۔

وہ اتنی محبت کرنے لگی تھی شاہ میر سے ظفر کو اندازہ نہیں تھا۔۔۔

اپنی بہن کو روتا ہوا دیکھ کر ظفر کی قدم نہیں کر منجد ہو گئے۔

"کیا سوچا تھا تم نے کیوں بھری پنچایت کے سامنے تم میری منگیتر کا نام لوں گا اور میں تمہیں زندہ چھوڑ دوں گا؟؟؟"

تم میری حویلی سے۔۔۔ میری ہی منگیتر کو نکاح کر کے اپنے ساتھ لے جاؤ گے اور میں چپ بیٹھ کر تماشہ دیکھتا رہوں گا؟

نہیں شاہ میر نہیں۔۔۔ ولید بلوچ اپنے دشمنوں کو نہ معاف کرتا ہے اور نہ زندہ چھوڑ سکتا ہے۔"

ولید نے کہہ کر ٹریگر پر انگلی دبائی تو ظفر نے دیکھ لیا کہ وہ گولی چلانے والا ہے شاہ میر پر

۔۔۔

اور اگلے ہی اس پل ظفر آگے بڑھ کر شاہ میر کے سامنے آگیا اور شاہ میر پر چلنے والی گولی ظفر کے سینے میں پیوست ہو گئی تھی۔

حرم کی چیخ بلند ہوئی۔۔۔

"اداسائیں۔۔۔" وہ بھاگتے ہوئے ظفر کے پاس آئی جو زمین بوس ہو چکا تھا اور اس کا خون فرش میں تیزی سے بہہ رہا تھا۔

یہ منظر دیکھ کر ولید کی حالت غیر ہو گئی اس کا اپنا ہی پچا زاد بھائی اس کے اپنے ہی ہاتھوں گولی کھا گیا تھا۔

اس نے ظفر کی طرف دیکھتے ہوئے پریشانی سے تھک نکلا۔

"مار دیا میرے بھائی کو۔۔۔ مار دیا تم نے میرے بھائی کو۔۔۔ وہ میرا نہیں تمہارا اپنا بھی بھائی تھا۔۔۔ کیسے مار سکتے ہو تم میرے ادا سائیں کو ولید۔۔۔ تم نے ظلم کر دیا ہم پر۔۔۔"

حریم چیختے ہوئے بول رہی تھی۔

"میں اسے نہیں مرنا چاہتا تھا۔۔۔"

ولید ایک دم سے آگے بڑھا اور ظفر کی سانسیں چیک کی جو ابھی تک چل رہی تھیں۔

"اسے ہسپتال لے جانا ہو گا جلدی۔۔۔"

ولید گھبراتے ہوئے شاہ میر اور مراد کی طرف دیکھ کر بولا۔۔۔ کیونکہ اس کا اپنا واحد ساتھی

جو اس گھر میں اس کے ساتھ تھا وہ تو گیٹ پر ہی مراد کی مار سے بے ہوش ہو چکا تھا۔

شاہ میر نجانے کن اکھیوں سے ظفر کو دیکھ رہا تھا جو اس وقت خون میں لت پت فرش پر پڑا

www.urdu novels mania.com

ہوا تھا۔۔۔

ایک پل کو شاہ میر کو جنید کی لاش یاد آئی جو ایسے ہی پڑی ہوئی تھی اُس کے سامنے۔۔۔ اور

اسی شخص نے اُسے مارا تھا۔۔۔

"اس کی سانسیں چل رہی ہیں۔۔۔ اٹھاؤ اسے میری شکل کیا دیکھ رہے ہو۔۔۔" ولید نے

مراد سے کہا۔

مگر نہ شاہ میر ہلانہ مراد۔۔۔

"جو اس کی بچی کچی سانسیں ہیں وہ میں ختم کر دیتا ہوں ابھی۔" شاہ میر نے کہہ کر وہ پستل اٹھائی جو ولید نے پھینکی تھی ظفر کو گولی لگنے کے بعد۔

"شاہ میر۔۔۔ پھر مجھے بھی مار دو۔۔۔ مار دو مجھے بھی ابھی۔ پھر میرے لیے بچے گا کیا۔۔۔"

حریم نے روتے ہوئے کہا تو شاہ میر کا ہاتھ رُک گیا۔

"اور تم۔۔۔ گھٹیا انسان ہو تو میرے بھائی کے سامنے سے۔۔۔ خبردار جو تم نے میرے

بھائی کو ہاتھ بھی لگا یا تو۔" حریم نے ایک جھٹکے سے ولید کو پرے دھکیلتے ہوئے کہا۔

"پاگل ہو گئی ہو کیا تم؟؟ مر جائے گا یہ۔۔۔ دیکھ نہیں رہی ہو کتنا خون بہہ رہا ہے اس

کا۔۔۔ یہ وقت بحث کا نہیں ہے اس کی جان بچنا ضروری ہے۔" ولید نے غصے سے کہا

اور ظفر کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔

"مراد پلیز ادا سائیں کو اٹھاؤ انہیں ہسپتال لے چلو۔" حریم نے مراد کے آگے ہاتھ

جوڑے۔

"شاہ میر انہوں نے تمہاری جان بچانے کے لئے اپنی جان کی قربانی دے دی۔۔۔ پلیز

اب تم میری مدد کرو ان کو کچھ ہو گیا تو میں بھی زندہ نہیں رہ پاؤ گی۔ اگر ادا سائیں کو کچھ ہو گیا تو

میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی شاہ میر۔۔۔ میں تمہارے ساتھ تو رہو گی لیکن ساری زندگی تم سے ناراض رہوں گی۔ "حریم ابھی شامیر سے کہہ رہی تھی اور روتی جا رہی تھی اور روتی جا رہی تھی پاگلوں کی طرح۔

شاہ میر سے حریم کی یہ حالت دیکھی نہ گئی تو وہ مراد سے بولا۔۔۔

"مراد۔۔۔ اٹھاؤ اسے اور ہسپتال لے جاؤ۔" شاہ میر نے حقارت سے ظفر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ولید اور مرد دونوں نے اسے اٹھایا اور ہسپتال لے آئے۔

"یہ پولیس کیس تھا لیکن ڈاکٹروں نے اس کی حالت دیکھی تو فار آپریشن شروع کیا۔ پولیس کا انتظار کرنا مطلب ظفر کی جان سے ہاتھ دھونا۔

وہ سب آپریشن تھیٹر کے باہر انتظار کر رہے تھے۔

حریم نے رورو حال کر لیا تھا اک گھونٹ پانی کا بھی حلق سے نہیں اتارا تھا۔ ولید کو نے میں سر جھکائے کھڑا تھا۔

شاہ میر حریم کے ساتھ بیٹھا اسے چپ کروانے کی کوشش کر رہا تھا اور ولید کو خونخوار نظروں سے بھی دیکھتا جا رہا تھا۔

"حریم تم گھر چلو تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" شاہ میر نے اسے شانوں سے تھام کر کہا۔

"نہیں جب تک مجھے اداسائیں کی طرف سے خیر کی خبر نہیں آتی میں یہاں سے ہلنے والی بھی نہیں ہوں۔" حریم نے سختی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

شاہ میر چپ ہو گیا۔۔۔ اور پھر سے اُس نے اپنی آنکھیں ولید پر گاڑ لیں۔۔۔

ولید کو اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاتا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ اُس کا چچا زاد بھائی تھا۔۔۔

اُس کے گھر کا اہم فرد تھا۔۔۔ اس کے بچپن کا دوست تھا۔۔۔ ہر پل۔۔۔ ہر لمحہ ایک فلم کی طرح اُس کے ذہن میں چلنے لگا۔۔۔ اُس کا اپنا بھائی۔۔۔ اُس کے ہاتھوں مر رہا تھا۔۔۔

کیسے زندہ رہے گا وہ ساری زندگی اس گٹ کے ساتھ۔۔۔ اس بوجھ کے ساتھ۔۔۔ اُسے اب سخت غصہ آ رہا تھا اپنے کیے پر۔۔۔ اپنی جلد بازی پر۔ کیسے رہے گا وہ اپنے گھر میں۔۔۔

اپنے علاقے میں اس کے بعد اگر ظفر نہ رہا تو۔۔۔ کیسے نظر ملا سکتا ہے وہ اپنی ماں سے اپنے باپ سے اپنے بھائیوں سے اپنی پھوپھو سے۔۔۔

سوچ سوچ کر اس کا سر پھٹا جا رہا تھا

لیکن میں پولیس بھی آگئی۔

"گولی کس نے چلائی؟" پولیس میں شاہ میر سے سوال کیا۔

"نا معلوم افراد نے۔" شاہ میر نے ولید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ولید سمجھ گیا کہ وہ اس کا نام صرف اس لیے نہیں لے رہا ہے تاکہ وہ خود اسے مارنا چاہتا ہے پولیس کے حوالے کرنا نہیں چاہتا۔

"کیوں نہیں لیا تم نے اس شخص کا نام اسے پولیس کے حوالے کر دو۔" حریم نے شاہ میر سے کہا۔

"اسے میں اپنے ہاتھوں سے عبرت کا نشان بنانا چاہتا ہوں تم ابھی آرام سے بیٹھو۔" شاہ میر نے کہا۔

شاہ میر میں پریر روم میں جانا چاہتی ڈھیروں دعائیں کرنی ہیں کہ میرا بھائی ٹھیک ہو جائے گا۔

ہو جائے گا نہ اس نے سوال کیا؟ آنسوؤں سے ترچہ، بکھرے بال رندھی ہوئی آواز شاہ میر کے دل کو کچھ ہوا۔

"ہاں میں تمہیں لے چلتا ہوں لیکن پہلے یہ پانی پیو۔" اس نے پانی کی بوتل اس کی جانب بڑھائی اس نے دو گھونٹ پانی پیا اور بوتل واپس کر دی۔

شاہ میر نے اس کے چہرے پہ بکھرے بالوں کو ٹھیک کیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"اس پر نظر رکھنا میں آتا ہوں۔ بھاگنے نہ پائے یہ۔" شاہ میر نے مراد سے کہا اور حریم کو پریر روم میں لئے گیا۔

خدا خدا کر کے تین گھنٹوں کے طویل آپریشن کے بعد ڈاکٹر نے باہر آ کر بتایا کہ ظفر اب خطرے سے باہر ہے۔ انہیں روم میں شفٹ کر دیا جائے گا کچھ دیر تک آپ لوگ مل سکتے ہیں پھر۔

حریم وہیں پر ساجدہ ریز ہو گئی اور ولید کی جان میں بھی جان آئی۔۔۔ وہ جو تین گھنٹے سے کھڑا تھا اب سے نشست پر بیٹھ گیا اور سردیوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

اس کا اٹھانے والا ایک غلط قدم آج اس کی زندگی میں کتنی بڑی قیامت لانے والا تھا اس کا اندازہ اب اسے ہو رہا تھا بلکہ ہو چکا تھا۔

اُن دونوں کے برعکس شاہ میر کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا ہر احساس سے عاری۔۔۔ نہ خوشی۔۔۔ نہ غصہ۔۔۔ نہ دکھ۔۔۔ بس حریم کی فکر تھی جو اتنے عرصے سے نہ کردہ گناہوں کی سزا لگ رہی تھی۔ اُسے اطمینان ہوا کہ کم از کم اب حریم کے دل کو تو سکون ملا۔

ولید موقع پا کر وہاں سے فرار ہو گیا۔ جانتا تھا کہ اب ظفر اور شاہ میر اُسے نہیں چھوڑنے والے

"کتنا عجیب قانون ہے قدرت کا جس شخص کو میں اتنے عرصے سے اس کی جان لینے کے لیے ڈونڈ رہا تھا وہ شخص آج میرے سامنے آیا تو میں اس کی جان بچانے چلا گیا۔۔۔"

اپنے گھر کے لان میں بیٹھ کر شاہ میر مراد سے کہہ رہا تھا۔

تقریباً ان کا سارا دن اسپتال میں گزرا اور اب وہ حریم کو لے کر گھر آ گیا تھا۔

ان سب نے رات کا کھانا کھایا اور اب حریم سکون کی نیند سو چکی تھی۔

رات کے گیارہ بج رہے تھے باہر لان میں ہلکی ہوا چل رہی تھی۔۔۔ گرمیوں کی آمد کا اشارہ تھا کہ یہ ہوا بھلی لگ رہی تھی۔

شاہ میر اور مرد دونوں کے بال ہوا میں آگے پیچھے ہو رہے تھے۔ وہ دونوں لان میں بیچ پر بیٹھے ہوئے تھے۔

"تم جیسے مارنا چاہتے تھے آج اس نے تمہاری جان بچائی۔" مراد نے کہا۔

"لیکن اس نے میرے بھائی کی جان تو لے لی تھی نہ اپنی جان بچانے کے لیے۔۔۔"

میرے بھائی میں نے تو صرف ارادہ کیا تھا اس کے قتل کا لیکن اس نے تو قتل کر ہی ڈالا

میرے بھائی کو۔"

شاہ میر کا دل ابھی بھی ظفر کی طرف سے صاف نہیں تھا شاید کبھی ہوگا بھی نہیں وہ صرف حرم کی خاطر چپ ہو گیا تھا اور ظفر کو معاف کر دیا تھا اس نے۔

"میرے خیال سے تمہیں اب آرام کرنا چاہیے بہت تھک گئے ہو۔" مراد نے کہا۔
 "اگر تم یہاں حرم کا خیال رکھو تم آ کے پاس ہو کر آ جاؤ۔۔۔" شاہ میر نے کہا۔

"ابھی کچھ دن آرام کرو شاہ میر مجھے خود بھی سردار بی بی کی بہت فکر ہو رہی ہے لیکن تم مزید نہ سفر کرنے کی پوزیشن میں ہوں نا پریشانی کی پوزیشن میں۔ اور اس حالت میں تم بھا بھی کو چھوڑ کر نہیں جاسکتے ہو۔" مراد نے کہا۔

"مجھے جلد از جلد اماں کا اچھا علاج کروانا ہوگا تاکہ وہ چلنے پھرنے اور بولنے کے قابل ہو جائیں۔" شاہ میر نے کہا۔

مراد اسے دیکھ کر حیران تھا۔۔۔ وہ سمجھ سکتا تھا کہ اٹھائیس سال جس عورت کو اس نے ماں کا درجہ دیا۔۔۔ اس سے نفرت وہ چاہ کر بھی نہیں کر پا رہا تھا۔۔۔

حرم کی ملاقات یہاں حلیمہ سے ہوئی اور ساری سچائی اسے پتہ چلی تو وہ حیران ہو گئی۔ اور سلطانہ بیگم کے عبرتناک انجام نے بھی اسے حیران کر دیا تھا۔

"ہوسکے تو آپ دونوں میری اماں کو معاف کر دیجیے۔" شاہ میر نے حریم اور حلیمہ سے کہا اس کی آنکھیں نم تھی اور سر جھکا ہوا تھا۔

"شاہ میر تم نے میری خاطر میرے بھائی کو معاف کر دیا اور میں تمہاری خاطر تمہاری اماں کو معاف کرتی ہوں۔" حریم نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے محبت سے کہا تو شاہ میر نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"مجھے تم سے یہی امید تھی۔" شاہ میر بولا

"لیکن مجھے تم سے بالکل بھی امید نہیں تھی کہ تو ادا سائیں کو معاف کر دو گے مگر تم نے تو میرا دل ہی جیت لیا۔۔۔" حریم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں اپنے بھائی کی محبت میں اسے قتل کرنا چاہتا تھا پر تمہاری محبت میں نے اسے معاف کر دیا۔۔۔ لیکن اس سے کہنا کہ میری نظروں کے سامنے کبھی نہ آئے۔۔۔ کیوں کہ اگر وہ ایک بار پھر سے میری نظروں کے سامنے آ گیا تو میں خود کو روک نہیں پاؤں گا اور تم سے کیا ہوا وعدہ بھول جاؤں گا۔"

شاہ میر نے کہا۔

"نہیں۔۔۔ وہ اب نہیں آئیں گے تمہارے سامنے۔" حریم بولی۔

"مجھے اسپتال چکر لگانا ہے ہے اماں ابا پھوپھو سب وہاں آئے ہوئے ہیں۔" حریم نے کہا۔

"مراد کے ساتھ چلی جاؤ مجھے حویلی جانا ہے اماں کے پاس۔" شاہ میر کہتا ہوا اٹھا اور گاؤں کے لیے روانہ ہوا۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو دیکھ کر حیران رہ گیا سلطانہ بیگم بیڈ سے نیچے گری پڑی تھی اور جو نرس نے اس کی خدمت پر مامور کی تھی وہ گھوڑے گدھے بیچ کر سو رہی تھی۔

"ساجدہ۔۔۔ ساجدہ۔۔۔ کائنات۔۔۔" شاہ میر سلطانہ بیگم کے پاس آیا اور انہیں اٹھایا اور چیختے ہوئے پکار رہا تھا۔

وہ دونوں شاہ میر کی آواز سن کر ایک کمرے میں آ گئیں۔

"منک حرام عورت۔۔۔ آج جب میری ماں کو تمہاری سب سے زیادہ ضرورت ہے تو تم نے گرگٹ کی طرح رنگ بدل دیا؟؟؟" شاہ میر ساجدہ پر دھاڑا۔

"اور تم۔۔۔ تمہاری تو یہ خالہ ہیں۔ کتنی محبت سے وہ تمہیں اس حویلی میں لے کر آئی تھیں اور تم نے یہ صلہ دیا اس حال میں میری ماں کو چھوڑ دیا تم سب نے؟؟؟ کیا سوچا تھا تم لوگوں نے کی شاہ میر اپنی اماں کو چھوڑ کر چلا گیا ہے اور ان کا کوئی نہیں؟؟؟"

شاہ میر نے سلطانہ بیگم کو بیڈ پر لٹاتے ہوئے کہا۔

شاہ میر کی باتیں سن کر سلطانہ بیگم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"اماں۔۔۔" شاہ میر نے سلطانہ بیگم کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے پُکارا۔

لیکن وہ تو کچھ بولنے کے ہی قابل نہیں تھیں۔

ان کی حالت کو دیکھ کر لگ رہا تھا کہ کئی دن سے انہیں کھانا نہیں دیا گیا تھا۔ ان کی دوائیں

ویسے ہی پڑی ہوئیں تھیں۔

"نکل جاؤ تم میرے گھر سے ابھی کے ابھی۔۔۔ اتنے پیسے اس لیے دے رہا تھا میں کہ تم

سوئی رہو؟" شاہ میر نے اُس نرس سے کہا تو وہ فوراً وہاں سے بھاگی۔

کائنات پریشانی اور شرمندگی سے اپنی انگلیاں مروتی جا رہی تھی۔

"اپنا سامان باندھو اور واپس چلی جاؤ۔ اور آئندہ مجھے اس حویلی میں تم نظر نہ آؤ۔" اُس نے

www.urdu novels mania.com

غصے سے کہا۔

وہ غصہ کم ہی کرتا تھا مگر آج اس کا غصہ آسمان کو چھو رہا تھا۔

"اور تم۔۔۔ کھانا لاؤ میری اماں کے لیے۔ یخنی بنا کر لاؤ۔" اُس نے ساجدہ سے کہا۔

"اماں۔۔۔ مجھے معاف کر دیں اماں۔۔۔" شاہ میر کو اُن کی حالت دیکھ کر رونا آ گیا۔

"کیا کر رہے ہو عبید؟"

عبید جو سلطانہ بیگم کی حالت کا سن کر حویلی آیا تھا شاہ میر نے اسی رائل لوڈ کرتے ہوئے دیکھا تو پوچھا۔

"جو کام آپ سے ادھورا رہ گیا میں اسے پورا کرنا چاہتا ہوں۔" عبید نے کہا۔

"نہیں عبید۔۔۔ اس دشمنی کو یہیں پر ختم کر دو۔ میں نہیں چاہتا کہ میرا چھوٹا بھائی کسی کے

خون سے اپنے ہاتھ رنگے۔ میں تمہیں اس راہ پر چلتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ پہلے بھی میری

غفلت کی وجہ سے جنید ایسی راہ پر چلا گیا۔" شاہ میر نے رائل اُس سے لیکے سائڈ پر رکھا۔

"لیکن بھائی۔ لوگ کیا کہیں گے؟ کہ ہم نے بدلہ نہیں لیا۔۔۔ ہم کمزور ہیں۔" عبید نے کہا۔

"صرف یہ چار الفاظ۔۔۔ کہ لوگ کیا کہیں گے۔۔۔ ان چاروں الفاظوں نے کی زندگیاں

تباہ کر دیں۔۔۔ کئی دشمنیوں کی بنیاد رکھی۔ ظلم کا آغاز ہوا۔۔۔ صرف ان چار الفاظ کی وجہ

سے۔۔۔ کہ لوگ کیا کہیں گے۔ اس دشمنی کو یہیں پر دفن کر دو میرے بھائی۔ ورنہ یہی سے

ہیں نسل در نسل دشمنی کا آغاز ہو جائے گا اور ہمارے بچے مر رہیں گے۔ ہماری بچوں میں

سے کوئی آزادی کے ساتھ گھوم پھر نہیں سکتا تعلیم حاصل نہیں کر سکتا اگر ایسی دشمنی کی

بنیاد رکھیں گے تو اس کا خمیازہ ہماری آنے والی نسلوں کو بھگتنا پڑے گا۔ کیا تم دیکھ نہیں

رہے آس پاس کے علاقے کے حالات۔۔۔ کس طرح سے قبائلی جھگڑوں نے لوگوں کی

زندگیاں اجیرن کر رکھی ہے۔ بہتر یہی ہوگا کہ ہم اس قصے کو یہیں پر ختم کر دیں۔ معاف کرنے والوں کو پسند ہے۔ دوسرے کو سزا دینے سے بہتر ہے کہ ہم اپنے والدین کی صحت یابی کے لیے دعا کریں ان کی خدمت کریں اور ان کا خیال رکھیں۔ ظفر کو مارنے کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی اس وقت ہمارے ماں باپ کو ہماری ضرورت ہے۔ دشمن کو سزا دینے سے بہتر ہے کہ ہم اپنے پیاروں کی خدمت کریں۔ میں نے اسے معاف کر دیا ہے تم بھی معاف کر دو بس۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "تم اپنے گنہگاروں کو معاف کرو تا کہ میں تمہیں معاف کروں۔" شاہ میر نے عبید کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئی اُسے سمجھایا تو یہ نے ہونٹ بھیچ کر اثبات میں سر ہلایا۔

"میں اور بابا سائیں دونوں کو شہر لے کر جا رہا ہوں۔ جس لڑکی سے وہ نفرت کرتے ہیں وہی لڑکی ان کی خدمت کرنے کے لیے تیار بیٹھی ہے۔ پر میں نے تمہارے لندن جانے کا بندوبست کر دیا ہے تو اپنا گریجویشن اور ماسٹر ز وہ اسے مکمل کر کے آؤ گے۔ تم تیاری کرو جانے کی۔" شاہ میر نے کہا تو عبید نے اُسے گلے سے لگایا۔

"خوش رہو۔" شاہ میر نے کہا۔

"شاہ سائیں۔۔۔ شاہ سائیں وہ سردار بیبی۔۔۔" ساجدہ بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوا اور پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ بولی۔

"کیا ہوا اماں کو؟" شاہ میر پریشانی سے بولا۔
 "سردار بی بی کی روح پرواز کر گئی ہے۔" ساجدہ نے روتے ہوئی بتایا۔

پانچ سال بعد۔۔۔۔۔

سورج سوانیزے پر آچکا تھا۔

تو ایک قبر کے سامنے بیٹھا سورہ ملک کی تلاوت کر رہا تھا۔

پچھلے پانچ سال سے اس کا یہی معمول تھا کہ وہ جب بھی گاؤں آتا۔۔۔ آتے اور جاتے

وقت اس قبر پر ضرور حاضری دیتا۔۔۔ سورہ ملک پڑھتا اور مغفرت کی دعا کرتا۔

سورہ ملک ختم کرنے کے بعد وہ اپنے کپڑے جھاڑتا ہوں اٹھا اور دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے۔

قبر کے کتبے پر سلطانہ بیگم لکھا ہوا تھا۔
 www.urduNovelsMania.com

"جلدی کرو سب سمیٹو۔۔۔ آج میں بہت تھک گئی ہوں جلدی سے کلینک بند کرو میرے

بچے میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔۔۔ شاہ میر بھی گاؤں سے روانہ ہے۔"

حریم نے اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے عجلت میں اپنی ساتھی ڈاکٹر سے کہا جو اُس سے جو نیر تھی۔

"ایک مریض آیا ہے۔۔۔" اچانک دروازہ کھول کر جمیلہ نے کہا جو وہاں کام کرتی تھی "نہیں نہیں۔۔۔ میں بہت تھک گئی اُسے کہو ساتھ والے کلینک میں چلا جائے۔" حریم نے بیزار سی سے کہا۔

"کہہ رہا ہے دل میں درد ہے" جمیلہ نے کہا۔

"ہاں تو دل کے ڈاکٹر کے پاس جائے میں تو دل کی ڈاکٹر نہیں۔" حریم نے اپنا موبائل بیگ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"کہہ رہے ہیں انہیں عشق کا مرض لاحق ہو گیا ہے جلدی علاج کریں ورنہ حالت غیر ہو جائے گی۔" جمیلہ نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا تو ہر حریم میں اپنی کمر پر ہاتھ رکھ کر پکارا۔۔۔

"شاہ میر۔۔۔ اندر آ جاؤ۔"

حریم کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ڈاکٹر صاحبہ جلدی علاج کریں۔۔۔ ورنہ بندہ گیا کام سے۔" شاہ میر نے اندر آتے ہوئے کہا۔

"حد ہو گئی۔۔۔" حریم بولی۔

"چلو گھر اب۔" حریم نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"لیکن میرا علاج؟"

شاہ میر بولا۔

"اس مرض کا کوئی علاج نہیں۔۔۔ اور میں اس کا علاج کروں گی بھی نہیں۔۔۔ اگر اس

عشق کے مرض نے تمہیں چھوڑ دیا تو تم مجھے چھوڑ دو گے۔" حریم نے کہا تو دونوں کا ایک

ساتھ قہقہہ بلند ہوا۔۔۔

ختم شد

